



ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری

DR. ZAKIR HUSAIN LIBRARY

JAMIA MILLIA ISLAMIA
JAMIA NAGAR

NEW DELHI

Please examine the book before taking
it out. You will be responsible for
damages to the book discovered while
returning it.

DUE DATE

CI. No.

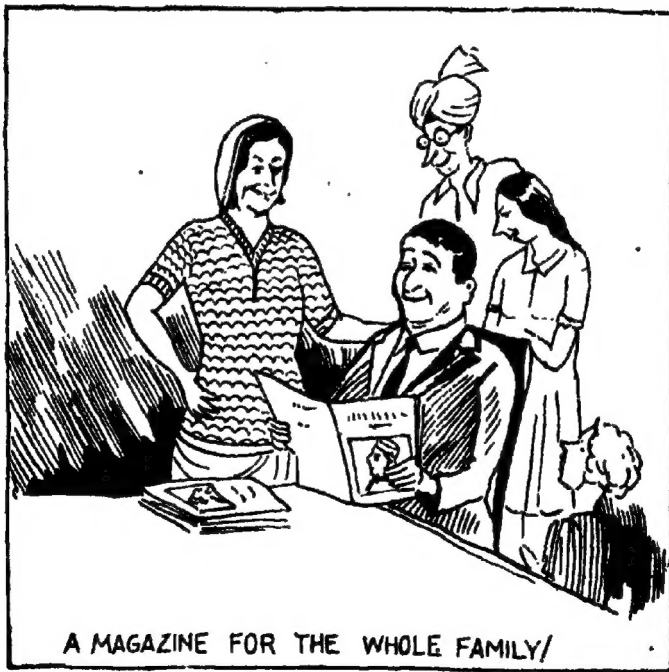
Acc. No. _____

Late Fine Ordinary books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night book Re. 1/- per day.

[illegible]



1 (12)



A MAGAZINE FOR THE WHOLE FAMILY/

دستور العمل

(۱) یہ رسالہ بالعموم ہر ماہ انگریزی کی دس تاریخ تک خدیاروں کیلئے قادیان سے شائع ہو جاتا ہے۔

(۲) رسالہ نہ پہونچنے کی اطلاع اس ماہ کے اواخر تک دفتر میں پہنچ جانی چاہئے۔ ورنہ رسالہ مفت روانہ نہیں ہوگا۔

(۳) اس رسالہ کی سالانہ قیمت دو روپیہ سالانہ ہے۔ جو ہر صورت پیشگی ادائیگی چاہئے۔ نمونہ کے لئے دو آنہ کے ٹکٹ آنا لازمی ہیں۔

(۴) طلباء اور طالبات کی دلچسپی کے لئے مذہبی مضمون نگاروں کیلئے علمی۔ تعلیمی۔ ادبی۔ مزاحیہ مضامین بقلب مصمم قبول کئے جاتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ مختصر ہوں۔ اور طلباء کے مذاق کو مد نظر رکھ کر لکھے جائیں۔ کہانیاں اور اضافے صرف ایسے شائع کئے جاتے ہیں جن میں عریانی نہ ہو۔

(۵) مضامین روشنائی سے قلمبکب کاغذ کے صرف ایک طرف نہایت خوشخط لکھ جانے چاہئیں۔ ورنہ قابل التفات نہ ہوں گے۔

(۶) ناقابل اشاعت مضامین واپس منگوانے کے لئے محصول ڈاک بھیجنا ضروری ہے۔ ورنہ انہیں تلف کر دیا جائے گا۔ یہ جاننے کے لئے کہ آیا مسئلہ مضمون شائع ہو سکے گا یا نہیں جوابی کارڈ یا الفاظ بھیجنا چاہئے۔ یا بالمشافہ دفتر سے معلوم ہو سکتا ہے۔

(۷) دفتر سے متعلق خط و کتابت پرستان کے کسی شخص کا نام نہیں لکھنا چاہئے ورنہ تعمیل میں دیر ہو جائے گی۔ صرف ایڈیٹر یا منیجر "رسالہ المبشر" قادیان لکھے۔

دفتر رسالہ المبشر الحکم سٹریٹ قادیان

چندری عطاء اللہ مولوی قاضی برادر پبلشر نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قادیان میں چھاپ کر دفتر المبشر الحکم سٹریٹ قادیان سے شائع کیا۔

طلباء اور طالبات کیلئے علمی و ادبی ماہوار مجلہ

چند سالانہ

مقامی ایک روپیہ

بیرونی ڈیڑھ روپیہ

قیمت فی پرچہ ۲۰



مدیر
عبدالحق شملی بی بی
نائب مدیر
محمد سلیمان عرفانی

سٹوڈنٹ ایڈیٹر۔ عبدالستار قمر (اجلائی)

جلد ۱ باب ۱ جولائی ۱۹۳۷ء نمبر ۱۲

بشارات	
۱	پیش گفت
۲	طائر قانع ہسپانیہ (مذبح اسلام)
۳	پر جنوں راقیہ (نظم)
۴	تیل کا پوشہ (مشاعر عالم)
۵	کاشش! (عاری نظم)
۶	امید (ادب لطیف)
۷	مدلے (نظم)
۸	سازان (تاریخی ڈرامہ)
۹	میر جلال صاحب (تذکرہ)
۱۰	صاحب لی لکیر (نظم)
۱۱	فوت کے نیچے تین بچوں کے نام
۱۲	احمد علی کی دعا (نظم)
۱۳	مفت و استغفار

المبشر

باسمہ سبحانہ
قادیان

یونگ یونیورسٹی محمد سلیمان عرفانی

یونیورسٹی عبد الرحیم شبلی بی کام

جلد ۱ باب ۱ جولائی ۱۹۳۷ء نمبر ۱۳

پیش گوئی

محمد سلیمان عرفانی

5702

Amman, Jordan

123818

21.3.36

شبلی نمبر کی مقبولیت
شبلی نمبر ہماری توہیات سے بڑھ کر مقبول ہوا۔ یہ نمبر ہماری
تحداد میں قیام کرنے کے کتاب عالم میں پھیلا دیا گیا تھا۔ ہمارا
انسان دہے کہ کم از کم دس ہزار دن مرد نے اس کو نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھا۔ جو ارادہ فرمایا ہو
جو رہی ہیں وہ نہایت دل خوش کن اور حوصلہ افزا ہیں۔ ہمارے بعض گہراؤں نے لکھا ہے کہ ایسے شبلی نمبر
روز قیام ہونا چاہئے۔ ہم ان کے اس طریقہ علم فوری کا تقد کرتے ہیں۔ اور ہم ایسا کرنے کے لئے بھی تیار
ہیں بشرطیکہ رسالہ المبشر کی مالی حالت متوازن و مستحکم ہو جائے۔

شبلی نمبر علی الخصوص اس بات کے لئے بہت سراہا گیا کہ اس میں متنوع نگارشات مندرج ہیں۔
درحقیقت یہ ہندوستان کی ادبیات میں اولین تجربہ تھا۔ آج تک کوئی نمبر ایسا شائع نہیں کیا گیا۔ جس میں
ایک ہی شخص کے مختلف موضوعات پر مضامین شامل ہیں۔ آپ نے "چٹائی لبر" اور "طالب نمبر" کا ذکر تو
اکثر سنا ہوگا۔ لیکن یہ صرف ایک ہی اقسام کے مضامین کے مجموعی اور زیادہ تر اضافی پر مشتمل تھے جو
شبلی نے نہ صرف اعزاز اور قدر لکھا۔ بلکہ مضامینات، مضامینات اور مضامینات۔
حق مضامین پر بھی خاص غور فرمائی کی۔ اور اس کے مدخل بدوش مزاحیہ۔ اصحاب لطیف اور کوئی نہیں

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔

اب سادہ میری بازو نہایت ۴ تار بخند بخند خدا

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا

میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا
میں نے یہ سچا دیکھا ہے کہ ایک کام نہیں ہے۔ تار بخند بخند خدا

نیا سال نئے انتظامات

الحمد للہ رسالہ المبشر نے اپنی عمر کا ایک سال ختم کر دیا۔ یہ سال ہمارے لئے گونا گوں مصائب اور پریشانیوں کا سال تھا۔ ہم نے یہ سال پہلے ترکیبوں کی صورت میں شائع کرنا شروع کیا تھا بعد کو گورنمنٹ کی منظوری سے اس کو رسالہ کی صورت دے دی گئی۔ چونکہ دو مہینوں میں ایک ناگریز واقعہ آگیا۔ اس لئے بعض لوگوں کے دلوں میں خیال پیدا ہوا کہ شاید رسالہ المبشر دیگر رسائل کی طرح
خوش و خوشیہ دے دولت مستعمل بود ہو کر رہ جائے گا۔

لیکن الحمد للہ مشعلی بزرگ نے بہت سی بیگمانیوں کو دور کر دیا۔ اور ہم نے
صد منزل است و منزل اول قیامت است کی ہم بہ احسن الوجہ سر کر لی۔

آئندہ اس سے ان شاء اللہ رسالہ کی نئی جلد آٹھ سال کا آغاز ہو گا۔ ہم ناظرین کو یقین دلاتے ہیں کہ ہمارے مد نظر بہت سی تجاویز ہیں جن کو اگر عملی جامہ پہنایا گیا تو رسالہ المبشر مزید وسعت کی صحافت نگاری کے لئے نہ صرف ایک زندہ مثال بلکہ رہنمائی کا ایک درخشندہ ستارہ ثابت ہو گا۔

نئے سال سے رسالہ میں بہت سی مثبت طرازیوں کی جائیں گی۔ اور اقسام مضامین طباعت و اشاعت اور گت آپ و غیرہ کے لحاظ سے رسالہ کو بہترین سے بہترین بنایا جائے گا
موجودہ ضخامت اس مقصد کے لئے بہت کم ہے۔ اس لئے نئے سال سے رسالہ کے صفحات زیادہ کر دیئے جائیں گے۔

زیر حیدہ میں تبدیلی
پہلے مقامی اصحاب کے لئے ایک روپیہ اور بیرونی اصحاب کے لئے ڈیڑھ روپیہ زرچندہ مقرر تھا۔ لیکن اب فیصلہ کیا گیا ہے کہ اس کو مساوی کر دیا جائے
چنانچہ اب آئندہ دو روپیہ سالانہ چندہ بیرونی و مقامی اصحاب دونوں سے یکساں وصول کیا جائے گا۔

اس کا فائدہ کئی گنا کے داخلہ میں۔ اور المبشر کی مصنوعی صورت کی جیبوں کے پیش نظر یہ بدلہ مشترک

اہل ہدے ہم ہے۔ اور ہمارا اس سے اصل خط بھی پورا نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ رسالہ حبیب منتضیٰ کی عرض سے جاری نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہمیں اس کی ہر وہ نہیں ہم نظری سے صرف اس قدر مدد حاصل کرسکتے ہیں کہ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ رسالہ المبشر کے اجراء کا کوئی حق چاہتے ہیں تو وہ اپنے اپنے طریقہ اور میں اس کی ترویج اشاعت کی طرف متوجہ ہوں۔ اور کم از کم ایک ایک فریاد بنا کر اس کی سادہ قیمت دفتر ہمارے بھجوا دیں۔ اگر نظری اتنی سی تکلیف گزارا فرمائیں تو ہمارے استقلال اور بقا ملک میں انشاء اللہ تعالیٰ کوئی فرق نہیں آئے گا۔

یہ پرچہ صرف اٹھائیس صفحے کا شروع کیا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو چکر چپہ زمرہ نظر مشعلی نبر کی اشاعت کی وجہ سے کام میں زیادتی ہو گئی۔ جو ہم اپنی تعلیمی معروضات کے دول بدوش اکیلے ختم نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اس نبر کے معانی مشعلی صاحب سے ایڈٹ کر دے کے واپس کر رہے ہیں۔ دوسرے کاغذ اتنا گراں ہو گیا ہے۔ کہ المبشر ایسے عزیز رسالے تو کجا بڑے بڑے جنادری رسائل و جرائد بھی اپنی مخالفت کم کر رہے ہیں۔ پس اس بات میں ہماری تجدیدی ظاہر ہے۔ اگرچہ اس پرچہ کی مخالفت کم ہے۔ لیکن معنوی لحاظ سے یہ نہایت مکمل ہے۔ اس میں حضرت نازک کی قابل توجہ نظم و نثر کی جا رہی ہے۔ امید ہے حضرت موصوف آئندہ بھی المبشر کا حق اپنی معروضات پر مقدم رکھیں گے۔ جناب ضیاء کی امید کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے جبینم صاحب سرحدی کی فارسی نظم و نثر ستائش ہے۔ ہم جناب حسن رحمہما سی کے معنوں ہیں کہ آپ نے بکمال حقیقت نوازی اپنی ایک دلچسپ نظم مصائب کی ہیکے ہر اے اشاعت المبشر کو مرحمت فرمائی۔ جناب احسن حدیقی جناب مصلح راہبلی کا بھی اذہر شکر یہ کہ انہوں نے اپنا کام عنایت فرمایا۔

عبد الرحمن خاں اور احسن حدیقی کے نہایت قابل قدر مزاحیہ مضامین افسوس ہے بوجہ قلت گنجائش درج نہیں ہو سکے۔ انشاء اللہ آئندہ شائع ہونگے

جناب قمر کا ڈرامہ تاریخی نوعیت

اور اس لحاظ سے کہ یہ ایک ڈل پاس نو عمر لڑکے کا لکھا ہوا ہے حد درجہ قابل تعریف ہے۔

صاحبزادہ مولانا امیاں عبدالوہاب عمر کی ایک نادرہ تصویر شامل کی جا رہی ہے۔ آپ حکیم احمد حضرت مولانا مولوی نور الدین انور خلیفہ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے منجملہ صاحبزادہ ہیں۔ آپ

رسالہ المشرق کے خاص سادہ بیس ہیں۔ اور اس پر چھپیں آپ کا ایک معتمد بھی شائع کیا جا سکتا ہے۔
 کہہ چاہیے خلیق۔ خدا خوش بخت۔ اور تصنیف و تہذیب سے مزین و نادر انسان ہیں۔ آپ کی سب
 سے بڑی خوبی یہ ہے کہ آپ نہایت سوشل اور معاشرتی و ابدی قائم کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ علم و ادب
 اور سائنسوں اور سوسائٹیوں کے سیکرٹری اور رکنی رہ چکے ہیں۔ علی الخصوص
 اجتماع جنگ میز ایسوی ایسٹن سیکرٹری ہونے کی حیثیت سے آپ کی علمی و ادبی نہایت قابل قدر خدمات سر انجام
 دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس سے بھی بڑھ کر خدمات سر انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے

ایک معاصر کی بددعا

المشرق نے جہاں ایک طرف علم پرورد اور ادب نواز علاقہ میں
 غیر معمولی مقبولیت حاصل کی ہے وہیں اس نے اپنے رذیل
 خلعت حاملوں کے پیچھے بھی چھٹی کر دیے۔ سنا ہے ایک معاصر نے "المشرق پر ریویو" کرنے کی وجہ
 یہ بتائی کہ کیا یہ بھی کوئی مزاحیہ مقامی ٹکے کا وقت ہے؟ خدا نخواستہ قارئین شہد ہیں۔ کہ خلیق نہیں
 مزاحیہ معانین کا عنصر بہت کم تھا۔ اور ہمارے اکثر مہربان زیادہ تر اس بات کے شاک نظر آتے تھے۔
 کہ اس میں مزید مزاحیہ مذاکرات کیوں نہیں شامل کئے گئے۔ لیکن اس بددعتی کو کیا کہئے۔ کہ جسے مذہبیت
 روحانیت۔ تاریخ۔ معاشیات و سیاست ایسے بلند پایہ موضوعات کو چھوڑ کر صرف مزاح ہی قابل
 اعتراض نظر آتا ہے۔ حالانکہ طبیعتیں مختلف ہوتی ہیں۔ اور مزور کی جیس کہ ہر شخص ایسے ایڈیٹر
 کی طرح خشک اور عبوس ذہنیت کا حامل ہو اس کا خدا ہی محافظ ہے۔

دراصل جو شخص صرف چند کتابیں پڑھا ہوا ہو۔ اس سے یہ توقع رکھنی کہ وہ علم و ادب کے دقیق
 مسائل سمجھنے پر قادر ہو سکے گا۔ ادبیات کے ساتھ تسلسل ہے

انوس! ایسے معاصرین کیوں اس قدر بخل سے کام لیتے ہیں۔ گویا وہ یہ خیال فرماتے ہیں
 کہ اگر ہم نے ریویو کر دیا۔ تو ان کے ریویو کو شائع ہوتے ہی خدا معلوم کس قدر فائدہ ان کو پہنچ جائیگا۔
 یا پھر وہ اپنی قلم کو سلطان اعظم خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ اخباری دنیا کے تعلقات ان کو اطلاق بھی
 مجبور کرتے ہیں۔

ہم کو انوسس ہے کہ ایسے معاصر سے ہمارے ادارہ نے کیوں ان سے ایسی خواہش
 کی جبکہ تم و ادب سے بالکل کوراء ہے؟





عبد الوهاب محمد

معلم

(حاجت حیدر - مدرسہ اسلامیہ)

۱. احمدیہ واپس آئے، بوندہ واپس آئے

(۲) احمدیہ ہمسایہ اسلامیہ السنہ ۱۳۳۵ھ

(۳) احمدیہ واپس آئے، بوندہ واپس آئے

(۱۳۳۵-۳۶) ۱۰ سال (۱۳۳۵-۳۶)

طارق فاتح ہسپانیہ

از جناب مولانا میاں عبدالوہاب صاحب قمر



دنیا کے کناروں تک پھیلاتا ہے وہ روک تھام جس کی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی فتنہ خیز ہسپانیہ فتح نہ ہوا۔ یہ سادہ سادہ موسیقی اور طارق کے حصہ میں لگتی تھی۔

آٹھویں صدی کی ابتدا کا ذکر ہے۔ موسیٰ یعنی ناصر بن عوفیہ کا گورنر تھا۔ خلیفہ ولید سے پہلے فتح کرنے کی عہدیت مل گئی۔ اس سے کچھ عرصہ قبل جھانچا یوسف کے بھتیجے محمد بن قاسم کی سرکردگی میں سندھ کی فتح کے لئے جو بھی بھیجا جا چکا تھا۔ سندھ کی ہاسپیوں کی کمی کا خیال کر کے خلیفہ کو اس درخواست کے ماننے میں تردد ہوا۔ مگر موسیٰ نے جب سہیل کے باشندوں کی مظلومیت اور وہاں کے سرسبز میدانوں کی کیفیت بیان کی تو خلیفہ نے اجازت دے دی۔

بن زیاد کی سرکردگی میں ہسپانیہ کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ وہاں کا حال معلوم کرے۔ تجربہ یہ تھی کہ وہاں میں موسیٰ ایک بڑا ہیڑا لے کر طارق کی مدد کو پہنچے گا۔ موسیٰ نے طارق کو تاکید کی کہ جب تک یہ فوج کاٹرا احتیاط کرے کہ پہنچ نہ جاؤں دشمن سے چھڑ جائے نہ کرنا۔ کیونکہ سپاہ کی تعداد دشمن کے مقابلے میں بہت کم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے اسی سال بعد آٹھویں صدی کا ابتدائی زمانہ ہے۔ ہسپانیہ گو خشک کے ظالم و جابر حکمرانوں کے زیرِ قبضہ ہے۔ غریب لوگ ٹیکسوں کے بوجھ تلے دبے ہوئے انتہائی مصیبت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور زندگی پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ یہودیوں پر ہسپانیہ اپنی دست کے باوجود تنگ سو رہا ہے۔ انہوں نے ایک دفعہ شہادت کی۔ مگر اسے طبعی دوا دیا گیا۔ امراء عیش کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ مگر غریبوں کے بچوں۔ عورتوں اور بچوں کو غلامی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ انہیں زبردستی عیسائی بنایا جاتا تھا۔ اور ان کی عورتوں کی شادی عیسائی غلاموں سے کر دی جاتی۔ جوانوں سے مل چلانے کا کام ہیلوں کی طرح کیا جاتا۔ مظلوم رعایا کی آنکھیں مدد کے لئے آسمان کی طرف اٹھتیں۔ مدد آئی مگر ایسی جہت سے جس کی کسی کو بھی توقع نہ تھی۔

جو حکام کے کنارے کھڑے ہو کر غلاموں کو میدان سے نکال کر وہاں ہلاتے ہوئے لے کر آیا پکارا !

تے موسیٰ اگر یہ سمجھ نہ لے جاتا۔ تو میں تیرا ہم

طابق کا بیڑا سپانہ کے ساحل پر پہنچا۔ اس
مقام کا نام جبرائیل یا جبل الطابق ہے۔ رات کی وقت
طابق نے بیڑے کے سرور کو بولیا۔ اور حکم دیا۔ کہ
ماتوشی سے اپنے تمام جہاز بھردو۔ جرنیل نے پہلے
تو انکار کیا۔ پھر طابق کے بھانے پر بیڑے کو اگ
لگا دی۔ جب سپاہیوں کو خبر پہنچی تو وہ بہت حیران ہوئے
طابق چوں کہ راز اندس سفینہ سوخت
گفتند کار تو بہم کا و خرد خطا است
دوریم ادس او وطن باز چوں رسیم
تو کہ بسبب ندوئے شریعت کجا ردا است
فندیو دست خویش بر مشیر بردو گفت
ہر ملک ملک است کہ ملک خدائے است
طابق کی دور اندیش نگاہوں نے جو دیکھا تھا وہی
ہوا۔ مسلمانوں کو معلوم ہوا کہ اب فرار کی کوئی صورت
نہیں۔ ساحل پر ہر طرف دشمن نے گھیر ڈالا ہوا ہے۔
ذلت کی ہارسے کٹ مرزا بہتر ہے۔ انہیں اپنے آقا
کا قول بھی پیش نظر تھا۔

محنت تواریخوں کے سایہ تلے ہے۔
اگر مرگئے توحید میں جائیں گے۔ زندہ رہے تو اس
ملک کو فتح کے بغیر دم نہیں گے۔

اس وقت سپاہیں پرشاد راڈر کی حکومت تھی
جب کہ اسے طابق کی آمد کا حال معلوم ہوا۔ تو اس نے
تمام صوبوں کی فوجوں کو اکٹھا ہونے کا حکم دیا۔ اور
ایک لاکھ فوج اکٹھی کر کے طابق پر حملہ کرنے کی غرض سے
رہنہ ہوا۔ طابق کی فوج میں پاکستان سپاہی اور کلمہ تھو۔

پہلے ایک ایک بھادروں کی لڑائیاں ہوئیں۔ پھر
دو دو فوجوں کی جڑ بھیر ہو گئی۔ گیارہ ہزار سپاہیوں کا
ایک لاکھ پانچ سو متقابلہ تھا۔ خون کے طلب کی گمان خود طابق
کہہ رہا تھا۔ فوج کے دائیں بائیں جتنے آگے بڑھا شروع
کیا۔ اور سپاہیوں کی فوجوں کے گرد گھیر ڈال دینا۔ خون اور
قتل کا بازار گرم ہوا۔ تھوڑی دیر میں دشمن کو پتہ لگ گیا کہ
اسلامی سپاہی ہم سے زیادہ منظم اور بہادر ہیں۔ ان کے
لشکر میں ہر اس چیل گیا۔ دشمن کی سپاہ نے بھاگنا
شروع کیا بہت سے مسند میں ڈوب گئے۔ جو بچ رہے
وہ مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے۔ اس شکست سے
گوشتک حکومت کا خاتمہ ہوا۔

طابق نے فوج کے چار حصے کئے۔ اسیان کو ملک کے
مختلف حصوں میں روانہ کیا۔ اور خود دارا سلطنت کی
طرف روانہ ہوا۔ جہاں جہاں وہ پہنچے لوگوں کے گرم جوش
سے ان کا استقبال کیا۔ اور شہروں کے دروازے
ان کے لئے کھول دیئے۔ اور ملک کا اکثر حصہ
اسلامی فتح کے سائے تلے آ گیا۔

موسیٰ بنی نصیر بھی اٹھارہ ہزار فوج لے کر سپانہ
پہنچ گیا۔ اور توسال میں سارا سپاہیوں کی فوجیں جمع کر لیا
طابق کی بہت بڑھ گئی۔ اس کے ارادوں میں پہلے
سے بھی تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اور یورپ کے بقیہ حصوں کو
بھی فتح کرنے کا خیال اس کے دل میں پیدا ہوا۔ عین اس
وقت خلیفہ ولید نے دو تینوں کو واپس بلا دیا۔ اس
قبل مذکورہ موسیٰ سے اسلامی فتوحات معروض تھیں
میں پڑ گئیں۔

پرجنوں راتیں

از جناب چوہدری محمد طفیل صاحب ناز۔ ایکم۔ اے

مجھے یوں بے وطن کر کے ملا کیا اے وطن والو

مری مصوم امیدوں کی دنیا کو اجاڑا ہے
مراسمِ محبت توڑ ڈالا ہے بگاڑا ہے

انگلیں آرزو میں حسرتیں میری تمنائیں

تہیں نے لوٹ لیں مجھ سے مجھے برباد کر کے
تمہیں نے چھین میں مجھ سے مجھے شامِ یاد کرنے کو

کبھی قسمت کے لئے کو ہے ارا لے وطن والو
میں جن سے پیار کرتا تھا وہ مجھ سے پیار کرتے تھے

مداشاد نہیں رورو کے اکثر یاد کرتا ہوں
نہیں گویا وہی قسمت برابر یاد کرتا ہوں

مجھے منہم رکتی ہیں محبت کی تمنائیں

کس کی یاد نے دہلی میں میری پرسکون راتیں
مجھے پردیس میں حاصل ہوئی ہیں پرجنوں راتیں

وہ مجھ کو بھول بیٹھے ہیں کبھی جو مجھ پر مرتے تھے
مگر شکوہ نہیں مجھ کو ذرا بھی دیں والوں کا

وہ مجھ کو یاد آتے ہیں میں ان کو یاد کرتا ہوں
مجھے ان سے محبت ہے مگر کہنے سے ڈرتا ہوں
نہیں ہوں یاد کے قابل گر میں یاد آؤں گا
او مجھ کو بھولنے والوں ساؤں کا رلاؤں گا

خدا ظالم نہیں ہوتا کبھی پردیس والوں کا

مشاہیر عالم

تیل کا بادشاہ

از جناب احسن اسماعیل صاحب مدد یقی۔ گو حبرو

آج کے انسانوں کا بادشاہ "توہر روڈ" سا ہو گا۔ لیکن تیل کا بادشاہ "کے متعلق آپ کو کوئی واقفیت نہ ہوگی آئیے آج ہم آپ کو بتائیں کہ یہ تیل کا بادشاہ کون تھا اور اس کا یہ نام کیوں مشہور ہوا۔

۱۸۳۹ء کا ذکر ہے۔ کہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی ایک بستی نیو یارک میں ایک شخص جان راک فیلر پیدا ہوا۔ ابتدا میں یہ شخص نہایت معمولی حیثیت کا مالک تھا۔ چنانچہ اس نے ۱۸۵۵ء میں اپنے خاندان سمراہ مالی مشکلات کے باعث نیو یارک کو خیرباد کہا۔ اور کیلیفرنیا میں رہائش اختیار کی۔ یہاں راک فیلر کو ایک معمولی سی کلرک کی ملازمت مل گئی۔ اس وقت اس کی عمر صرف سولہ سال تھی۔ چند سال کی ملازمت کر بعد اس نے تجارتی دنیا میں قسمت آزمائی شروع کر دی شروع شروع میں کسی کے ساتھ کچھ ہتھے پر تجارتی کاروبار شروع کیا۔ لیکن جلد ہی وقت کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے اس نے اپنے حقہ دار کی شرکت ترک کر دی۔ اور اپنا روپیہ واپس لے کر تیل کی ایک مشہور کمپنی میں کافی ہتھے خرید لئے۔ جس کی وجہ سے کمپنی کے مالک کے نام کے علاوہ جان راک فیلر کا نام بھی

مالک کمپنی کی حیثیت سے مشہور ہونے لگا۔ اس کمپنی کی شرکت سے راک فیلر کو تجارتی دنیا میں اپنی غیر معمولی کامیابی کے آثار نظر آنے لگے۔ چنانچہ ۱۸۷۵ء میں اس نے ایک کروڑ ڈالروں کے کثیر سرمایہ سے تیل کی ایک نئی کمپنی کی بنیاد ڈالی۔ جو سٹینڈرڈ آئل کمپنی کے نام سے مشہور ہوئی۔ یہ کمپنی راک فیلر کی اپنی ہی نگرانی اور صدارت میں جاری ہوئی۔ اور اسی وجہ سے اس کمپنی کو کل سرمایہ کے تین گندے بھی زیادہ کا فائدہ رہا چنانچہ اس کمپنی کی وجہ سے راک فیلر نہ صرف تیل کے دوسرے تاجروں میں بلکہ امریکہ میں مشہور ترین انسان سمجھا جانے لگا۔

تیل کی اس عظیم الشان تجارت کی نسبت سے وہ دنیا بھر میں *جولینر* *گولڈن* یعنی تیل کا بادشاہ کے لقب سے یاد کیا جانے لگا۔ فن تجارت میں اس کی کامیابی کا یہ عالم تھا۔ کہ سوئڈن کے بادشاہ "سٹر فرڈ" ایسے بھی بسا اوقات اس کے مفید مشوروں سے استفادہ کرتے۔

جب جان راک فیلر اسی سال کی عمر کو پہنچا۔ تو بڑھاپے کی وجہ سے اس نے تجارتی معاملات میں بذات خود

حصہ لیا بند کر دیا۔ اس وقت اس کی جائیداد کا اندازہ کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ راک فیلڈ نہ صرف امریکہ ایسے امیر ترین ملک میں سب سے زیادہ دولت مند انسان ہے۔ بلکہ دنیا بھر میں بھی اس ایسی ملدار اور صاحب جائیداد ہستی کوئی نہیں۔ اس کی جائیداد تیل کی کمپنیوں کے علاوہ نوے کی کافوں۔ چھاروں اور اسی قسم کی دیگر بیش قیمت اشیاء پر مشتمل تھی

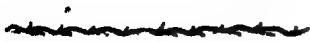
کہا جاتا ہے کہ دولت انسان کو خلیل اور نگدل بنا دیتی ہے۔ لیکن اس مقولہ کی صحت میں شک پڑ جاتا ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ تیل کا بادشاہ۔ جان راک فیلڈ دنیا میں متمول ترین انسان ہونے کے باوجود اپنی سخاوت میں بھی بے نظیر تھا۔ اس نے ملک کی طبی خدمات کے لئے مختلف ادارے قائم کئے۔ اور لاکھوں روپیہ طیر یا بخار اور زرد بخار اور اسی طرح دیگر بیماریوں کے تدارک کے لئے پانی کی طرح بہا دیا۔ ہزاروں ہسپتال اسی کی جیب سے چل رہے تھے۔ ۱۹۱۷ء کی جنگ عظیم کے ایام میں راک فیلڈ کی ملکی خدمات جو عموماً خیر انسانی روپیہ کے رنگ میں ہوتی تھیں۔ زبان زد خاص محام تھیں۔ اپنے خاندان کی امداد میں بھی راک فیلڈ نے بھی کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔

طبی اداروں کے علاوہ اس نے اپنے ملک کی تعلیمی ترقیوں میں بھی شاندار حصہ لیا۔ کئی ایک درس گاہیں مثلاً شکاگو یونیورسٹی وغیرہ خود قائم کیں۔ اور بے شمار ایسی تھیں جو مالی لحاظ سے

اس کی شرمندہ احسان رہتی تھیں۔ اس کے مذہب کی انجمنیں بھی اس سے بہت ادا حاصل کرتیں۔ راک فیلڈ کا حلقہ سخاوت چونکہ بہت وسیع ہوتا جا رہا تھا۔ اور اکیلا آدمی اس کام کو نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے اس نے یونیورسٹیوں اور دیگر تعلیمی اداروں کو باقاعدہ اور بطریق احسن مالی امداد بہم پہنچانے کا کام ایک انجمن کے سپرد کر دیا۔ جسے "جرل ایجوکیشن بورڈ" کہا جاتا تھا۔

راک فیلڈ اکثر ان دیہات کا دورہ کیا کرتا جنہیں اس کی طرف سے مالی امداد دی جاتی تھی۔ اس کی یہ بڑی خواہش تھی کہ وہ سو سال کی عمر پائے۔ لیکن قدرت کو منظور نہیں تھا۔ اور امریکہ کا تیل کا بادشاہ سال رواں کی چوبیس مئی کو راہ ملک عدم ہو گیا۔ اگرچہ وہ آج دنیا میں موجود نہیں ہے۔ لیکن اس کا کاتام اس کے خیر انستی کاموں کی وجہ سے ہمیشہ ہمیش کے لئے زندہ رہے گا۔

پیارے بھائیو! آپ کو جان راک فیلڈ کی زندگی سے مختلف سبق سیکھنے چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ امور تجارت میں متعبر بہتت اور استقلال کو اپنا خضر راہ بناؤ۔ اور دوسرے یہ کہ دولت مند ہونے پر کبھی خبیلی یا تنگدلی اختیار نہ کرو۔ بلکہ خلق خدا کی خدمت کر کے نیک نامی حاصل کرو۔



کاش!

الذخایب الشبنم سرحدی بی۔ لے

غیر روز گلشن من آوے ہزار کاش!
 گیر دازیں سب سے شکستہ خمار کاش!
 یارب کند طلوع مہر روے یار کاش!
 ناید بطح اوئے من سازگار کاش!
 یا ممکنار قلزمے یا بیکنار کاش!
 طعمہ کند نہ اور انعم روزگار کاش!
 ناید ز شور نالام امشب قرار کاش!
 آید بروں ز خلوت بے اختیار کاش!

بارد لہوادی دلم ابر بہار کاش!
 پیر مغاں شکست ز نوحہ سب سے من
 خورشید طالعہم فرو رفتہ بنظمتے
 مینائے آسماں راز خون دلم فروغ
 جوئے کہ میچکد ز چشم فرو شود
 ایں دل ز ابتدا کہ غم روزگار خورد
 یارب شکرے راکہ تا بم زد دل ربود
 آں پیر بادے ساجے آلودہ دامنش

جان و دولت ربود نہ کرد التفات ہیچ
 شبنم کنی باو نہ دیگر اعتبار کاش!

ضروری اطلاع
 جن حضرات کی خدمت میں رسالہ المبشر بطور نمونہ یا با اُمید خریداری
 بھیجا جا رہا ہے۔ مہربانی فرما کر اپنے ارادے سے ایک حقیر کے
 اندر اندر بذریعہ پوسٹ کارڈ دفتر کو مطلع کر دیں کہ وہ خریداریوں کے یا نہیں، جن احباب کی طرف سے
 پرچہ وصول کر لینے کے بعد کوئی اطلاع معمول نہ ہوگی۔ تو دفتر ان کو باقاعدہ خریدار تصور کر کے وصولی قیمت کے
 لئے دی پی جاری کرنے میں حتی بجانب کو محابہ۔ فیہر رسالہ المبشر الحکمہ سرسید قادیان طبع و اشاعت۔

امین

از جناب ضیاء الدین احمد صاحب سہرئی شملہ

کابل کے ایک ساگین	افق کی ایک جانب سے اٹھ کر۔
سے دور کر کے	یہ نور آسمان پر پھیلا جا رہا ہے۔
شگفتہ و شاداب کر دیا	ہلکا ہلکا
طاہران نرم آواز	دھیمادھیم
و گرم رفتار	چاند کی منو کی طرح
کسی کی راگنی سن کر خاموش ہو گئے	کیسا خاموش۔
ساکت و صامت	کیسا دلاویز
نغمہ سرائی کو قبول کر	نرم چیز نسیم کی مانند
کم نوازی پر شمار ہو گئے	سبک خرام بدلیوں کی مثل۔
اس سے میں	یہ نور
غیر فانی و غیرارضی لمحے میں	یہ روشنی
چنگ ارباب کے پردے کیوں نیچے ہو گئے	کہاں سے آئی
اور حنیفوں کے زیر و ہم کیوں افسردہ !	کہ جس کے نسیم آفریں اثر
شاید اس صبح رنگ نے	فرحت را جذب نے
جو ایک نظروں سے اوجھل نقطے سے	اپنی نزہت و نکبت سے
ایک گوشہ آسمان سے	نیم محسوس ٹپس
موجزن و متوج ہو رہا ہے	غیر محسوس طریق پر پیدا کر دی
اپنے ہلکے ہلکے	دل کی بیدگی
دھیمے دھیمے	پتھر دگی
نیم کا نیم سہری	اور خمار کو

وطنان گیر !
 جسے دیکھ کر
 اے میرے ازلی وابدی رفیق
 تو حیرت ہے
 اور میں مسرت
 تو جانتا ہے یہ کیا ہے
 یہ میری آرزوؤں کا پر تو ہے
 میری کھوئی ہوئی تپناؤں کا عکس
 جسے لاسوتی تخیل
 آسمان کی دوسری جانب سے ڈال رہا ہے !!

منظر ہے
 سب کو فراموش کر دیا
 ندیم !
 غمگسار !
 کیا بھلا ہے یہ رنگ
 خواب کی طرح غیر حقیقی
 اور تو فحاشات کی طرح امٹ
 آہ یہ رنگ
 رنگ رنگ چڑھنا ہوا رنگ
 خیرہ کن

الغلب مصلح راہیگی

بدلے

ادھر بے چین رہتا ہوں تمہاری یاد کے بدلے
 کبھی چرخ کہن بدلوں میں لے بدلہ جدائی کا
 خدا شاہد ہے یہ دنیا ستم سازوں کی دنیا ہے
 تمہیں جانتا ہوں تمہارا کام میرا بھی خدا حافظ
 نہ بدلتے تم بھی اے جاناں دلِ نشاد کے بدلے
 تیری بیدار کو بدلے میری فریاد کے بدلے
 کسی طائر سے لیتے ہیں کسی صیاد کے بدلے
 میں بے آباد رہتا ہوں کسی آباد کے بدلے
 نہ پھر ہوں گے تیرے بدلوں میری یاد کے بدلے

کہاں جنت کہاں فردوس بس اتنا غنیمت ہے
 خدا کی یاد مل جائے خدا کی یاد کے بدلے

ساسان

از غیب مجدالتار قمر بنی

افسانہ بطرز ڈرامہ

افراد

ساسان شاہی گوالا
شاحم ساسان کا سہراز
ضحاک ایک بزرگ آدمی
پاپک شاہ فارس
ہرمزد دانشمند درباری
وزیر اعظم - سپہ سالار - درباری -

ساسان - بے شک استقلال ترقی کے بٹھنے اور مصیبت کے ختم ہونے کا ایک زینہ ہے۔ جو بہت لمبے اسیلے کر گیا۔ اس کے تمام مصیبت ختم ہو گئے۔ مگر شاحم میں تو اپنی گذشتہ حالت کو یاد کر کے خون کے آنسو روتا ہوں۔ بادشاہی سے اب یہ عالم ہے کہ کوئی کر کے پیٹ پال رہے ہیں۔ کس قدر ذلت کی زندگی ہے۔ پرانی عزت - گذشتہ عظمت - ہاتھوں سے گئی ہوئی بادشاہت بار بار آنکھوں کے سامنے آ رہی ہے۔

شاحم - آقا! قسمت کا لکھا ہوا کون بدل سکتا ہے خدائی قانون کو اٹل سمجھتے ہیں۔ زمانہ میں مصیبتیں ہوا ہی کوئی ہیں۔ ہر تکلیف کے بعد راحت اور ہر راحت کے بعد تکلیف ہوتی ہے۔ جس کو صبر و استقلال کے زینے کو عبور کرنا پڑے۔

ساسان - اہ! ہم مجبور ہیں۔ کچھ نہیں کر سکتے۔ اور مجبور ہی دوسرا نام ہے صبر کا۔ بلاشبہ زمانہ گرگٹ کی طرح ننگ بدلتا رہتا ہے۔ تغیرات ہوتے ہی رہتے

پہلا منظر
(ایک پرچار جنگل میں نگاہ تک کاٹنے والے جھانپاؤں اور کہیں کہیں سبز گھاس اُگی ہوئی ہے۔ گھنے درختوں کے نیچے ایک بڑی چٹان پر ساسان اور شاحم بیٹھے محو گفتگو ہیں۔ آس پاس موشی چر رہے ہیں)
ساسان - نہیں شاحم میں نہیں مان سکتا تقدیر.....
قسمت.....
شاحم - میرے بھلے آقا! جو قسمت میں لکھا ہو۔ وہی سامنے آتا ہے۔

ساسان - تو کیا ہماری قسمت میں دخت کی خاک چھاننا ہی لکھا تھا۔ آخر یہ کیوں۔ اور یہ مصیبت ہم پر کیوں لائی گئی۔ اس کا کون ذمہ دار ہے۔

شاحم - اس مصیبت کے ذمہ دار ہم خود ہیں۔ مذکور اور قسمت میں یہ دن بھی لکھے تھے۔ سو آخر ختم ہو جائیں گے بے شک! کہ ان تکلیف کو برداشت کرنے کے قابل نہیں مگر استقلال بھی تو کبھی شے کا نام ہے۔

ہیں۔ زمانہ کی فضا اکثر دھندل گئی رہتی ہے۔ مگر خاک
کچے رقبے کے ہاتھوں ہر صیبت پہل پہل سے ہے۔ وہ
سب سے اونگھی ہے۔

دوسرا منظر

اساتان اور شاقم ایک اونچے ٹیلے پر کمانوں پر چلے
چڑھائے کسی طاق میں بیٹھے ہیں۔ تمام مویشی بکے ہوئے
ٹیلے کے عقب میں کھڑے ہیں۔ وہ دو دو بار بار سامنے
وہلے درختوں کے جھنڈ کی طرف دیکھتے ہیں {
شاقم۔ شہزادے۔ سنبھل کر تیر چلا نا۔ یہ شکار کئی
دفعہ ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ذرا لمبی سستی
سے لینے کے دینے پڑ جائیں۔

ساسان۔ ہاں یہ شیر کئی دفعہ ہم سے بچا ہے۔ دیکھو
درختوں کے جھنڈ میں دو خرفناک آنکھیں کس طرح قفلے
برسا رہی ہیں۔ کس قدر خرفناک آنکھیں ہیں۔

شاقم۔ بس سنبھل جاؤ۔ جو بھی شیر ذرا سامنے آئے
تیر چھوڑ دو۔

ساسان۔ غرائے کی آواز۔ اُن کس قدر خرفناک ہے
شاقم کو وقت آگیا۔ جلدی لگان کیجئے۔ (دو نو ایک ساتھ
تیر چھوڑتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ تیر شیر کو کوئی نقصان
پہنچائیں۔ وہ چھوڑوں میں چھپ جاتا ہے۔ اُنہ غصہ مزی
دیو میں ایک چھلانگ لگا کر بالکل ان کے سامنے آجاتا ہے
شاقم۔ اساتان جلدی ایک طرف ہٹ جاؤ۔ اور غلو
نکال رہا۔ ذرا سی بھی سستی سے ہم دونوں کی جان خطو
میں ہے

ساسان۔ ایک کی ایک طرف ہو جاتا ہے۔ احتیاط نکال

تیر پر حملہ کر دیتا ہے) دیکھو شاقم آج بکھر رہا ہے۔
(دو نو جیسے دھندلے شیر پر حملہ کرتے ہیں۔ شیر ایک
حسب نگاہ کر ساسان کو زخمی کر دیتا ہے۔ اور وہ بے ہوش
ہو کر گر جاتا ہے۔ مگر شاقم کے متواتر حملوں سے شیر کا بھی
کام تمام ہو جاتا ہے۔ اور پھر وہ جلدی سے پہونچ ساسان
کی طرف متوجہ ہوتا ہے)

شاقم۔ میرے آفا ہوش میں آئیے۔ شیر مار دیا ہے۔
ساسان۔ (ایک دمیں آواز میں) شاقم۔۔۔۔۔ پا۔۔۔۔۔ نی۔
شاقم۔ آہ! اس دیر اسنے میں پانی کہاں میرے سر وار
کہاں سے پانی لاؤں۔ اے آسمان آج تو کہیں سے
بادل بھی لے آ۔ اچھا اپنے شہزادے کے لئے دفعہ
لا آہوں۔

(شاقم مویشیوں کی طرف نگاہ کر کے دیکھتا ہے مگر
چند سوروں کے اور کوئی مویشی نظر نہیں آتا۔ بالوس ہو کر
ساتان کے چہرے کی طرف دیکھتا ہے۔ اور بے اختیار
ہو کر پانی پانی کہتا ہوا ایک سمت کو بھاگ جاتا ہے۔)

تیسرا منظر

{ ہڈیاں خفاک آسے پر جھلک میں ایک پانی کی چھاگ
لے ایک سمت کو جا رہا ہے۔ شاقم۔ پانی پانی کی چھوڑ
صد اٹھاتا ہوا اُس کے پاس آتا ہے۔ اور ہڈی سے خفاک
کے پاس پانی کی چھاگ دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے {
شاقم۔ اے نیک میرا انسان۔ مجھے پانی۔۔۔۔۔
خفاک۔ میرے پاس پانی بہت تھوڑا ہے۔ اور صوف
میرے اس پیر لاکے کے واسطے ہے جو جھینپڑی میں
پانی کے لئے تزیں رہا ہے۔

(شاحم بڑھے صفا کو ہزار ہزار دھنیں دیتا ہوا
واپس لوٹتا ہے۔ اور کافی جھگڑے کرنے کے بعد اس
ٹیلے پر پہنچتا ہے۔ مگر وہیں پر ساسان کا نام و نشان
بھی نظر نہیں آتا۔ وہ حیران ہو کر ادھر ادھر آہ انہیں
دیتا ہے۔ مگر جواب نہیں آتا ہے)

شاحم۔ (اسان کی طرف دیکھ کر) اے فلک کج فزا!
تو نے ٹھیکوں اور مصیبتوں کا دائرہ اور بھی وسیع
کر دیا۔ آہ!..... پیارے ساسان کو کہاں تلاش
کروں۔ ساسان... ساسان..... دوہ بے ہوش
ہو کر زمین پر گر پڑا ہے)

چوتھا منظر

{شاہ پاپک اپنے درباروں سمیت ایک کالیشان
عل میں بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے چہرے سے غم و تروڑ
کے آثار نمایاں ہیں۔ درباری خاموش بیٹھے اس کی طرف
دیکھ رہے ہیں۔ تخت شاہی کے نزدیک ہی پاپک کے
دربار کا اعلیٰ دانشمند اور معزز ہر تروڑ نامی بڑی شان
سے ایک کرسی پر ٹیک لگاٹے بیٹھا ہے۔ وزیر اعظم
بارہ شاہ پاپک کے چہرے کی طرف دیکھتا ہے۔}
وزیر اعظم۔ آٹھائے نامدار۔ آج آپ کس سوچ میں
پڑے ہیں۔ حضور کے خادموں کا اضطراب دم بدم
بڑھ رہا ہے۔

شاہ پاپک۔ میرے وفادار۔ کچھ تمہارا خواب
مجھے نہ کہ یاد ہے میں نے انہی کے متعلق سوچ
رہا ہوں۔ کہ آیا ان کی لچہ اصلیت بھی ہے یا کہ نہیں۔
وزیر اعظم۔ اس میں سوچ و بچار کی کیا بات ہے۔

شاحم۔ آہ! میرا مصدوم ہزارہ میری ملی کے دھندہ
نہیں رہ سکے گا جس طرح بھی ہو سکے عقوڈ اس پانی صفا
کر دو۔ آہ!..... ایک بے کس کی جان میں ایک گھونٹ
پانی کی خاطر جاتی ہے

صفاک۔ نیک آدمی یہ دو گھونٹ پانی دو آدمیوں
کے لئے کافی ہے۔ مجھے ہلنے دو میرا لاکا میر پانی
کے ترپ رہا ہو گا۔ آہ! میرا پیارا بچہ میر پانی کے ہمیشہ
ہمیش کے لئے مجھ سے چھوٹ جائے گا۔

شاحم۔ اے بزرگ آدمی میں تم سے تمہارے بیمار
رک کے کا صدفہ لگتا ہوں۔ میرا آکا شیر کے ہاتھوں
سے زخمی ہو گیا ہے۔ صرف ایک گھونٹ پانی دے دو۔
نیک سیرت صفاک سوچ میں پڑ جاتا ہے۔
پھر تھوڑی دیر کے بعد پانی کی چھ لٹری شاحم کے
ہاتھوں میں دے دیتا ہے۔

صفاک۔ لو یہ سارا پانی لے جاؤ۔ اور اپنے آقا
کو بلا دو۔

شاحم۔ مرجا۔ اے بزرگ انسان مرجا۔ پتھر ہے کہ
آپ آدسا پانی اپنے پیارے رک کے کے لئے لے
جائیں۔ تاکہ اس کی جان بھی بچ جائے۔

صفاک۔ نہیں اس طرح سے پانی منانے ہو جائیگا۔
اور دونوں میں سے ایک کے لئے بھی کار آمد نہ ہو گا۔
میرا لاکا اگر ایک انسان کی خاطر قربان ہوتا ہے
تو ہونے دو۔

شاحم۔ آفرین۔ صد آفرین۔
صفاک۔ جاؤ جلد سے جا کر اپنے آقا کو بلا دو۔

ہر مرد ہے کہ ہر مرد اس کی کافی عزت ہوئی۔ خود
گھنڈے سے اس کا سر ملتا ہے۔ اور بار بار منہ پر دھند
پھیرتا ہے {
شاہ پاک - (چند لمحات کے بعد) میرے ہاں ایک
سائن نامی لڑکے - جو کہ عرصہ گزرا میری نوکری کرتا ہے
میں خواجہ کو بچھتا ہوں کہ اس کے سر سے ایک آفتاب نکل
ہے۔ جس کی روشنی نے تمام عالم کو متحرک کر دیا ہے۔
اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

ہر مرد - (کچھ دیر سوچتا ہے) دلا جاو۔ سائن کا
ستارہ قسمت اوج پر دکھائی دے رہا ہے۔ وہ
یاس کی اولاد میں کوئی ایسا زبردست بادشاہ ہوگا کہ دنیا
اس کے سامنے پانی بھرے گی۔ بڑے بڑے بادشاہ
اس کے آگے جھکیں گے۔ اور وہ ان سب پر حکمران
اعلیٰ ہوگا۔

(شاہ پاک اور تمام درباریہ تعبیر میں کرم و محبت
ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ کچھ دیر کے بعد پھر مخاطب ہوتا ہے)
شاہ پاک - میرا دوسرا خواب یہ ہے کہ سائن کے
بہراہ تمام کشور کے لوگ ہیں۔ اور وہ ایک سپید تھی
پر سوار ہے۔ جس پر قیمتی اور خوبصورت جھول پڑی
ہے۔ سب لوگ اس کے نام کے فرے لگاتے ہیں۔
ہر مرد - میرے آقائے نامدار حضور انور جہاں پنا
عالی جاو۔ کایہ خواب پہلے خواب کی تائید ہے۔ سوچ
کا ٹکنا۔ قیمتی جھول والا باتھی۔ اور اس کے نام پر
فرے سب زور طاقت اور تعہدی کے نشان ہیں۔
میرے حضور سائن یا اس کی اولاد میں سے کوئی فرد

جگہ ہر مرد ایسے فلسفہ دان دانشمند اور معجز آپ کے حباب
میں حاضر ہیں۔ تو پھر عالیجاہ کو پریشان ہونے کی کیا ضرورت
ہر مرد - ہاں ہاں والا۔ خداوند تخت حضور کا کترین
حاضر خدمت ہے۔ آپ وہ خواب بیان فرمائیے جن کی
وجہ سے آپ پریشان ہو رہے ہیں۔

شاہ پاک - شاباش مبرم مرد تم واقعی میرے
دربار کی زینت ہو۔

ہر مرد - حضور کی ذرہ نوازی شفقت پروری کا نتیجہ
ہے۔ درد کترین کی کیا عزت تھی۔

شاہ پاک - ہر مرد بادشاہ تو مرن ملک کے نظام کو
بقرار رکھنے کے لئے ہوتا ہے۔ مگر ایک عالم۔ ایک
فلسفی۔ ایک دانشمند ایک جبر کے بغیر بادشاہ
کے دربار کی کوئی زینت نہیں۔

ہر مرد - حضور انور جہاں پناہ اگر بادشاہ کا دربار
نہ ہو تو پھر عالموں غصیفوں۔ دانشمندیوں اور
معجزوں کی کون قدر کرے۔ دراصل ایک عالم اور
دانشمند کی عزت بادشاہ کے وجود سے ہی ہوتی ہے
اور بادشاہ کی عظمت ایک عالم سے ہوتی ہے۔

شاہ پاک - آفرین۔ ہر مرد تیری عقل پر۔ تجھے
امید کامل ہے کہ تم مزدور مابدولت کے خوابوں کی
تعبیر بتا سکو گے۔

ہر مرد - حضور اپنے خواب فرمائیے۔

پانچواں منظر

{ شاہ پاک کسی سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ ہر مرد خوش

دنیا کا بٹھا ہو گا۔

شاہ پاک - تیسری رات میں نے دیکھا کہ سامان کے گھر میں آتش فروزہ گشت اور متفرق ہوا ہے جس کی وجہ سے تمام دنیا میں اجالا ہو رہا ہے۔ اور ہر چیز بجھنا اٹھی ہے۔

ہر مزد - عالی جاہ - آگ ایک مقدس چیز ہے جس کی ہم عبادت کرتے ہیں۔ اس کا کسی گھر میں دیکھا جانا بڑی عزت کی علامت ہے۔ آتش فروزہ کے معنی آدھی ہے جو اپنے ساتھیوں اور مہروں میں باعزت اور ستے والا ہو۔ جو مذہب کو اچھی طرح جانتا ہو۔ کیونکہ مقدس آگ کا تحقق مذہب سے ہے۔ دوسرے آتش گشت سے مراد بہادر جنگجو اور جوگوں کے افسر اعلیٰ سے ہے۔ یعنی سامان جو اس وقت شاہی گولا ہے بہادر جنگجو اور جوگوں کا سردار ہو گا۔ اس کا تحقق ضرور کسی شاہی نسل سے ہے۔ عالی جاہ - حضور کے تمام خواب سامان کی تائید میں ہیں۔ پس لازمی اور لا بدی امر ہے کہ اس کو یا اس کی اولاد کو ضرور بادشاہت نصیب ہوگی۔ اور وہ دنیا پر حکومت کرے گا۔

(یہ سب کچھ تمام بادشاہوں کو جانتے ہیں۔ بادشاہ سپہ سالار کی طرف دیکھتا ہے سپہ سالار اپنی جگہ سے اٹھ کر بادشاہ کو سجدہ کرتا ہے۔ اور بائیں ایک طرف کھڑا ہو جاتا ہے)۔

شاہ پاک - میرے بہادر سپہ سالار جاؤ سامان کو حاضر کرو۔

سپہ سالار - عالی جاہ !

(سپہ سالار دوبارہ سے باہر چلا جاتا ہے)

چھٹا منظر

{ دوبارہ اسی طرح دکھائی دے گا۔ تمام دوبارہ خاموش ہیں۔ سپہ سالار زخمی سامان کو ایک طرف لے کھڑا ہے جس کے بازوؤں سے خون بہ رہا ہے۔ اور عجیب بے کسی کی حالت میں کھڑا ہے۔ }

شاہ پاک - میں سامان کو اس حالت میں دیکھ رہا ہوں کیا تم نے اسے زخمی کیا ہے کہ شاید میں غور ہو جاؤں۔ یاد رکھو جو کچھ تم نے کیا ہے ایک تم سزاوار ہو۔ سپہ سالار - خداوند نعمت غلغلہ سے کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ بلکہ شہر سے باہر جہاں کہ اکثر موشی چرائے جاتے ہیں۔ ایک بلند ٹیلے پر میں نے سامان کو اسی حالت میں بے ہوش پایا۔ اور اس کے نزدیک ایک بڑا بھاری سبکدوش بھی مرا پڑا تھا۔ کترین نے اسے حوش دلائی اور حاضر خدمت کیا۔

شاہ پاک - شاہی میرے بہادر سپہ سالار۔ سامان یہ کیا کر رہا ہے۔

(سامان نہایت کمزور آواز میں سب واقعہ شیر پر حملہ کرنے اور اپنے زخمی ہونے کا اور شاہم کا شیر کو مارنے کا باجم و کاست بادشاہ کے گوش گذار کرتا ہے۔ سب کو اس کے ساتھ ایک سرور سی پیدا ہو جاتی ہے)

شاہ پاک (سپہ سالار سے) جاؤ میرے وفادار شاہم کو تلاش کر کے دربار میں لاؤ۔

دیاپک کے حکم سے ایک شاہی پوشاک حاضر کی جاتی ہے
اور اس کے کچھ پرسان اس کو پہن دیتا ہے۔

ساتواں منظر

سید سالار شام کے سمراء دربار میں داخل ہوتا ہے
اس کے ہاتھ میں ایک پانی کی چھانگل ہے۔ وہ حیران ہو کر
تمام دربار میں نگاہ دوڑاتا ہے سید سالار اور شام
تحفت کے سامنے آکر بادشاہ کو سلام کرتے ہیں۔ اور
ماسان کے قریب کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پہلی نظر میں
شام ماسان کو نہیں پہچانتا۔

ماسان۔ (شام سے مخاطب ہو کر) شام
شام۔ کون.... ماسان.... میرے آقا۔
(یہ کہہ کر وہ جلدی سے اس سے لپٹ جاتا ہے،
شام۔ آہ کیا میں خواب دیکھ رہا ہوں۔ آخر یہ کیا
ماجرہ ہے۔ کیا غم والا ام کے دن ختم ہو گئے۔ مگر یہ
کیونکر ہو سکا میرے.... آقا....

ماسان۔ شام بے اختیار ہی کی حالت کو ترک کر دو۔
دیکھو یہ درباری آداب کے خلاف ہے۔

شاہ پاک۔ اے سلاطین ہستیو! ایام مصیبت
ختم ہو گئے۔ پہلے تم میرے خدمت گاروں میں سے تھے
کیونکہ اصل حقیقت پردہ رازی میں تھی۔ مگر اب تم شاہی
مہمان ہو۔

شام (دلہی سے حیران ہو کر) کونسی اصل حقیقت پردہ
رازیں تھی میرے حضور۔ دھرم ساتان کے چہرے
کی طرف دیکھنے لگ جاتا ہے،

(سید سالار پھر اسی طرح اٹھے پاؤں واپس چلا
جاتا ہے،)

شاہ پاک۔ ساتان میں تم سے ایک بات دریافت کرنا
چاہتا ہوں۔ اگر تم نے کچھ بتا دیا تو سب کو تمہاری قسمت
بدل گئی۔ اور جھوٹ ہوا تو بہت بُرا ہو گا۔

ماسان۔ عالی جاہ۔ آپ شوق سے حیات کریں۔
خاک سار ہر جواب صحیح صحیح دینے کی کوشش کر لیگا۔
شاہ پاک۔ اول یہ کہ تم کس نسل اور خاندان سے
ہو۔ دوم کس ملک کے رہنے والے ہو۔

ماسان۔ جہاں پناہ اگر جان بخشی ہو تو عرض کروں
شاہ پاک۔ ماسان تم بلا خوف و خطر کہو۔ تم ہر طرح
سے محفوظ ہو۔ تم کو یہاں پر کوئی گزند نہیں پہنچ سکتی۔

ماسان۔ شاہ معظم میں دراصل مارا ابن دارا کی اولاد
.... جس سے ہوں۔ اور میرا نسب نامہ پانچویں
پشت پر بہن سے ملتا ہے۔ میں ملک ایران کا شہزادہ
تھا۔ آہ اجب اسکندریہ کے جبے دن آئے۔ تو میں
اپنے مفاد دار شام کے ساتھ مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔

اور چھپتا چھپتا اصفہان پہنچا مگر وہاں پر بھی قسمت نے
باوردی نہ کی۔ پھر اپنا سر چھپاتا ہوا اصرار پہنچا۔ اور
افشاریے زاد کے خوف سے بہت عرصہ تک چھپا رہا
پھر آخر آپ کے یہاں پست کی خاطر کوکری کا نثار دے
کر دی۔ اور شاہی پوشاک اتار کر معمولی گوالوں ایسا
پاس پنا۔

شاہ پاک۔ ماسان تمہاری مصیبت کے دن ختم
ہو گئے۔

ساسان - میرے وفاداروں نے اپنا روٹھا کر دیا
شاہم - آہ... غلطی - دھوکا... فریب...
وزیر اعظم - نہیں شاہ پاکپ کے دربار میں دھوکہ
فریب نہیں ہوگا - تم باطل مطلق رہو -
شاہم - یہ کیسے ممکن ہے -

وزیر اعظم - قول مردوں جاں دارد -
ساسان - اے شاہم تلی رکھو دھوکہ نہیں ہوگا -
شاہم - آہ فلک کج رفتار جس کے ساتھ ہر دھوکہ
کرے وہ ہر بات کو فریب ہی خیال کرتا ہے -
شاہ پاکپ - شاہم! مطلق رہو -
شاہم - عالی جاہ -

شاہ پاکپ - تخت فارس کے وفادار دعا تھا اس لئے
خوشی کا اثر کہ ایران کا یہ ناز شہزادہ ہمارے دربار
میں جلدہ افزو رہے - میری وفات کے بعد اس تاج کے

کے لائق مجھے کوئی نظر نہیں آتا - اس سلسلے میں اپنی لڑکی
کی شادی ساسان سے قرار دیتا ہوں - تاکہ میرے
جدید تخت کا وارث ہو - اور میرے خواب سب
پورے ہو جائیں - کیا تم پسند کرتے ہو کہ ایسا
کر دیا جائے -

وزیر اعظم - مزدور مزدور شہزادہ اسی لائق ہے -
شاہ پاکپ - میں خوش ہوں کہ تم نے میرے ساتھ
فتاد کیا - اور میری رائے کو پسند کیا -
(بادشاہ ساسان کو اپنے برابر شاہی تخت پر بٹھا
ہے - اور شاہم بھی ایک قیمتی خلعت دے کر اپنے
درباروں میں شامل کرتا ہے - ایک دھوکہ پھر ساسان اور
شاہم لگے ملتے ہیں -)
شاہم - تقدیر - قسمت
ساسان - بجا !

صابن کی لکچر

از جناب حسن اہتاسی

تالاب کنارے روتی تھی کل بٹیا ایک بیر اگن کی
سرنگے پار مینہ تھی او کا کا کا کا کا "کتنی تھی
تھے بال بھی لت پٹ مہا بن میں پوشاک بھی تن ہوئی تھی
کتنی تھی صابن دے لے لے اسیں اس پانہ کی
اتنے میں زمیں پر گری گئی دیکھنا لپک کر ہاتھ میں لی
جھل جی صبر و حسن کچھ یونہی طبیعت آج گئی

جب ظالم کا گالے بھاگا بن پوچھے کیا صابن کی
اک ہاتھ سے تھامے من تھی اک ہاتھ میں ہی صابن کی
تھا اب میں سوچ بھی نہیں اور تھوڑا سا تھی صابن کی
شک وہاں تو تیرے بچوں کا اور خبر تو تیری کانگن کی
یوں خوش تھی جیسے ہاتھ کی چوٹی پھر صابن کی
یہ نظم زباں پر جاری تھی اور تھیں صابن کی

فولڈ کے نیچے تین انجمنوں کے نام

آپ کو مولانا عبد الوہاب صاحب عمر کے فولڈ کے نیچے تین انجمنوں کے نام لکھے ہوئے نظر آئیں گے۔ بطحا آپ کے دل میں سوال پیدا ہو گا کہ ان انجمنوں نے کچھ کام بھی کیا یا مسلمانوں کی انجمنوں کی طرح نشتر گفتند، برخواستند۔

یعنی ایسوی ایشن کا جلسہ ہوا۔ کچھ باتیں ہوئیں اور جلسہ برخواست ہو گیا۔ کام دیکھو تو صفر۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان انجمنوں کی مختصر کارکردگی اسی عرصہ میں کر دی جائے تاکہ آپ کو ان کے کام کا اندازہ ہو سکے (۱) سب سے پہلے احمدیہ فیڈبک آن یوتھ کو لیجے اس انجمن نے سوال الاکھ کے قریب تبلیغی ٹرکیٹ شائع کئے۔ احمدی نوجوانوں کے ذرائع پر آزمائشیں جاری کر رہی ہیں۔ سر محمد ظفر اللہ خاں کا لیکچر کرادیا۔ غیر ممالک کے مبلغین کی خاطر کثیر تعداد میں انگریزی ٹرکیٹ چھپوا رہی ہے۔ عنقریب چودہویں صاحب کا لیکچر بھی چھپوائے گی۔

(۲) احمدیہ ہسٹل ایسوی ایشن نے بھی مفید تبلیغی ٹرکیٹ شائع کئے۔ اور نوجوانوں کی اصلاح اور تربیت کے لئے جلسے کئے گئے۔

۳۔ احمدی انٹر کالجیٹ ایسوی ایشن نے کادیان کے دو ٹرپ کئے۔ مولانا محمد یار عارف

کو انگلستان سے واپسی پر ایڈریس پیش کیا۔ حضرت امیر المومنین نے ایسوی ایشن کی تقریروں میں دو اہم تقریریں کی۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے ازراہ فتاویٰ ایسوی ایشن کو پارٹی دی۔ جامعہ احمدیہ اور مدرسہ احمدیہ نے پارٹی دی۔ حضرت مفتی صاحب۔ حضرت میر محمد اسلمی صاحب۔ جناب ملک بشیر احمد صاحب آف امریکہ۔ جناب شیخ بشیر احمد صاحب۔ جناب چھدہی احمد خان صاحب۔ میاں معراج الدین صاحب عمر اور دیگر بہت سے بزرگوں نے ایسوی ایشن کے دیرپا تہام تقریریں کیں۔ ایسوی ایشن نے آنریبل چودہویں سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کا ”احمدیت کا پیغام“ کے مضمون پر لیکچر کرایا۔ اور اس لیکچر کو چھپوا کر پانچ سزار کی تعداد میں شائع کیا۔ ایسوی ایشن نے لاہور کالجوں کے احمدی طلباء میں اجتماعی زندگی پیدا کرنے اور ان کے دینی تفرانی کرنے کے سلسلہ میں مفید کام کیا۔ اور سر محمد ظفر اللہ خاں کا لیکچر چھپوانے میں ایسی پیش کا بجٹ دو سو روپے کے قریب تھا۔

احمدی بچے کی دعا

از جناب احسن اسماعیل صاحب صدیقی آف گوجرہ

الہی! فضل و رحمت سے عطا صدق و صفا کر دے
 تو چاہے گرتو پتھر کو بھی لعلِ بے بہا کر دے
 کھڑا ہوں ہاتھ پھیلائے ترے دربارِ عالی میں -
 غم افکارِ عالم سے تجھے نا آشنا کر دے
 مرے دم سے زلزلے بھر کی ظلمت دور ہو جائے
 غریبوں کا معاون نا تو انوں کا عصا کر دے
 ادھر ہو مذہبِ اسلام کی الفت مرے دل میں
 ادھر خالِ دریاں محمد مصطفیٰ کر دے
 مرا طرزِ تکلم بھی سحر انگیز ہو جائے
 غلامانِ مسیح پاک کا بس ہمنوا کر دے
 صداقت کے لئے قربان ہوتے ہیں جہاں مومن!
 اسی وادی میں مجھ کو بھی ہم آغوشِ قضا کر دے
 الہی! اجل مروں میں مثلِ نورِ صداقت پر
 مرے اس ابتدائے عشق کو بے انتہا کر دے
 بدل جائے یہ سیلِ کفر پر انوارِ کوثر سے
 دل یزداں پر کچھ ایسا اثر آہر کر دے
 بھٹکتے پھر رہے ہیں لوگ راہِ حق نہیں ملتا
 الہی! چشمِ ہائے دشمنانِ دین وا کر دے
 چلے آؤ بطرفِ قادیان نورِ صداقت سے
 مرے پیغام کو تو مشتہر بادِ صبا کر دے
 مری امید کے فتح الہی پھول ہو جائیں + نہیں تو پھر مجھی کو بے نیام دعا کر دے

المبشر بک دلو کا پہلا وزیل اقلید کارنامہ

المبشر بک دلو کے زیر اہتمام مصر کا ایک دلآویز افسانہ خانہ شائع کیا جائے گا۔ یہ مبنی کے مشہور و معروف متعدد رسائل و جرائد میں شائع ہو چکا ہے۔ اور علم و ادب حلقہ میں نہایت پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جا چکا ہے۔

یہ اخبار "سالار" بمبئی کے مدیر معظم جناب شیخ یوسف علی صاحب عرفانی (انگلستانی) کے شوق علم کا نتیجہ ہے۔ آپ اس کو پڑھیں گے اور انھوں نے بجز تحیر میں متفرق ہو کر ایک غیر مری استغلاظ اپنے اندر محسوس کریں گے ابھی سے اپنے کے لئے ایک جلد محفوظ کر والیجئے۔ ورنہ بعد کو گنجائش نہیں رہے گی۔ اس کتاب کی بہت بخوبی جلدیں شائع کی جا رہی ہیں اور ہنگ بہت ہے۔ قیمت صرف ۸۰۰۔

المبشر بک دلو کے ذریعہ سلسلہ عالیہ احمدیہ اور دیگر کلمی و ادبی مجلسی و دینی کتب مکتوبائے آپ کو سستے داموں پر ملیں گی۔

سائنس دانوں کی لذت - اور خوشبودار مسکن

یا قوتی گولیاں (جربرڈ)

قوت مردی کو بڑھاتی ہے۔ دل۔ دماغ۔ ہاضمہ کو طاقت بخشتی ہے۔ نمرودی سستی سرعت نزال اور جریان کو جڑ سے کاٹتی ہے۔ قہقہہ اور بابت مثلاً مردانہ رشک عینہ۔ یا قوت و قوت طلاق و قہقہہ جیسی آفتیں اور بابت کا سرک ہے۔ کوئی شخص گنہگار یا پس کیوں نہ ہو چکا ہو۔ طاقت مردی سے بالکل محروم ہو گیا ہو۔ جریان۔ اعتلاؤ اور سرعت نزال کے جسم کو کمزور کیا دیا ہو صرف بیس چھبیس روز کے لگاتار استعمال کے بعد اس مرد جوان نہایتی ہیں۔ دوران استعمال میں اگر کسی اش کا استعمال بھی کیا جائے تو سونے پر ہوا کر کام ہو گا۔ متورک کے ضعف قلب، کبد درد۔ اور سیلان الرحم وغیرہ کو روکنے کیلئے اس سے بڑھ کر کسی اور چیز کا نامنا مشکل ہے عورت اور مرد یکساں استعمال کر سکتے ہیں لطف یہ کہ ہر ملک اور موسم میں استعمال کی جاتی ہیں۔ زیادہ تر صرف فضول ہے رشک آفت کو خود بخود نیکو کرنا اور بکریڈ آزمائش شرط ہے قیمت فی پیشی گولیاں چھبیس توہم صرف ہر روز بہت علاوہ محصول نالک۔

دوسرا اگر کسی مردوں کے حاضری استعمال کے لئے جو بھی دوسری سستی اور کمزوری وغیرہ کو دور کر کے کسی گولیاں طاقت کو بڑھاتا ہے ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اور جسم کے آداب تکلیف اور بدبو سے بچتا ہے۔

اور نہایت تجربہ سے۔ قیمت فی پیشی صرف ایک روپیہ ہے۔ ملنی کا پتہ منیر یا قوتی گولیاں بٹالہ ضلع گورداسپور



بمختصری نظارت تالیف و تصنیف



ادیشہ

سید الرحیم شہابی بی. کام
یہنگ ادیشہ

محمد سلیمان عرفانی

چند سالہ

عوام کیلئے
طلباء کیلئے
ڈیوید

قیمت فی پرچہ ۳

جو ہر ماہ کی پچیس تاریخ کو قادیان (پنجاب) سے شائع ہوتا ہے

صفحہ	بشرا ت	نمبر
۴	ادبیر	۱
۵	"	۲
۸	جناب احسن مدنی	۳
۹	جناب عبدالرشید صاحب تبسم	۴
۱۰	جناب عبدالستار صاحب قمر	۵
۱۴	شہابی بی. کام	۶
۱۷	جناب احسن المدنی	۷
۱۸	جناب منیر الدین احمد صاحب ملہری	۸
۱۹	جناب عبدالسلام صاحب شملوی	۹
۲۱	جناب کاکل دیوی	۱۰
۲۳	جناب برتیا	۱۱
۲۶	جناب میرزا رفیع اللہ خان صاحب فاروقی	۱۲
۲۷	جناب احسن اٹھیل صاحب مدنی	۱۳
۳۰	جناب میرزا رفیع اللہ خان صاحب فاروقی	۱۴
۳۱	جناب شمار	۱۵
۳۳	ادارد	۱۶
		بیش گنت
		افسدادِ عمریات
		فق خطابت
		پیار کی باتیں کریں (نظم)
		کونسل کا مہر
		صحت ؟
		اشارات
		دور و نزدیک و نزدیک دور
		ذرا گفتگو
		قطعات
		قیمت کی غیرت
		شریک زندگی سے خطاب (نظم)
		علم و ادب
		میری آخری خواہش
		اسکول کا ایک منظر
		ریویو

پیش گفت

الکلیڈر

المبشر کے لئے علمی و ادبی معنائیں فراہم کرنے میں بہت وقت پیش آرہی ہے۔ تاہم اپنے سہراؤں سے جو کچھ مل جاتا ہے وہ سرتاپا رحمت ہے۔ ہم حضرت تبسم کے فنونِ احسان ہیں کہ آپ نے باوجود دو گناگوں مصروفیات کے المبشر کو ایسا بلند پایہ کلام عطا فرمایا۔ آپ کا اسم گرامی علی حلقہ میں محتاج تعارف نہیں۔ ایک عرصہ سے آپ کی کیف باریں لشکانِ علم و ادب کو سیراب کر رہی ہیں۔ شاعری کے علاوہ آپ کے حقیقت افروز معنائیں بھی نہایت دلچسپی سے پڑھتے جاتے ہیں۔ جناب ضیاء کا شاہ پارہ المبشر کے لئے باعثِ فخر ہے۔ آپ ایک گداز دل کے مالک ہیں جس میں سوز و ساز کا ایک ایسا نغمہ بہہ رہتا ہے کہ سننے والا شکیف ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ جناب احسن مدنی ہمارے پرانے نامہ نگار ہیں۔ آپ کی نظم و نثر دونوں نہایت خوب ہیں۔ ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ آپ اپنی فواشحات سے ہمیں براہِ راست نہیں فواز دے جس کا نتیجہ بسا اوقات غیر معمولی توفیق ہو جاتا ہے۔ حضرت فائق بہاولپور کے درباری شاعر ہیں۔ اہل آپ کے کلام کی ندرت اور چستی علم و ادب کا ذوق رکھنے والوں سے بسا اوقات خارج تحسین و مول کر چکی ہیں۔ امید ہے المبشر کے ساتھ آپ کا تعلق دائمی رہے گا۔ جناب عبدالسلام صاحب شلوی نے دجن کو لوگ شکیبائی بھی کہتے ہیں۔ لیکن ہم اپنی حیات میں انہیں یہ تخلص چھیننے کی اجازت نہیں دے سکتے، ایک عمدہ مزاحیہ مقالہ لکھا ہے جس میں زبان کی لطافت قابلِ داد ہے۔ جناب قمر اس فوجی میں بیک وقت شاعر، ادیب، انظم گو اور معصوم ہیں۔ آپ کی چار تصانیف اس وقت لاہور میں زیرِ طبع ہیں۔ آپ کا مستقبل نہایت خوش آئند ہے۔ جن نامساعد حالات میں آپ اپنی ساری کوششیں جاری رکھ رہے ہیں۔ وہ ہمارے فوجیوں کے لئے قابلِ رشک اور تقلید ہے۔ جناب برحق کا افسانہ امید ہے دلچسپی سے پڑھا جائے گا۔ آپ نے وہی کچھ لکھا ہے جو دل پر اثر انداز ہوا۔ حضرت کاظم فیض شاعر کا کے استاد ہیں۔ امید ہے آئندہ ہم آپ کی کوئی ادبی چیز پیش کر سکیں گے۔ جناب نثار نے انگریزی زبان کی خامیوں کو دلچسپی پر ایہ میں بیان کیا ہے؟

انسدادِ خمریات

اور

حکومتِ نظام کی مساعی جمیلہ

رسالہ "البشر" ایک علمی، ادبی و اصلاحی مجلہ ہے۔ اس کا مقصد اعلیٰ جہاں علمی و ادبی بشارات دینا، اور پاکیزہ لٹریچر چھپا کر پڑھنے والوں کو معاشرتی اصلاح کے لئے بھی انشاء اللہ تملے ایک مبشر ثابت ہو گا۔ اس مضمون میں ہم خمریات کے استعمال پر ایک اجمالی تبصرہ کر رہے ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ ضمنی محاصل آبکاری یا چنگی زیادہ کرنے سے شراب نوشی کا انسداد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اس کے قطعِ ختم کے لئے ضروری بات یہ ہے کہ اردو ادبیات میں خمریات کا جو مذہم اور فحش عنصر داخل ہو گیا ہے اس کو دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ہم نے نظام گورنمنٹ کی مساعی جمیلہ کو نظرِ استحضار دیکھا ہے کہ انہوں نے بھی شراب نوشی کے انسداد کے لئے ایک عظیم الشان لائبریری قائم کی ہے۔ جس میں منشیات کے خلاف اصلاحی لٹریچر چھپایا جائے گا۔ اور اس طرح رائے عامہ میں ایک قابلِ ستائش انقلاب برپا کرنے کی سعی کی جائیگی ہم انشاء اللہ اس موضوع پر مفصل پھر بھی لکھیں گے۔

اڈیلٹی

یہ آمدنی بیس کروڑ اکتالیس لاکھ روپیہ سے بھی زائد ہو گئی اور خرچہ دو کروڑ اسی لاکھ روپیہ ہو گیا۔

آیا یہ زیادتی اس بات کا ثبوت ہے کہ ہندوستان میں منشیات کا استعمال روز بروز بڑھ رہا ہے یا نہیں۔ یہ مختلف امر ہے۔ لیکن گورنمنٹ کا بیان ہے کہ اس زیادتی کی متعدد وجوہات ہیں۔ مثلاً اس عرصہ میں آبادی بڑھ گئی۔ لوگوں کی خوشحالی میں اضافہ ہوا۔ آبکاری کے محصول میں اضافہ کیا گیا۔

حکومت برطانیہ اور ہندوستانی ریاستیں اپنی آمد کا متعدد حصہ منشیات پر حاصل چنگی و آبکاری لگا کر حاصل کرتی ہیں۔ اگرچہ منشیات میں جنگ، چرس اور افیون بھی شامل ہے لیکن اکثر حصہ ٹیکس کا شراب نوشی سے وصول ہوتا ہے۔

۱۹۶۱-۶۲ میں منشیات سے برطانوی ہند کی آمدنی ایک کروڑ اسی لاکھ روپیہ سے کچھ زائد تھی جس میں تیرہ لاکھ روپے کے قریب ٹیکس آبکاری پر خرچ ہوئے۔ ۱۹۶۱-۶۲ میں

اور جگہ وغیرہ کے حکم میں مٹانہ زیادہ کر دیا گیا۔ اس بات کا ثبوت کہ آمدنی کی ترقی لوگوں کی عام خوشحالی کی وجہ سے ہوئی یہ بھی ہے کہ ۱۹۳۷-۳۸ میں عالمگیر کساد باندی کی وجہ سے محاصل منشیات میں کمی وارد ہوئی۔ اور آمدنی میں کدور کی بجائے چودہ کدور رہ گئی۔

گورنمنٹ اس کے اس بیان کے باوجود اس بات کے تسلیم کئے بغیر مارہ نہیں۔ کہ ہندوستان میں منشیات کا استعمال روز افزوں ہے۔ اور اس میں ہر لمحہ اضافہ ہو رہا ہے۔ اگر مٹانہ کر دیا جائے یا آبادی بڑھنے لگی ہے۔ یا لوگوں کی خوشحالی زیادہ ہوئی ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی منشیات کے استعمال میں بھی کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اس کا استعمال اسی نسبت سے بڑھ چکا ہے۔ تو یہ تو اس بات کا مزید ثبوت ہے کہ لوگ شراب نوشی وغیرہ کے زیادہ عادی ہو رہے ہیں۔

اس امر پر تو وہ اور نہیں ہو سکتیں کہ معاشرتی اصلاح کے لئے خمریات کا متدباب اشد ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اسناد کیسے ہو؟

گورنمنٹ آج تک اس کے لئے حاصل چگی کے بنیاد پر ہی منحصر رہی ہے۔ یعنی وہ معمولی آبکاری زیادہ کر دیتی ہیں امید پر کہ تباہ منشیات کا استعمال کم ہو سکے۔ لیکن وہ ان حاصل میں اس حد تک اضافہ نہیں کر سکتی۔ کہ لوگ تباہانہ طور پر شراب کی کشیدگی بند کر دیں۔ حاصل سے زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ سر بازہ شراب کی خرید و فروخت نہ کریں گے۔ لیکن چوری چھپے شراب کی

کشید اور خرید و فروخت کو کون روک کر سکتا ہے؟ پھر خمریات کے اسناد کے لئے اور بھی بہت سے طریق استعمال کئے گئے ہیں۔ مثلاً ٹرانس جاری کر کے دکانوں کی تعداد میں کمی واقع کی گئی ہے۔ شراب کی جتنی بوتلیں ایک دکان پر رکھ سکتا ہے ان پر حد لگائی جاتی ہے۔ شراب بیچنے کے اوقات مقرر کئے گئے ہیں۔ اور شراب کی تیزی پر حد بندی لگائی گئی ہے۔

بلاشبہ یہ طریق شراب نوشی کی عادت کو کسی حد تک روکنے میں مدد ہو سکتے ہیں۔ لیکن ان سے قطعی اسناد نہیں ہو سکتا۔ جب ہم حصول چگی زیادہ کرتے ہیں تو کیا دوسرے الفاظ میں ہم شراب نوشی کو جائز قرار نہیں دے رہے ہوتے؟ پھر شراب تو ایسی چیز ہے کہ جس کو ایک دفعہ اس کا چک چکا کر لیا وہ دوبارہ کی پرواہ نہیں کرتا۔ خواہ وہ کتنی بھگی ہو وہ اپنا گھر بار بیچ کر بھی اس کو ضرور خریدے گا۔

پھر شراب بھگی ہو جائے گی تو لوگ اسے خریدنے کے لئے فرصت لینا شروع کر دیں گے۔ اس طرح پر مقرر مٹانہ میں جو پہلے ہی ہندوستانیوں کی کمر توڑ رہے ہیں متحدہ اسناد ہر جائے گا۔ اور یہ اقتصادی ترقی پر ایک مزید تبر ہو گا۔ پس ہمارے نزدیک محض حصول کی دیانتی ہی شراب کا اسناد نہیں کر سکتی بلکہ اس کے قطعی قلع قمع کے لئے وسیع پردہ پگینڈے اور اشاعت تعلیم کی اشد ضرورت ہے۔

حال ہی میں کانگریس نے اعلان کیا ہے کہ وہ ہندوستان کے سات سو ہزار میں سے جن پر اس کی حکومت ہے اس عباد کو دور کرنے کی پوری کوشش کرے گی۔ اور سرکار ہند ہی

کے اعلان کے مطابق ایک تین سال کا پروگرام بنایا جائے گا جس کی توجہ سے شراب نوشی مندرستان کے اکثر حصہ میں بالکل ممنوع کر دی جائے گی۔

شراب نوشی اور دیگر منشیات آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اس لئے اگر مہنگی فرامین کے ذریعہ سے انسداد کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مندرستان کی ایلیٹ ایلٹ پلٹ جائے گی۔ اور حکومت کو شدید مالی نقصان ہو گا۔ پس ایک ذہین و فہیم ماہر ایلیٹ کے لئے ضروری ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر اقدام اٹھائے۔ اور ایک کم سے کم ایسا عرصہ مقرر کر دے جس میں وہ انسداد منشیات کے پروگرام پر عمل کر سکتا ہے۔ اس عرصہ میں وہ آمدنی حاصل کرنے کے دیگر ذرائع معروضی عمل میں لاسکتا ہے۔ اور منشیات کے ذرائع آمد کو آہستہ آہستہ بند کر سکتا ہے۔

جس پر جان کر نہایت خوشی ہوئی کہ نظام حیدر آباد دکن کی گورنمنٹ نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ بھی اپنی ریاست سے منشیات کی لعنت کو جلد از جلد دور کرنے کی کوشش کرے گی۔ پناہ و ہاں اسی مقصد کے لئے ایک حکم بنایا جا چکا ہے۔ جس کے ماتحت ایک عظیم الشان لائبریری بھی بنائی گئی ہے جس میں منشیات کے خلاف لٹریچر دنیا کی جائے گا۔

ہمارے خیال میں شراب نوشی کی براہ راست جوئی و با کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری ادبیات میں خیریات کا عنصر بدرجہ اتم پایا جاتا ہے۔ اگر لٹریچر کو اس مسموم عنصر سے منزہ کر دیا جائے تو انقلاب انگیز نتائج حاصل

کئے جاسکتے ہیں۔

آج کل اردو شاعری کا رجحان خیریات کی طرف ہو رہا ہے اور اس موضوع پر نہایت کثرت اور نظمیں بہت دلاور ہیں لکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ نظمیں لکھنے والے مندرستان نے چوٹی کے شعراء ہیں اس لئے رائے عامہ پر اس کا بہت مذہم اثر پڑتا ہے۔ ایک عام آدمی جب ان مخلوقات کا مطالعہ کرتا ہے تو وہ تحریریت کی وجہ سے ان پر جھوم جھوم جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس سے انسانی طبیعت پر نہایت ناگوار اثر پڑتا ہے۔ اور اگرچہ عارضی طور پر بعض شربندی کا اثر محسوس ہوتا ہے لیکن بالآخر یہ اشعار فوجوانوں کی طبیعت پر مستقل اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ اور وہ خیریات کو قبیح کی بجائے مباح خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔

پس اگر منشیات کا انسداد کرنا ہے تو اس کے لئے سوائے اس کے اور کوئی بہتر طریق نہیں کہ ہم ایک عظیم الشان لائبریری قائم کریں جس میں خیریات کے خلاف تحقیقی لٹریچر مہیا کیا جائے۔ اور اس باب میں رائے عامہ پر ایک مستقل اثر ڈالا جائے۔ نظام گورنمنٹ کی سامعی جیل اس بات کے پیش نظر سزاوار مدتحین و آفرین ہیں کہ مندرستان کی سب سے بڑی مسلمان ریاست نے ایک اہم معاشرتی اصلاح کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اور ہم محکمہ انسداد منشیات نظام گورنمنٹ کو تین دہائے جس کے ہمارے اقوام اور ہماری ہمدردی ہمیشہ ان کے ساتھ ہوگی۔

رسالہ المبشر، ایک علمی، ادبی و اصلاحی مجلہ ہے

اس کا مقصد اعلیٰ جہاں ملی وادبی بشارت دینا ہے۔ وہاں وہ معاشرتی اصلاح کے لئے بھی لاد گا ایک مہلبشر ثابت ہو گا۔ کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ خشیات کے مذہب کے لئے اردو ادبیات اور اردو شاعری میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس لئے ہم اپنی تمام تر کوششیں

اسی مقصد قصوں کو حاصل کرنے کے لئے خود کو دیں گے۔ اور ”البیشر“ اس طرح کو حاصل کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہیں کرے گا۔ ہم انشاء اللہ اس موضوع پر آئندہ ہمیشہ لکھتے رہیں گے۔ امید ہے کہ دیگر متعلقہ نگار بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔

فن خطابت

از جناب احسن اسماعیل کوجہ

دانت بند ہوں۔

(۵) اپنے سامنے سامعین کی طرف دیکھتے رہو۔ اور اگر کوئی تحریر پڑھ رہے ہو تو گوشش کرو کہ آواز کی موجیں کا رخ سامعین کی طرف سے نہ پڑے۔

(۶) بیسی چیزیں زیادہ استعمال کرو۔

(۷) جب خطبہ دو تو پوری طرح فن کر کھڑے ہونے کی کوشش کرو۔

(۸) تقریر کے وقت کبھی تنگ اور جست پکڑے متوال نہ کرو۔

(۹) کھانا کھانے کے بعد تقریر سے احتراز نہایت لازمی ہے۔

(۱۰) اور اگر ان تمام احتیاطوں کے باوجود تمہاری آواز کام نہیں دیتی تو کسی طبیب کی طرف رجوع کرو۔

کچھ عرصہ ہوا ایک فرانسیسی نے جو ”فن خطابت“ کے مشہور ماہرین میں سے بتایا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل اس اصول مرتب کئے جو اس فن میں کامیابی حاصل کرنے کا یقیناً ایک خاصہ ذریعہ ہیں۔ امید ہے کہ قارئین میں سے تقریر کرنے کا شوق رکھنے والے انہیں دلچسپی سے پڑھیں گے

(۱) ہمیشہ نرم اور آہستہ آواز سے بولنا شروع کرو۔ اور رفتہ رفتہ آواز کو بلند کرو۔

(۲) ہر لفظ کو زبان اور لب کی پوری حرکت سے صاف صاف ادا کرو۔

(۳) ہر لفظ دوسرے لفظ سے علیحدہ ادا کرو تاکہ جملہ گول نہ جائیں۔

(۴) ٹھہر ٹھہر کر گہری سانس لے کر تقریر کرو۔ اور ایسا کبھی نہ ہو کہ تم کچھ بول رہے ہو۔ اور تمہارے

پیار کی باتیں کریں!

از جناب چوہدری عبدالرشید صاحب تبسم کی اے

بزرگ محترم خان لودھی علی خان صاحب کو تبسم سے کام میں جبریل جیتے ہیں یہ چند اشعار ہیں ان کے
اسم گرامی سے منون کرتا ہوں یہ نغمہ ہے کہ مجھے ان دنوں ان سے کم نگاہی کا گم ہے + تبسم ۱۰۱

یا یہ سب کچھ چھوڑ دیں اور پیار کی باتیں کریں
آؤ ہم افشائے راز اور دار کی باتیں کریں
زیرِ وزن طاقِ حیدر کی باتیں کریں
ہم ذرا چھپ کر نگاہِ یار کی باتیں کریں
آؤ اب ہم نرگسِ بیار کی باتیں کریں
آتشِ نمرود اور گلزار کی باتیں کریں
کس لئے ہم بیٹھ کر اغیار کی باتیں کریں
کیوں نہ ہم بھی مصر کے بانار کی باتیں کریں
اور بظاہر ان سے لالہ ناز کی باتیں کریں
مصلحت یہ ہے کسی میخوار کی باتیں کریں
ہم اگر اسمائے پراسرار کی باتیں کریں
تاکجا ہم اس خدائی خوار کی باتیں کریں

فکرِ فردا اور آلِ کار کی باتیں کریں
کیا جب کوئی تڑپ کر پھرانا لگتی کہہ اُسے
جھانک کر دیکھے کوئی شاید غرورِ حسن سے
دل پہ ہر ذرے کے ناگہ بجلیاں گر نکلیں
وہ خفا ہوتے ہیں ذکرِ چشمِ سن کر بار بار
عقل نے چھٹیڑی پھر غفل میں بحثِ ممکنات
کم نہیں دلچسپ کچھ اپنوں کی نودادِ کرم
حسن نے ہم کو سنا کر ذکرِ رسوائی کیا
آج ان کے توبہ ہو دل کے زخموں کا شمار
ان پہ اپنی لغزشوں کی سب حقیقت مولا ہیں
پھر فرشتے شرم سے اقرارِ لاعلمی کریں
تذہین گزریں تبسم مر گیا جانے بھی دو

مشاہیر عالم

کونسل کا امیر

گارفیلڈ کی زندگی کے مختصر حالات

از جناب عبدالستار صاحب قمر افغانی

(۱)

۱۸ نومبر ۱۸۶۳ء کی شام کو جب کہ آسمان پر گلے گلے ابل جھارے تھے اور خوبصورت چاند بھی کبھی بادلوں کے سیاہ آنچل سے اپنا حسین چہرہ چھپا لیتا تھا۔ امریکہ کے ساحل ہنڈو کے نزدیک ضلع ادیو میں گارفیلڈ داؤد اغرت میں گڑھی کی ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی میں پیدا ہوا۔ مست خراں ہوا کے جھونکوں نے اس کی پیدائش کے وقت ایک روح پرور ساز چھیڑا۔ اور اس کی آہ پر... خاک نیلگوں کے بادلوں میں سے جتا ہنسے جھانک کر اہل زمین کو دیکھا۔

آسمان شہرت پر چمکنے والے ستاروں نے ایک دلکش گیت گایا اور قسمت نے پیشوائی کے شہرت کے پھولوں کا ایک گدھا سجا دیا اس کی منتی میں گردن میں ڈلی۔ اور یہ طفلِ نوخیز آسمتہ آسمتہ والدین کے مایہ میں اتھائی منازل طے کرنے لگا۔

(۲)

تھوڑے عرصہ میں ہی والد نے ایک عجیب کروٹ بدل

اور گارفیلڈ کے فوگلو اور دنوں کی مست خرمیاں آخر کار شک کرتی تھیں کہ گو دین باسوں میں۔ یعنی اس کی بہت چھوٹی عمر میں ہی اس کے باپ کا انتقال ہو گیا۔ اب تیس کے سنہ میں غربت کی موجیں اٹھیں۔ اور بڑھاپے کے اشکوں کے سیلاب نے بسی کورنج و عالم کے گھونٹ پلائے۔ اس کی غم نصیب ناں نے اپنی چھوٹی چھوٹی خوبصورت لڑکیوں کے ساتھ مل کر اپنی چند کمزور بیٹیوں کی پرورش کاتی دھن کی زندگی کا سہارا بنائی تھیں، اور غریب باپ کے غریب بیٹے گارفیلڈ کو اس کی ساتویں سالگرہ کے سیرے دن گاؤں کے سکول میں بغیر تعلیم بٹھا دیا گیا۔

اب فضا نے ہسپتال میں ایک اور ساز چھیڑا گیا۔ اور دو سال میں ہی اس نے اوسو کی سحرنا سوا میں پورے شدہ داغ سے پورا کام لیا۔ اور اپنی اعلیٰ ذہانت کے لئے بدھ میں مشہور ہو گیا۔ تیسرے سال اس کی طبیعت اور لیاقت کا بھینٹ ایک طالب علم کے عام ہر جانتہ قرب و جد کے علاقہ کے لوگ اس سے رہنما بن گئے۔ اور اس نے

(۳)

میں کام کے لئے امریکہ کی کائنات کا ذرہ ذرہ بقیاب تھا۔ اور جس عمارت کے تعمیر کرنے کے واسطے امریکہ کی ٹکلی اور وسیع زمینیں ضروری تھیں۔ آخر اس کی بنیاد رکھ دی گئی نسیم عیسیٰ نے گارفلڈ کو ایک نوید جانفزا سنائی ۔ اس کی غربت کے دن طوفانی میں تبدیل ہو گئے۔ یعنی زیادہ علمی استعداد کی وجہ سے وہ ایک گاہک کے مکمل میں مدرس ہو گیا۔ اور پوری قابلیت سے لوگوں کو پڑھانے لگا۔ ہر نئے سال جو سبق لوگوں کو پڑھاتا اس کی اقتدار یہاں سے شروع ہوتی کہ

• دنیا کی کوئی چیز فنا ہونے تک اپنی اصلی حالت پر قائم نہیں رہتی۔ اور جن اوقات دوست دشمن اور دشمن دوست بن جاتے ہیں۔ بھڑکی جڑانے والا انسان اگر چاہے تو ترقی کر کے ایک بہت بڑا آدمی ہی جاتا ہے۔ مگر ہر طرح کی قربانی کرے اس پر فرض ہو گا ؟

اس نے کچھ عرصہ ہی میں تھوڑی سی نقدی جمع کر لی۔ اور تکمیل تعلیم کے لئے سیرام کالج میں داخل ہو گیا۔ تعلیم حاصل کرنے کا اس کو بہت شوق تھا۔ لہذا سیرام کالج کے کورس ختم ہونے پر وہ ولیم کالج میں داخل ہوا۔ یہاں پر اس نے ملری ہائی تنی کی اور ایک بڑا آدمی ہو گیا۔ مگر باوجود مالی پوزیشن رکھنے کے اس نے اپنی پرائیویٹ ڈیوٹیاں بھی سرانجام دیں۔ مثلاً۔ بھڑوں کی رشیم دیا کر کے فروخت کرنا۔ کشتی کریم پر چلانا وغیرہ وغیرہ۔ اور اس طرح سے ان کی آمدنی کو اپنی تعلیم پر خرچ کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ یہ صابر اور مستقل مزاج

بھی اپنے کام پر چلا اور دیا۔ بارہوی سال اس کی زندگی میں ایک غیر معمولی انقلاب رونما ہوا۔ ایک کی جائیداد چھ بیڑوں پر مشتمل تھی ختم ہو گئی۔ اور مصائب غربت سے نجات حاصل کرنے کے لئے اس نے ایک کشتی بنائی۔ اس کو کناہ پر چلایا اور اس طرح محنت و مشقت کے لئے اس نے کچھ عرصہ اپنے کنبہ کابیت پالا۔ اور ساتھ ساتھ تعلیم کے اہم فرائض بھی سرانجام دیتا رہا۔

اسی دوران میں وہ اکثر اوقات اپنی والدہ اور چھوٹی بہنوں کو سمندر کی سیر کرتا۔ ان کو فحشی طواری کی باتیں سنانا۔ تاکہ ان کے دلوں کے مرجھائے ہوئے غمبے ہر وقت زربکف رہیں۔ وہ اپنی والدہ کو کہا کرتا تھا۔

• ماں اچھوٹے چھوٹے پودے آہستہ آہستہ بڑھ کر درخت بن جاتے ہیں۔ ننھے ننھے خون کے قطرے مل کی گود میں پرورش پاتے ہوئے مدت کے بعد جو بن جتے ہیں۔ قطرے مل کر جتے۔ جتنے مل کر نہریں۔ اور نہریں مل کر دریا کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور دریاؤں کا طاب ایک درجہ دست سمندر پہنچا کرتا ہے۔ اسی طرح تیری عزبت اور نادیدی مل کر امیری کا بیج پڑتی ہیں۔ مگر اس میں محنت کی اشد ضرورت ہے۔

عزیز مل بیٹے کے یہ آب زند سے کھنکھنے والے کلمات سن کر اس کی پیشانی کو چم لیتی اور کہتی۔ گارفلڈ تم ہی میری امیدوں اور آرزوؤں کا ایک پودا ہو۔ جس کا حقیقی مال ہمیشہ ہمیش کے لئے مرگ کی آغوش میں گہری نیند جا سوتا ہے

ہناں ۱۸۵۶ء میں صند حاصل کر کے ہیرام کالج کا پروفیسر
 اہلستہ مقرر ہوا۔ جہاں کہ وہ کچھ عرصہ قبل سٹوڈنٹ کی حیثیت
 میں زندگی کے ایام گزار چکا تھا۔ اپنی حسن قابلیت کی وجہ سے
 دوسرے سال میں ۱۸۵۷ء کو وہ اسی کالج کا پریسیڈنٹ
 مقرر ہو گیا۔

گوارنٹیڈ فوٹو صوبہ نوجوان خالصتہ وضع اہستہ میں اس کی
 کافی قدر منزلت ہو گئی۔

ایک مس کب رٹھل نامی نے جو کہ کافی مالدار تھی۔

پریسڈنٹ کے ایام میں اس سے میل جول کا سلسلہ قائم کیا۔

وہ اکثر اس کے مکان پر جاتی۔ اہل اس کی پڑوسی والدہ اہل
 چھوٹی بہنوں سے محبت کرتی۔

اسی اثنا میں وہ بیمار ہو گیا۔ اس کب رٹھل نے اس
 کی بہت خدمت کی جس کی وجہ سے گوارنٹیڈ کے دل میں محبت
 کا ایک شعلہ والا جذبہ پیدا ہو گیا۔ بالآخر اس رابطہ محبت
 نے ان دونوں کے درمیان مبالغہ جوی کے تعلقات پیدا
 کر دیئے۔

اس تعلیم کے شائق نے ان ایام میں اپنی پرائیویٹ تعلیم
 (مطالعہ قانون) کو بھی جاری رکھا۔ جس سے اس کو خاص اہمیت
 تھا۔ متعلقہ عرصہ میں ہی اس نے وکالت کا امتحان پاس
 کر کے صند حاصل کر لی۔ مدبر اور قابل ہونے کی وجہ سے
 سیکڑوں نگین متھنے اس نے جیتے۔ اور لاکھوں روپیہ
 کا یہ ریاست بھر میں اس کی اعلیٰ وکالت کی دعوت ملے گئی۔
 جس سے اس کی آمدنی میں کافی اضافہ ہوا۔

پرائیکل مہارت میں بھی اس کو کافی دلچسپی تھی۔ چنانچہ

وکالت کے ساتھ اس نے اپنی زندگی پرائیکل مہارت میں تبدیل
 کر لی۔ اس نے اپنی پرجوش تقریروں سے ریاست کے اہل
 بیداری کے آثار پیدا کر دیئے۔ لوگوں کے دلوں میں جوش
 پیدا ہو گیا۔ وہ بھی ریاست میں کافی حصہ لینے لگے۔ گھوڑ
 ہر دہائیہ ہو گیا۔ آخر ۱۸ سال کی عمر ۱۸۵۹ء میں وہ ایک
 صاحب الرائے اور بے دست پرائیکل مدبر ہونے کی وجہ سے
 ریاست کی کونسل کا ممبر منتخب ہوا۔ جہاں بڑے بڑے
 دانشمندوں نے اس کے سامنے سر جھکا دیئے۔ ہر یکہ
 میں اس کی قابلیت کی دھاک بیٹھ گئی۔ اہل اس نے اپنی
 جوشیلی اور دھواں والی تقریروں سے ملک میں نیا مروج
 پیدا کر دی۔

۴

ایک قابل صاحب الرائے اور مدبر ہونے کے علاوہ
 گوارنٹیڈ بہادر اور جھگڑا آدمی بھی تھا۔ انہی دنوں امریکہ کے
 آسمان پر مشہور خانہ جنگی کے گھمساؤ پ بادل چھا رہے
 تھے۔ طوفانی جنگ کی موجیں ہر آدمی کو اپنے ساتھ ہلے
 جا رہی تھیں۔ ہمسری مدلل کی توپوں کی زبرد گمان آوازوں
 سے اہل امریکہ کے دلوں پر ایک مہبت طاری تھی۔ اور
 آتش پیکار کے شعلے لوگوں کو ہمیشہ کی گہری ہند سلاہ جوتے
 ایک والفرڈ زکورد کارنل بنا کر گوارنٹیڈ کو ہمسری
 بائبل کے مقابلے کے لئے بھیجا گیا۔ بیٹ دی کے میدان جنگ
 میں اترتے ہی فتح نے اس کے قدم چمکے۔ اڑدہ توپوں
 نے اس کی نصرت پر بڑے بڑے گولے بھیجے۔ ہمسری
 مدلل کو اس کی پانچ ہزار روپے کے شکست فاش ہوئی۔

اور کامیابی کا سہرا پہاؤر گارفیلڈ کے سر پہا۔ ریاست کنٹو
میں امن قائم ہو گیا۔ اور لوگوں نے اس فاتح کے نام پر
فرے لگائے۔

اس پہاؤر اور جگر دلاسی کے عوض اس شہور فاتح
کو بریگیڈیئر جنرل کے عہدہ پر فائز کیا گیا۔ گارفیلڈ اور
بریگیڈیئر جنریوں سے کم عمر تھا۔ مگر اس کی طاقت اور
قابلیت کے سامنے سبھی نے ہانی بھرا۔ بڑے بڑے پہاؤر
کے زہرے اس کے مقابلہ میں آب ہو گئے۔ اس نے جنگ
میں خوب کارہائے نمایاں دکھائے۔ اور اس کو بیروجنرل کے
تہا عہدہ پر مقرر کر دیا گیا۔ اس کی ذہانت اور فطانت
کا مکہ تمام ریاست پر چھینٹا تھا۔ جس کی وجہ سے ایک
زہر دست پارٹی اس کی موافقت میں ظہور پذیر ہو چکی تھی
اس پارٹی کے خاندانوں نے اس کو کانگریس میں ممبر
بنانا بھیجنا چاہا۔ چنانچہ اس تجویز کے ماتحت گارفیلڈ کو
میدان جنگ سے واپس لوٹا پڑا۔ اور کانگریس کی ممبری
قبول کر پڑی۔ فتح کانگریس میں ہی اس کے ساتھ تھی۔ اور
تقدیر اس کو کسی اعلیٰ مقام پر کھڑا کرنے کے لئے تیاب
تھی۔

اس کی طاقت سب کانگریس ممبروں کے دلوں میں
گھر کر چکی۔ وہ اس قدر لائق تھا کہ متواتر سات دفعہ
وہ کانگریس کی ممبری کے لئے منتخب ہوتا رہا۔ جلد ہی وہ
اپنی دانشمندانہ کاروائیوں کے ذریعہ کانسل کے عہدہ
کے نام سے مشہور ہوا۔

جنوری ۱۹۳۷ء میں گارفیلڈ نے کامیابی کا ایک

کا ایک اور زمین طے کیا۔ یا دوسرے لفظوں میں
ضلع اومیو کی طرف سے امریکہ کی سینٹ کامبر مقرر ہوا
لوگ اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے اور آخر
۱۹۶۹ء کو امریکہ کی صدارت کے انتخاب میں اس کا
بھی نام رکھا گیا۔ چونکہ قسمت کے زہر دست ہاتھ
اس کی موافقت میں تھے۔ اور لوگوں کے دلوں پر
اس کی قابلیت کی حکومت تھی۔ لہذا لوگوں نے اس
کے حق میں کثرت سے ووٹ دیے۔ اور ۱۹۸۸ء
کو یہ کثرت رائے سے امریکہ کی اعلیٰ طاقت کا
پریسیڈنٹ مقرر ہوا۔ اور ۱۹۸۱ء مارچ ۱۹۸۱ء کو امریکہ کی
کری صدارت پر شکنی ہوا۔

اس طرح ایک غریب باپ کا بیٹا لائق طالب علم
سے مدرس۔ مدرس سے پھر طالب علم اور پروفیسر
سے کالج کا پریسیڈنٹ بنا۔ پھر اس نے وکالت
کے ساتھ پولیٹیکل زندگی بسر کرنا شروع کر دی۔
جس کے نتیجہ میں وہ کانسل کامبر منتخب ہوا۔
پھر اس نے اپنی بہادر سی اور طاقت سے ممبر
ایسا تہا عہدہ پایا۔ پھر سات مرتبہ مسلسل کانگریس
کامبر منتخب ہوتا رہا۔ آخر ترقی کرتے کرتے امریکہ
کا پریسیڈنٹ ہو گیا۔ سچ ہے۔

تحفہ نسی۔ لائق مدبر اور مستقل مزاج
لوگ ہی دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں۔

—————

بھوت؟

از سبیل بی کام

گزشتہ دنوں براہِ دم ہریان عرفانی نے بھوت پریت کے متعلق چند قصے اس قدر وثوق اور حقِ یقین کے ساتھ بیان کئے کہ میرے جیسا سائنٹسٹک دماغ رکھنے والا شخص بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔
لہذا یہ افسانہ اُن ہی کے اسمِ گرامی سے مستون کرتا ہوں تا یہ کوئی "کافر" مسلمان نہ ہو سکے۔

(۱)

جن دنوں میں کالج میں پڑھا کرتا تھا۔ یونس مل ٹول میں داخل ہوا۔ وہ کافی مہینہ اور کافی شخص تھا۔ اس لئے مجھے اور میرے کمرہ کے ساتھی مسٹر نیکو کو بہت پسند تھا۔ اُن دنوں وہ ایک ایسے ہمارے ساتھ والا کمرہ جس میں شریف رہتا تھا۔ دیا گیا ہے۔

یونس اور پڑھا کرتا تھا۔ اور ہر وقت کتابوں کا کیرا بنا رہتا۔ یہ بات اُس کے ساتھی شریف کو نہایت ناگوار لگتی کیونکہ اس بچہ پرے کو سب کام اکیلے ہی سرانجام دینا پڑتے تھے۔ مثلاً اگر کٹو جلا نا ہوتا، یا توس مینا کرتے، یا انڈے ہاف ڈائل کرنا ہوتے تو سب دھوڑ بھاگ بھاگ شریف کو ہی کرنا پڑتی تھی۔ کیونکہ یونس تو ان کاموں سے بالکل بے بہرہ تھا۔ اور اگر وہ نیکو جی سے ان کو ہر کام سنی دینے کا ارادہ کرتا، تو بھی اُسے چنداں کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ کیونکہ آخر کتابوں کے کیرے کو عملی زندگی سے کیا واسطہ؟

ایک دن میں اپنے کمرہ میں دیوار کے ساتھ ٹھیک لگائے "لندن نیوز" کی تصویریں دیکھ رہا تھا کہ کھٹ سے دردِ ادا کھٹا اور یونس پچھلے سے اندر آیا۔ اُس کا منہ زرد و پڑ رہا تھا۔ چہرے کی سواریاں اُڑی ہوئی تھیں۔ بال پریشان تھے۔ اور آنکھیں کچھ پتھرائی ہوئی معلوم ہوتی تھیں۔
"ہیلو" میں نے کہا۔ کیا کوئی بھوت دیکھا ہے؟
"نہیں تو۔" یونس نے کہا "وہ کیا ہوتا ہے؟ لیکن ہاں! میں تو اس لئے آیا تھا۔ کہ مجھے بتائے کہ انڈا کتنے منٹوں میں ابلا جاتا ہے۔ اور میں اُسے اُسی کیتل میں جس میں چائے کے لئے پانی ابل رہا ہو کیسے پکا سکتا ہوں؟"
"میں مسکرایا اور کہا: "کیوں نہیں تم منٹوں کو اُسی چائے کے پانی میں ڈال دو۔ اور جب تک شریف واپس نہیں آتا۔ اُسے اُبتار بنے دو۔"
"تو کیا اب اگر میری امداد نہ فرمائیں گے؟" یونس نے عجاہ نظروں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔
میں نے اپنے ساتھی نظیر کو جس کے ساتھ کر دیا

”صحت میں نے دیران آوازیں کہا۔ میں تو نہیں جانتا۔“

”اوسے یار جانے بھی وہاں خرافات کو؟ پاس سے نظیر پولا۔ آؤ جائے میں۔“

”مجھے کہنے کی جرأت تو نہیں؟ یونس دہلی ہوئی آواز سے کہنے لگا۔ لیکن کیا اس ہسپتال میں صحت پریت کا بیڑ ہے؟ کیا آپ نے کبھی کوئی افواہ سنی؟“

”ہم تو نہیں ائے“ نظیر نے ایک فیصلہ کن انداز سے کہا۔ پھر یونس بولا۔ ”میں نے تین چھتے تک برداشت کیا ہے۔ لیکن اب تو مجھے دہشت سی معلوم ہونے لگی ہے۔ کیونکہ وہ میرا نام لے لے کر پکارتا ہے۔“

”تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے پوچھا۔ تو کیا تم نے پھر صحت دیکھا؟“

”نہیں میں نے اس کی آواز سنی۔“ یونس نے کہا۔ ”جب میں توس بنا رہا تھا تو آواز آئی، کام کرو میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس کے بعد آواز بند ہو گئی۔“

”کیا تمہیں اس کے حرف بحرف الفاظ یاد ہیں؟“ نظیر نے کہا۔ ”ہاں جہاں تک مجھے یاد ہے اس سے یہی کہا تھا۔“ یونس بولا۔ ”اس کے بعد میں نے بیسیوں مرتبہ اس آواز کو سنا ہے۔ میرے کمرہ میں ضرور کوئی صحت ہے۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا۔ لیکن اس کے وجود سے انکار ممکن نہیں۔ اب تو چند دن سے یہ میرا نام لے لے کر پکارتا ہے۔“

”مجھ پر ایک خوف کا جذبہ طاری ہو گیا۔ باوجود

تاکہ کہ اس کی امداد کرے اور خود رسالہ پڑھنے میں مصروف رہا۔“

جب وہ دونوں کمرہ کے باہر جانے لگے تو نظیر نے یونس سے کہا۔ ”آپ نے پہلے بھی تو کوئی دھڑ جائے بنائی ہوگی۔ بے نہ مجھ یونس نے کہا۔ ”ہاں، بنائی تو ہے۔ لیکن آج بعض خاص وجوہ سے آپ کی امداد ضروری ہے۔“ یہ خاص وجوہ کیا تھیں۔ میں بالکل نہ سمجھ سکا۔

(۲)

کئی دن تک میں اس سوچ میں رہا کہ آخر یونس کا شریف کے ساتھ کیسے نبھا سکا ہے۔ کیونکہ یونس عام کام بالکل نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس کے بغیر ہسپتال میں گزارہ مشکل ہے۔

آخر ایک دن میں نے خود ہی حائل چھیڑا۔ اور یونس سے پوچھا۔ ”بھئی تمہاری شریف کے ساتھ کیسے نبھا سکر رہے؟“ اس نے جواب دیا۔ ”ابھی نبھا ہو رہی ہے۔ لیکن وہ عجیب شخص ہے۔ جب بھی وہ کمرہ میں آتا ہے۔ بلاشبہ بند کر کے بیٹھا ہے۔ نہ جانے وہ سرد ہمارے ڈرنا ہے۔“ ”سرد ہوا سے؟ میں نے تعجب بغیر لہجہ میں کہا۔ ”سرد ہوا یہاں کہاں؟ سردیوں میں بھی اتنا پالا نہیں پڑتا۔ کہ موٹن وہاں بند کرنے کی ضرورت پڑے۔“

”لیکن میرا خیال ہے۔“ یونس غصہ لگایا۔ ”میں نے کہا۔ کیوں بھی کیا بات ہے سناؤ سناؤ۔“

”وہ آہستہ سے کہنے لگا۔ ”بھئی مجھے خواہ بہترین سمجھو۔ لیکن یہ بتاؤ کیا محبتوں کا کوئی دھوکہ ہے؟“

لگے دن نظریوں کے ساتھ ہی اس کے کمرہ میں ہو گیا۔ اور چارپائی کے نیچے جا کر چُپ رہا۔ شریف کو اس بات کا علم نہ ہوا۔ اور یونس چائے بنانے میں مصروف ہو گیا۔

بعد میں نظریوں نے بتایا کہ فوراً ہی وہ آواز آ کر شروع ہو گئی۔ یعنی کام کرو میں دیکھ رہا ہوں؟
”تو کیا تم نے بھی سموت دیکھا؟ میں نے خوف سے لرزتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ میں ابھی اس سموت کا اختتام کر رہا ہوں؟ پھر اس نے ایک تھالی میں کچھ چنے منگوائے مجھے ساتھ لے کر شریف اور یونس کے کمرہ کی طرف پہل پڑا۔
دروازہ کھٹکایا۔

”شریف آئیے شریف کی آواز آئی۔

”ہم دونوں اندر چلے گئے۔ چائے کی پارٹی اُڑ رہی تھی۔ ہم کو دیکھ کر انہوں نے ایک زور سے قہقہہ لگایا۔ لیکن نظریوں نے چندال پرواہ نہ کی۔ اور تھالی ہاتھ میں پکڑے رکھی۔

”شریف کے طوطے کے لئے دانے لائے ہوئے چائے پینے والی پارٹی میں سے عز بنے کہا۔ اور پھر سب نے ایک دفعہ زور سے قہقہہ لگایا۔

”ہاں“ نظریوں نے معصومانہ انداز میں کہا۔ لیکن ہم اُس طوطے کو بوتے ہوئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ کیا وہ اتنی تمہارے پاس کوئی پند ہے؟ عز بن نے کہا۔ میں نے یونہی مذاق کہہ دیا تھا؟

مضبوط دل ہونے کے مجھے اپنے کمرہ کی میز بھی سموت معلوم ہونے لگی۔ اگر میرے پاس وہ دو ساتھی نہ بیٹھے ہوتے تو میں ضرور چیخ مارتا۔

”سموت نہیں ہو سکتا، نظریوں نے کہا۔ وہ انسانوں کی طرح کیسے بول سکتا ہے؟

”اس کو تمہارا نام کیسے معلوم ہوا؟“ میں نے پوچھا۔
”سموت کو انسانوں کے نام کیسے معلوم ہو سکتے ہیں؟“
”کچھ بھی ہو؟ یونس نے کہا۔ جرح سے کیا فائدہ؟
میں نے خود اس کی آواز کو سننا ہے۔ اُس دن جب میں تمہاری امداد لینے کو آیا تھا۔ سموت نے پہلی مرتبہ میرا نام لیا تھا؟

”شریف کو بھی اس بات کا علم ہے؟“ میں نے دریافت کیا

”نہیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ جب شریف کمرہ میں ہوتا ہے تو سموت نہیں بولتا۔ ایک دفعہ آواز آئی تھی۔ شریف نے اوپر دیکھا۔ لیکن چپ سا ہو رہا۔ اُس کو کوئی حیرانی نہیں ہوئی؟

یونس یہ باتیں کہہ کے چلا گیا۔ لیکن نظریوں نے ملکہ پر دینک خور کرتے ہوئے۔ لیکن عقدہ نہ کھلا۔

”گراموفون کے متعلق کیا خیال ہے۔ اگر ریکارڈ میں یہی الفاظ بھر دیئے جائیں؟ میں نے نظریوں سے پوچھا۔
”لیکن گراموفون تو چھاپا جاتا ہے؟ نظریوں نے کہا۔
”اگر پھر گراموفون کو نام کا کیسے علم ہوا؟

(مسلم)

”کیوں نہیں؟“ نظیر نے کہا۔ ”اے اللہ! میں روشن دین میں چھپائے رکھتا ہوں۔ جب وہ تہہ پہنچے تو طوطا بولنے لگا۔ ”یہیں طوطوں کے تعلق بہت کچھ جانتا ہوں۔ ہم نے خود پالے تھے۔ انہیں الفاظ بھی سکھائے جاسکتے ہیں۔ وہ اندھیرے میں نہیں پڑتے جنانچہ.....“

”بھڑے عرب نے کہا۔ اور پھر شریف سے خطاب ہو کر کہا۔ ”شریف صاحب طوطا نکالئے۔ ذرا ہم بھی تو دیکھیں؟“

شریف کا کچھ نہ بول چھئے۔ بچا اس کے اوسان

خفا تھے۔ اس کو غصہ بھی آیا۔ لیکن بچا رکھا کر سکتا تھا۔ آخر اس نے اللہ کی غارشین دانی کا تختہ ہٹایا۔ اور فوراً ہی آواز آئی شروع ہو گئی۔ ”کام کرو میں دیکھ رہا ہوں۔“ یونسؑ

پس فوراً ہی صبرم کھل گیا۔ شریف نے بچا سے یونس سے کام لینے کی خاطر یہ طوطا پال رکھا تھا۔ جب وہ تختہ ہٹانا تو کام کرو میں دیکھ رہا ہوں؟ کی آواز آئی۔ اور یونس بچا را لرز جاتا۔ اور صہوت سمجھ کر کام دلچسپی سے کرتا۔

اشارات

از جناب حسن صدیقی

یوں لا دیکھے گا اپنے دل کو میرے دل کے ساتھ
دین گیا دنیا گئی، کافر ہوئے، پاگل بنے
تو سراپا حسن ہے اور حسن عالمگیر ہے
اس ہوا پر تیس کی آہوں کا ہونے لگا۔
خود تو شب بھر چاند سے ہوتی ہیں ہم آغوشاں
مشکیں ساری ساری آسمان ہو کر رہ گئیں
سن کے عرض حال میرا یہ قافل کیشیاں
جس طرح سوچیں پھرتی ہیں لب مائل کے ساتھ
کچھ عجبی دل لگانے سے بت غافل کے ساتھ
کیوں نہ میں شہید ہوں تیری میرا دل کے ساتھ
شوخیں کرتی ہے جب وہ پردہ محل کے ساتھ
ایک منہ ہے تو ملک کو عاشق بیدل کے ساتھ
تھا زیب آرزو کا ساتھ ہر شکل کے ساتھ
بندہ یہ درجے رخی اچھی نہیں مل کے ساتھ

کیوں سب بختی پر اپنی قوم روتی رات دن
گردہ کرتی وہ احسن ہستی کامل کے ساتھ

ادب لطیف

دور و نزدیک و دور

از جناب ضیاء الدین احمد صاحب لہری

کیفیت

اُمحہ اُمحہ کے جیڑھانے والی آپن
میرے لبوں کو لڑا رہی ہیں۔

خاموش واقعات !

اپنے لیے سائے مجھ پر ڈال رہے ہیں۔

تاہید خیالات ٹکلینی لا رہے ہیں۔

نظموں کی صورت میں۔

تاثرات اشعار بجتے جا رہے ہیں۔

آہ اہسو خمنے میں نہیں آتے۔

کلیجہ مسلا جا رہے۔

غم کی دھمک ہے

میں جیتا ہوں۔

بے قراری

مجھے ایک نامعلوم سمت بہائے ہے جا رہی ہے۔

شاید دعائیں سنی گئیں

معبور قریب آ رہے ہیں۔ !

آہ خاتمہ نزدیک ہے

میری روح اُٹل پر واز ہے

ناکامیوں کی طیلج سے پار۔ !

زندگی کے جھیلوں سے آزاد۔ !!

جنواب

میرے خواب !

آہ میرے خواب !!

شرابی آنکھوں کے خواب

ارغوانی جاموں کے خواب

بسمین جہانیوں کے خواب

رنگین الفتوں کے خواب

فردوس کے کینوں کے خواب

جنت کے طریوں کے خواب

نبیوں کی بارشس کے خواب

ترجم کے جھونکوں کے خواب

ابسا ط انگیز کیفیتوں کے خواب

طردگی آفرین کہا نیوں کے خواب

مختلفہ کیوں کے خواب

محرمانہ دونوں کے خواب۔

گزر رہی خوشیوں کے خواب۔

بیتے غموں کے خواب

دردن سینہ کے احساسات کے خواب

گم شدہ تخیلات کے خواب

دیکھے خوابوں کے خواب !

آہ میرے خواب !

مجھ سے خواب !!

مزاحیہ

ذرا کھنٹک!

از جناب عبدالسلام صاحب ٹھٹھی

ع "بالم آئے بسو مودے سن میں؟ والا راگ اپنا شروع کر دیا۔ ذرا ان حضرت کی سفید بگلی کی سی ریش مہلک کا تصور کیجئے۔ اور "بالم آئے بسو مودے سن میں؟" والے گیت کا خیال کیجئے۔ دانش ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی گیت شوق بیڑک گزرا رہا ہے یا ہمارے دق کے بہا میں بھی ڈھولکی بج رہی ہے۔

عرض ان زاہد مدد سالہ نے بالم غریب کی خوب سٹی بلند کی۔ ہم تو سونے کے لئے بیچیں تھے ہی۔ آنکھوں میں اونٹنہ آگئی۔ رفتہ چٹان چٹان کی آواز ملنے ہوئی۔ ہم نے گھبرا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ حضرت کے مرید باصفا بالم کے نام سے وجہ میں آکر اپنا سر کسی ناکام محبت کی طرح ریل کی دیوار پر پٹخ رہے تھے۔ خبر تو صاحب ہیں میند آگئی۔ صبح آنکھ کھل تو معلوم ہوا کہ ٹاچی کیس رستے میں ہی رفو پکڑ چو چکے تھے۔

ہم مہذہ اند میرے کھنٹو پہنچے۔ ابھی پٹیٹ فارم پر اترے ہی تھے کہ ایک صاحب سے ملاقات ہوئی۔ ان کے فرزند ابجد سرکش ٹھٹھرنے کی طرح سے فرار ہو چکے تھے۔ بد قسمتی سے ہم ان جگہ ٹھٹھے حضرت کے ہم شکل و ہم صورت تھے۔ بس صاحب انہوں نے ہیں دیکھتے

پہلے صاحب! تعطیلات موسم گرما شروع ہوئیں۔ اور ابدولت نے گشت کھنٹو کی نشانی۔ حیرانجناب کھنٹو مداد ہوئے۔ اتر سر سے جوڑا کسپرس میں سوار ہوئے۔ ہمارے ہم سفر ایک عدد علمائے کرام مع اپنے ایک گربہ سکیں صحت سوانہی کے موجود تھے۔ مولانا کی صورت بالکل بان کے ٹاء کی سی تھی۔ دانش! کیا عرض کروں۔ چڑھی دارھی علم دار تاؤ شدہ مونچھیں جو گیسوئے خدا کو بھی مات کرتی تھیں ان کے ہم سفر تو بالکل ایسے معلوم ہوتے تھے گویا مذکی کے انگالہ ان 'باپڑ' کے باپڑ، لمبی صراحی دار گردن۔ ہوت موٹے اور کالے، ناک بالکل پکڑے کی مانند، مونچھیں بھیڑ کی سی، عرض اپنے پیر کے سادت مندرجہ معلوم ہوتے تو ہمارے درجے میں بیٹھے ہی حضرت بولے کہ "ماں کو صرے آریے ہو اور کہہ کر کا قصد ہے" اسی لہجہ میں عرض کی "صحنہ انور بنار سے ذرا کھنٹو تک جا رہا ہوں پھر فرماتے کیا ہیں؟" حضرت کچھ گانے دانے کا بھی شوق ہے۔ میں نے عرض کی قدس تو قیاس ہوں۔ گایا دیا نہیں کرتا۔ انہیں نے کہا "اے ہم نہیں سنائیں۔ دانش لوٹ جاؤ گے فوراً؟"

یہ کہہ کر ٹھٹھرنے چلے گئے۔ گھبراہٹ سے گھبراہٹ ہو کر

قطعات

از حضرت کامل دہلوی

جنگ و تعجبی نہ تھی کہ شمشاد کی
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی
 دشمنوں کے دہشت گردی اور دہشتوں کے
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی

جنگ و تعجبی نہ تھی کہ شمشاد کی
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی
 دشمنوں کے دہشت گردی اور دہشتوں کے
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی

جنگ و تعجبی نہ تھی کہ شمشاد کی
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی
 دشمنوں کے دہشت گردی اور دہشتوں کے
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی

جنگ و تعجبی نہ تھی کہ شمشاد کی
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی
 دشمنوں کے دہشت گردی اور دہشتوں کے
 بونہار دہر دیو کی یہ شادمانی

یتیم کی غیرت

از جناب ”برخیا“

ابھی بلند آواز سے اس کا ذکر کیا تھا۔ اپنے ہونٹوں پر ہنسنے لگا تھا تبسم لے ہوئے اس کی طرف بڑھا۔
”تمہارا نام کیا ہے؟“ جواب ملا ”حمید“
”حمید؟“ شریہ نے طنز سے دہرایا۔ ”ہاں حمید“
”نئے جناب دیا۔“

”تم بے کہاں ہو؟“ وہاں گھر میں، حمید نے چلایا
”کچی جھونپڑی کو گھر کہتا ہے۔ ہاں جی مگر تو ایسے ہی
ہوتے ہیں؟“ اس پر سب لڑکے کھلکھلا کر ہنس دیے۔ وہ
شریہ فاتحانہ انداز سے مزید یوں کہنے لگا۔ ”اچھا تو تمہارا
ابا کہاں ہے؟“ حمید نے رقت آمیز انداز سے جواب دیا۔
”میرا ابا نہیں ہے۔“ ایک سکوت چھا گیا سب لڑکے مہموت
ہو کر رہ گئے۔ انہیں یہ عجیب سی بات معلوم ہو رہی تھی۔ کیا
یہ ہو سکتا ہے کسی بچے کا باپ نہ ہو۔ ان کے لئے یہ انکشاف
تھا۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا باپ تھا۔ ننھا حمید درخت
سے سہارا لگائے کھڑا تھا۔ اس کا سر ہلکا ہوا تھا۔ تمام
لڑکوں کی تجسس نگاہیں اس کے قوالہ صاف کر رہی
تھیں۔ جواب دینے کی کوشش کی لیکن بول نہ سکا۔ ہنر
بڑی کشمکش کے ساتھ یوں گویا ہوا۔ ”ہاں میرا ابا ہے“
”کہاں ہے؟“ کہاں ہے؟ اس شریہ لڑکے نے وہ پانچ لگا

اسکول میں چمٹی ہوئی۔ نئے نئے بچے ایک دوسرے پر
گرتے پڑتے تیزی سے نکلنے شروع ہوئے۔ تھوڑی دُور
جا کر ڈبوں میں تقسیم ہو کر باہر کھڑے ہوئے چلنے لگے۔
اس دن ننھا حمید اسکول میں داخل ہوا تھا۔ سب اسی کے سبق
اپنی رائے کا اظہار کر رہے تھے۔ حمید ایک عزیز اور یوہ
ماں کا بیٹا تھا یتیموں کو سوسائٹی میں جن تنفر سے دیکھا جاتا ہے
اس کا اثر ان محسوس چھوٹے چھوٹے خافوں پر بھی تھا۔
وہ حمید کو نہیں جانتے تھے کیونکہ وہ ایک ننھا بچہ تھا۔
اور اس طبیعتی عقیدگی کی وجہ سے بہت کم آمیز تھا۔ بچے اس کے
مطلق چکر گردیاں کرتے پلے ہار پے تھے۔ کہ ایک شریہ بچہ
بلند آواز سے طنز کے ساتھ کہنے لگا۔ ”چوڑو یا کس حمید
کی باہر کھڑے ہو رہی کوئی لڑکائی ہے۔ یہ تو لڑکیوں کی طرح
ہمیشہ اپنی ماں کی بغل میں ٹھک رہتا ہے۔“ سب لڑکوں کی نگاہیں
حمید پر گئیں۔ وہ اس کی طرف دیکھ کر ایک دوسرے
کے کان میں پھر پھر کرتے پلے ہار پے تھے۔ شریہ
حمید سر جھکائے ان کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔ لڑکے لگے
دق کرنا چاہتے تھے۔ اس لئے وہ اس کے گرد ایک پکر
باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ وہ تعجب اور حیرت سے ان کے
درمیان سر جھکائے کھڑا تھا۔ وہ شریہ لڑکے نے ابھی

عقیدہ خاموشی تھا کیونکہ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔
خاموشی سے بچوں کے تجسس میں ہشتعال سا پیدا ہو گیا۔
کمانوں کے بچوں میں محدودی جہالت کی وجہ سے جو اثبات کا
عنصر غالب تھا۔ ان کی وہ حیوانی تحریک بھراک اٹھی تھی۔ جو
درندوں میں اپنے شہر و روح ساتھی کو فوراً ہر باؤگتہ کیلئے
مشتمل ہو جاتی ہے۔ یہ بالوں والے بگڑے ہوئے بچے
جنہیں علم نہیں تھا کہ شبی کیا ہو پوئی ہے۔ اپنے آپ کو
طاقتور سمجھتے ہوئے اس معصوم کو نفل جانا رہتا رہتی تھی
بجھتے تھے جس کا وہ الفت پہنچا تھا یہ ان کی تربیت
کا نقص تھا۔ وہی شریر لڑاکا نایاں بیٹے جو کے چلنے
لگا۔ کیوں ہلا اپنے ابا کو وہ ہم سے بچے نہیں؟
حمید نے جھنجھلا کر اسے بالوں سے پکڑ لیا۔ اور اس
کے بازو پر اس زور سے کاٹا کہ وہ تھکا اٹھا۔ لیکن اسکی
اس خود حفاظتی سے اس کا حریف زیادہ قوی تھا۔ اس نے
اس غریب اور یتیم بچے کو جی کھول کر مٹا۔ باقی لڑاکے
اتہرائی خوشی سے غفلت ہو کر تالیاں بجاتے رہے۔ جب
حمید خوب پٹ پکا۔ تو فضل ساہوکر کپڑے جھاڑنے لگا۔
لڑاکوں میں سے جو تماشہ دیکھ رہے تھے ایک نے لگا کر
بات کہی "جاؤ ابا کو کچھ بچے ملاں لے مارا ہے"

نئے حمید نے محسوس کیا کہ اس کا دل بیٹھا جا رہا ہے
وہ تعداد میں زیادہ تھے۔ اس لئے وہ بے بس تھا۔ وہ
اس بے سلوکی کا جو اب بھی کچھ دے سکتا تھا۔ اس کا باب
موت سے پیوند خفاک ہو چکا تھا۔ آخوند جا کر کس سے کہے
کہ اس پر ظلم ہوا ہے۔ اُسے یہ سزا کیوں ملی۔ صرف

اس لئے کہ وہ یتیم تھا۔ کیا تیری گناہ ہے؟ یہ تو اپنے بس
کی بات نہیں۔ کون چاہتا ہے کہ اس کا باپ فوت ہو جائے۔
اس نے تین چار منٹ تک اپنے اٹکے ہوئے آنسوؤں کو
روکنے کی کوشش کی لیکن روک نہ سکا۔ اس کا گلا گھٹا ہوا
تھا۔ دھسکیاں لیتے ہوئے رونے لگا بسکبوں سے
اس کے جسم میں تکلیف دہ جھٹکے سے محسوس ہو رہے تھے۔
لیکن وہ ستم طریق بچے جھکی ان انوں کی طرح اظہار مسرت
کر رہے تھے۔ حمید تنگ آکر دیوہن وار ان پر جھٹا۔ اور
ادھر ادھر گرے ہوئے پتھر اٹھا کر ان پر برسائے لگا۔
دو تین کے پتھر لگے اور وہ چیختے ہوئے چلے گئے۔ حمید
اس وقت تند اور خفاک معلوم دے رہا تھا۔ لڑاکے
اس نڈی کی تاب نہ لاکر بھاگ گئے۔ وہ اکیلا رہ گیا۔
وہ بغیر کسی مقصد کے بھاگنے لگا۔ بھاگتے ہوئے سب
میں ڈوبنے کا عزم کر لیا۔ وہ اپنی بے بسی کے سبب شرمندہ
سا جو رہا تھا۔ اُسے یاد آیا کہ آج سے آٹھ دن پہلے ایک
فقیر جو در در بھیک مانگ رہا تھا بغلی سے تنگ آکر دنیا
میں ڈوب رہا تھا۔ حمید اس وقت دریا کے کنارے پر موجود
تھا۔ جب اُسے دریا سے باہر نکلا گیا۔ فقیر کا درد مند
چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا تھا۔ جب اسے
نکال کر خشکی پر لٹایا گیا۔ تو سب لوگ کہہ رہے تھے "یہ
تو فرج چکاتے"

ننھا حمید آج اپنی زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا۔ ایک
مسموم اور بھولی بھالی جان چند گھنٹوں میں زندگی سے
بیزار ہو چکی تھی۔ فقیر نے خود کشی کی۔ کیونکہ اس کے پاس

رو بہ نہیں تھا۔ حیدر خوشی کرنے جا رہا تھا کیونکہ اس کے پاس آبا نہیں تھا۔ وہ تیرہویں سے بھاگ بھاگ کر آیا کے کندھے پہنچا۔ پانی کی روانی نے چند لمحات تک اسے جو کر دیا۔ چھوٹی چھوٹی ٹھیکیاں ساحل کے ساتھ اچھلتی کھینتی تھیں۔ دکھائی دے رہی تھیں۔ بس دھو دھو پانی سے اچھل کر ڈٹی ہوئی کتوں کو نکل جاتیں۔ وہ اس منظر میں بہت دلچسپی لے رہا تھا۔ لیکن وضو کے بعد جیسے ہوا کے تند و تیز جھونکے پودوں کو جڑ تک ہلاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ خوشی کا خیال اس کے جسم میں لرزہ ادا کھینچ کر لے کر گزرتا تھا۔

موسم خوشگوار اور معتدل تھا۔ سہانی دھوپ گھاس کی نرم نرم ٹہنیوں کو نیم گرم کر رہی تھی۔ سورج کی سبکوں شاخیں آنکھوں میں چمکا چوند پکڑ کر رہی تھیں۔ حیدر پر زیادہ رونے کی وجہ سے ایک غنودگی سی طاری ہو رہی تھی۔ وہ چاہتا تھا گھاس پر پڑ کر سو رہے۔ اتنے میں ایک زرد مینڈک گھاس سے اچھلا۔ حیدر اسے پکڑنے کے لئے لپکا۔ وہ چھدک کر ہاتھ سے نکل گیا۔ نہیں بار اسے پکڑنے کی کوشش کی۔ لیکن ناکام رہا۔ آخر مینڈک کی پھل ٹانگیں قابو میں آئیں۔ مینڈک کو کشمکش کرتے ہوئے بچہ نہیں پڑا۔ مینڈک نے اپنی پھل ٹانگیں اکٹھی کر کے انتہائی کوشش کے ساتھ حیدر کے ہاتھوں سے پھٹنے لگا۔ مینڈک کی اس حالت کو دیکھ کر بچے کو اپنا کھلو تیار آگیا۔ جسے دبانے سے ایسی ہی شکل بن جاتی تھی۔ کھولنے سے گھریا آیا۔ گھر سے ماں یاد آئی۔ دل پر ٹھیں ٹھیں اور

آنکھوں سے آنسوؤں کی دھار بہ نکلی۔ پھوٹ پھوٹ کے رویا۔ دوزخ میں نہ کر دیا گئے لگا جیسے ہر روز وہ ماں کے کہنے سے ہٹا کر رہتا تھا۔ لیکن دعا اس کے حلقہ میں جیسے کہ رہ گئی۔ بچوں نے لگا کر دیا۔ نئے کی چشم خوں خوں ہوئے خوں بن گئی۔ ہر چیز روتی ہوئی معلوم دی۔ ہر طرف خون کے فوارے نظر آنے لگے۔

بھانک ایک بھاری بھر کم ہاتھ نے اس کے کندھے کو جھپٹی دی۔ ایک مردانہ آواز نے اسے ہوں غلط کیا ہے تمہیں کیا چیز دکھ دے رہی ہے؟ حیدر مڑا اور اس نے دیکھا ایک بلند قامت اور شریف انسان اسے ٹھیک ٹھاکہ سے دیکھ رہا ہے۔ بچے نے آنکھوں میں بے کھچائی آنسو لے لئے ہوئے پہلو میں زخموں کا لالہ زار دبا لے ہوئے جواب دیا۔ ماں لڑکوں نے مجھے اراچے کیونکہ میرا آبا نہیں رحیم انسان نے مکر اتے ہوئے یہ دنیا میں ہر ایک کا باپ ہوتا ہے بچے، لیکن ننھے حیرت اور تکلیف سے جواب دیا۔ میرا کوئی تین تین میرا باپ فوت ہو چکا ہے!

فوراً اس فہرہ دے کے چہرے پر سنجیدگی چھا گئی۔ وہ اس بچے کو پوچھنا چکا تھا۔ وہ اس کی والدہ کی دکھ بھری آب ہتی سے کافی حد تک واقف تھا۔ "آؤ میرے ساتھ گھر چلو۔ میں تمہیں تمہاری ماں کے پاس لے جتا ہوں۔ وہ تمہیں ایک آبا دے گی۔" وہ فوہ دانا ہوئے۔ نیک دل انسان ننھے کا بازو ہمت سے تھا چلتے چلتے وہ ایک مختصر سے مکان کے قریب پہنچ گئے۔ "یہ میرا گھر ہے" بچے نے کہا۔ اور خوشی کے ساتھ اپنی ماں کو آواز دی "ماں!"

ایک نوجوان اور سنوم سی عورت نمودار ہوئی۔ فہرہ نے نیچے لگا ہنس کئے ہوئے جواب دیا۔ میں اس بچے کو دھیا کے کنارے سے لایا ہوں۔ جہاں یہ راستہ گم کر چکا تھا۔ حمید اپنی والدہ سے جھٹ گیا کہنے لگا۔ نہیں اماں میں وہاں ڈوبنے کے لئے گیا تھا۔ کیونکہ لڑکوں نے آباد ہونے کی وجہ سے مجھے مارا تھا۔ شریف بیوہ عورت کے خوبصورت گال غصہ سے تنہا اٹھے۔ دلی پر ایک چوٹ لگی بچے کو گلے لگایا۔ آٹو گرم دسرخ رخصا دلی پر بیٹھے اور خنک ہو گئے جیسے بانی کے قطرات دیکھتے ہوئے۔ نوچے پر گرتے ہی خشک ہو جاتے ہیں نمودار کا دل سیج کر گداز ہو گیا۔ وہ لگا ہی نیچے کئے کھڑا تھا۔ دل میں عجب کسکشش تھی۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ وہاں سے کیسے رخصت ہو بچہ دوڑنا پڑا اس کی طرف آیا۔ اور نہایت سادگی سے کہنے لگا

”کیا تم میرے آبا بھوگے؟“

سب پر گہرا سکوت چھا گیا۔ بیوہ شرم سے پانی پانی ہو گئی۔ اور کھجور ختم کر دیوار سے لگ گئی۔ جب بچے نے دیکھا کوئی جواب نہیں ملا۔ تو وہ دوبارہ کہنے لگا۔ ”اگر تم نہیں بھوگے تو میں دبا میں چلوں گا۔“ بار دوں گا۔ نمودار دھنس پڑا۔ اور سکوڑتے ہوئے جواب دیا میں تمہارا آبا بھو گاہ۔ اس واقعہ کو قریب دو تین ہفتہ گزر گئے۔ اس نیک دل انسان کے ساتھ اس بیوہ کی شادی ہو گئی۔ اس کے بعد کسی رات کے نے حمید کو تنگ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ کیونکہ اب سب جانتے تھے کہ ایک قوی میل انسان حمید کا آبا ہے۔

—————

ایک ضروری خط

مکرمی السلام علیکم۔ گذشتہ سال آپ نے رسالہ البشر کی خریداری قبول فرمائی۔ جس کے لئے میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اس نشان کا مطلب یہ ہے کہ یہ چھٹی آپ ہی کے نام ہے۔

میں نے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ رسالہ البشر کا معیار ہر ماہ بلند سے بلند تر ہو رہا ہے۔ اور ان شاء اللہ بہت ہی اہم معالج ایک پہنچ سکے گا۔ جو دیر ان البشر کے مد نظر ہیں۔ اس چھٹی کے ذریعہ صرف آپ کو اس طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے گذشتہ سال رسالہ البشر کی خریداری قبول فرمائی اسی طرح اس سال بھی اپنی سرپرستی قائم رکھ کر ہمیں شکریہ کا موقع دینے کیونکہ آپ کا چند ختم ہو چکا ہے۔ اس لئے باقاعدہ ہر ماہ اپنی اولین فرصت میں بذریعہ می آؤرنگی رقم ارسال فرمائیے۔ میں ایک ہفتہ تک آپ کی کوشش کا اشتہار کروں گا۔ اس کے بعد مجبوراً مجھے وہی پی آر سال کرنا پڑے گا جس کو امید ہے آپ نہایت فراخ دل سے وصول فرمائیں گے لیکن بہتر یہ ہے کہ آپ می آؤر آر سال فرمائیے۔ تاکہ آپ کو ۵۰ روپے زیادہ نہ دینا پڑے۔ اور دفتر بھی زیادہ محنت سے بچ سکے۔ امید ہے آپ جواب باصواب سے متبع فرمائیں گے۔ والسلام۔ خاک و محمد دست منزل میجر رسالہ البشر

شریکِ زندگی کے خطاب

از قلم گوہر بار خباب میرزا محمد مسیح خاں خٹا خان قادیان

کیوں ترے فیشن سے میں بنیڑا ہوں اے غور ہو
کر رہی ہے سینے چھلتی گالیوں سے جانِ جاں!
لشکرِ کمزور ہے اور کفر ہے بھرا ہوا
تیری لت کے بزرگوں کی ہے کرتی جستجو۔
اپنے دل میں دین کی بوئے وفار کتے نہیں
فکرِ دنیا سے ہوئی ہے تارکِ صوم و صلوٰۃ
مغربی تہذیب سے ہیں بن گئے مثلِ زناں
کر رہے ہیں مکھلی جو احسنت کی بنا
تیرا بے سار ہی ہے بر امیر کارواں

اے شریکِ زندگی اس بات پر روتی ہو تو
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ دشمن کی نباں
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ اب اسلام کا
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ شمشیرِ عدو
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیرے مدد میں
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیری کائنات
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ تیرے نوجواں
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ ہیں فتنے بپا
کس لئے اس پر نہیں روتی کہ دشمن کی کھل

”چھوڑ کر چہرے کے دھبے آئینہ دھوتی ہے تو
چند روزہ زیب و زینت کے لئے روتی ہے تو

ادبیات

علم و ادب

از جناب احسن ائیں صاحب صدیقی گوجرہ

مقررہ آئے ہیں۔ ان میں سے تو بہت ایسے ہیں جنہیں
اول اول خطایک لکھنا بھی نہیں آتا تھا۔ آخر دلوں میں شوق
اٹھا۔ اور اس شوق نے انہیں ہاتھوں ہاتھ اوج ترقی پر
پہنچا دیا۔

سوار جب حقیقی کتاب نگار بن گیا

دیکھا کہ ہنرستان کیا کوئی اور — اس وقت میں
نام یاد نہیں پڑتا۔ وہ لکھتا ہے کہ فی تقریب سے
میں شروع میں قطعاً ناواقف تھا۔ بسا اوقات بھری مجلسوں
میں ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اور بھولوں کے مطنخہ
مشتی بننا پڑا۔ آخر ایک تجویز سوچی۔ اور وہی تجویز میرے
اچھا مقرر بننے میں کامیاب ثابت ہوئی۔ میں کسی فرصت کے
وقت آبادی سے دور نکل جایا کرتا۔ اور جنگل کے درختوں
کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی کتاب خوب بلند آواز سے پڑھنا
شروع کر دیتا۔ ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی تو دوسرے سے
مختلف اشارات کا کام لیتا۔ سوتے سوتے یہ میرا ایک
مہول ہو گیا۔ کچھ عرصہ اس مشق نے مجھ میں ہمت کی ایک
لہریہ اگر دی۔ اور میں نے اپنا پروگرام یوں مرتب کر لیا
کہ پہلے گھر پر ایک مضمون لکھتا۔ اور وہی مضمون باہر نکلی
ضائیں جا کر درختوں کے علاوہ ان پتھروں کو بھی سنانا

اکثر دیکھا گیا ہے کہ بہت کم فیصدی بچے علم ادب سے
دلچسپی رکھتے ہیں۔ اور اس طرح وہ زندگی کے ایک
بہت بڑے مقصد سے نا آشنا رہتے ہیں۔ علم و ادب
انسانی زندگی کے لوازمات میں سے ہے۔ اور خدا کے
عظیم نشان افادات میں سے ہے۔ اور اگر مجھ سے پوچھو
تو میں یہی کہوں گا کہ اس چیز کے بغیر انسان صحیح منہا
میں انسان کہلانے کا حقدار ہے۔ اور نہ ہی اس کے
غیر دین و دنیا کے نکات کو سمجھا جاسکتا ہے۔ جو شخص
بنیاد پر انسان ہے مگر علم و ادب سے دور رکا بھی جاسکے
نہیں تو سمجھ لیجئے کہ وہ درحقیقت خدا کی ایک نعمت سے
محروم بلکہ زندگی کی لذت سے بھی بے بہرہ ہے۔

دور حاضر کو لوگ "علم و ادب" کا زمانہ کہتے ہیں۔
مگر کس قدر تعجب چیز ہے کہ ہم آج بھی کئی ایک طلباء
کو یہی کہتے سنیں گے کہ وہ مضمون نہیں لکھ سکتے۔ یا
تقریر نہیں کر سکتے۔ اس میں کلام نہیں کہ انسانی فطرت میں
خدا اجاڑیں۔ مگر یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ ایک کام کے یکے
کی کوشش کی جائے۔ اور وہ نہ آئے۔ یہ بڑے بڑے
مشاہیر جو اپنی تجارت و تدابیر کے ذریعہ آسمان علم و ادب
پر چمک رہے ہیں۔ کوئی ان کے پیٹھی سے یہ نکلے کہ

جنہیں میں اسی غرض کے لئے اور مرد و عورتوں کے قتل و
جین و مار کا تھا۔ گویا وہ ایک اچھا خاصہ خاکہ تھا۔ ہنگ
جلسوں کا۔ آخریوں کو اگر آہستہ آہستہ وہ
جھک اور جاب جاتے رہے۔ جو ایک نو مقرر کے نگ
وریشہ پر مسلط ہوئے ہیں۔ میرے دل میں جو ات تقریر
نے کا فرمائی شروع کر دی۔ اہ آج یہ وقت ہے کہ میرا
شمار اعلیٰ مقررین میں کیا جاتا ہے۔ اہ مجھے یوں محسوس
ہو تا ہے۔ گویا مجھ پر کبھی کوئی ایسا وقت آیا ہی نہیں۔
کہیں تقریر نہ کر سکتا ہوں۔

الغرض ایسی بیسوں مثالیں لی جاسکتی ہیں جنہوں نے
کوشش اور مشق سے اپنے تئیں قابل بنایا۔ اگر بیکسین
اپنے غرض میں کوشش اور مشق نہ کرتا تو میں لوہا کا لہجہ ہی
رہ جاتا۔ اہ کتاب عالم کے صفحے اس کا نام بھی اپنے
دیگر بزرگوں نہیں لاکھوں بھائیوں کی طرح مٹ جاتا جو
مشہور نہ ہونے کی وجہ سے گناہی کی موت مرے یا
مر رہے ہیں۔

علم و ادب کے لئے مطالعہ کو وسعت دینا چاہئے
شروع سے ہی سکول کی درسی کتب کے علاوہ لائبریری
کی کتب کو بھی زیر مطالعہ رکھنا چاہئے۔ صرف سکول کی کتابوں
ہی سے علم و ادب میں ترقی حاصل کر لینا ناممکن ہے۔ کیونکہ
وہ پڑھی جاتی ہیں تو استاد کے خوف سے۔ اور رٹی جاتی ہیں
تو حصول سند و ملازمت کے لئے یا پیروں کو کہہ کھلے پڑا
تو حصول بھانا پڑتا ہے۔ درسی کتب، اور دلچسپی طلب خوب
جانتے ہیں کہ تنہا چیزیں ہیں۔ اور دلچسپی ہی ایک منفرد

جس سے انسان ایک فن میں ماہر ہو سکتا ہے۔ اس مطالعہ
کہ بچوں کی دلچسپی انہی کتب سے وابستہ رہے جو جراثیم
پڑھائی جاتی ہوں۔ اور مزید ارمغان میں سے مرتب ہوں۔

انگلستان میں بچوں کو علم و ادب سکھانے میں بڑی دلچسپی
لی جاتی ہے۔ کئی ایک سوسائٹیاں اسی کام کے لئے بطور
بذریعہ ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے اخبارات میں چھپا تھا کہ انگلستان میں
بچوں کی داغی اور ذہنی تربیت اور ان میں علم و ادب سے
دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ایک دلچسپ طریقہ ایجاد کیا گیا ہے
وہ یہ کہ بچوں کے لئے مختلف ذوق کی منفی تصویق اور عام فہم
کتابیں ایک بڑے موٹر میں رکھ کر گاؤں گاؤں اور شہر شہر
سے جاتے ہیں۔ یہ موٹر دو عورتوں کی ذمہ داری پر چلتا ہے
جو باقاعدہ ڈرامہ پوتی ہیں۔ ہر گاؤں اور شہر کے بچوں کو
گناہی چھانٹ کر اپنے اپنے ذوق کے مطابق کتابیں لینے
کا موقع دیا جاتا ہے۔ جو کتاب کسی بچے کے پسند آجائے
اسے منفرد مدد دینے کے لئے مستعار دینے جاتی ہے۔ اہ
دوسرے تیسرے پچیسے میں واپس لے کر کوئی اور
دے دی جاتی ہے۔ اگر کسی بچے کی فراکٹس و ذوق کے
مطابق کوئی کتاب اس موٹر میں موجود نہ ہو۔ تو اگلے پچیسے
میں خاص طور پر تیار کر دی جاتی ہے

یہ طریق ہے جو حقیقت میں بہت سہارا دینا لگتا ہے
کی ایسی تمت کہاں ہیں تو کسی کچھ کرنا چاہئے جو ہیں میر
تکے۔ سکول کی لائبریری شہر کی لائبریری۔ مختلف ادبی
رسائل و اخبارات ایسی چیزیں ہیں جو ہیں مفید ہو سکتی ہیں
اور بہت حد تک اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں

ہی جواب دینا پڑتا۔ ہم ایک ہی علم میں رہتے تھے۔ اس لئے جب ہم شام کو کھیل کے میدان میں ملتے تو میں ان کے خطوط کا خوب مذاق اڑایا کرتا۔ لیکن اس وقت کی مشق کا یہ اثر ہے کہ آج ان کے خطوط میں بہترین انگریزی کی کجکت ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات ان کی سہنت نویسی پر مجھے بھی حراج تھیں ادا کرتا پڑتا ہے۔

—————

مسٹر محمد یوسف جوزف

قارئین نادائق! یہ ہوں گے کہ محمد یوسف صاحب جوزف پہلے رسالہ المبشر کے جنرل مینجر تھے۔ لیکن بعض مصروفیات کی وجہ سے آپ کو قادیان سے باہر تشریف لے جانا پڑا۔ اب ہم یہ اعلان کرنے میں مسرت محسوس کرتے ہیں کہ آپ نے دوبارہ تشریف لا کر رسالہ کا کام سنبھال لیا ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آپ کے حق تدبیر سے رسالہ کی بہت سی اچھینیں دور ہو سکیں گی۔ آپ کو قادیان کے خدیوہ اروں سے رسید دے کر چندہ وصول کرنے کا پورا اختیار ہے۔

لوکل مشنری میں بھی آپ ہی سے معاملہ طے کر رہا ہوگا۔

ہدایت، مسوس سے لکھا جاتا ہے کہ مسٹر عطا الرحمن نور المبشر لکھنؤ کی کلب کے سنوئی خاں بید شہا صاحب اور مسٹر فخر ۱۵ ستمبر کو دنات پانگے۔ آپ سلسلہ کے ایک خطی فرستے۔ انڈیا کے جوار رحمت میں جگہ دے اور آپ کی دیگر فرستے اور دیگر متعلقین کو مسبر کی توفیق دے۔

اسی تجوں کو خصوصاً علم و ادب میں ترقی حاصل کرنا چاہئے۔ مگر قادیان دارالان کو اردو زبان کا مرکز بنانا ہو۔ تو جہاں اردو زبان کو بول چال میں رائج کرنا ضروری ہے وہاں علم و ادب میں بھی نام پیدا کرنا اذہن لازم ہے۔ کسی قدر افسوس کا سلسلہ۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ جماعت عالیہ احمدیہ میں بہت کم اہل علم ہیں۔ جنہیں علم و ادب لگاؤ ہے۔

ہم ”المبشر“ کے ”طلباء قارئین“ سے استدعا ہے کہ اگر آپ میں سے بعض مضمون لکھنا یا تقریر کرنا نہیں مانتے تو میرا مضمون ختم کرنے کے بعد وہ حمد فرمائیں کہ آج ہی سے اس فن میں کمال حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دیں گے۔ چھوٹی عمر کے بچے جو پرائمری یا اس سے اوپر کی جماعت میں تعلیم حاصل کرتے ہوں وہ چھوٹی چھوٹی کتابوں کے علاوہ اپنے دوستوں کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دیں۔ یہ طریق انہیں اپنے خیالات و جذبات کو سیر و علم کرنے میں کافی سے زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ اور ڈل یا اس سے اوپر کے طلباء لائبریری کتب، مختلف رسائی سلسلہ کی عبارت اور دیگر اسی قسم کے ذرائع سے اپنے علم کو وسیع کر سکتے ہیں۔ یہی طریق دوسری زبانیں انگریزی وغیرہ کے سیکھنے میں بھی اہم مفید ہے۔

میرے ایک دوست جو اکل جرات میں متقیم ہیں۔ انگریزی میں کچھ کمزور تھے مجھے چونکہ ان میں خدا کے فضل سے ابھی پوزیشن حاصل تھی۔ اس لئے میں انہیں انگریزی میں زور دے لکھا کرتا۔ انہیں بھی عیوراً انگریزی میں

ادب لطیف

میری آخری خواہش

از جناب میرزا محمد سعید اللہ خان صاحب فاروق

ہوئی مخلوق کے لئے دن کی میر اور خوراک کے لئے آسمان اللہ زمین کا وسیع خلاء اور رات کو آرام کے لئے گھونسلے موجود ہیں۔ آبی جانوروں کی آسائش کیلئے سڑکی، خوش فہمت کی مگر لڑائی خوش اور کی طرح پیاب ہے اور حشرات الارض کی جنس اور حرکت کے لئے زمین کے پیٹ کی وسعتیں بحر بیکراں کی طرح پھیلی ہوئی ہیں۔ چارپاؤں کی پردہش کے لئے چوگا ہیں اور رکھوالی کے لئے چوہا ہے ہر وقت حاضر ہیں۔ جنگلی اور وحشی جانوروں کو عیش و عشرت کی جگہ قائم کرنے کے لئے جنگل کی خضار کافی و کافی ہے۔ پہاڑوں کے آرام کرنے کے لئے بھی ریزہ ریزہ سے جگہ مقرر ہے۔ اور ان کے منہ بابت دھلانے اور نہلانے کے لئے برف اور بارش کا لائن ہی سلسلہ قائم ہے۔ درختوں اور پیل بوٹوں کی سرسبزی کے لئے نہریں۔ کنوئیں اور بارش کا پانی اپنے اندر آب حیات کا اثر رکھتا ہے اور خزاں کی بیماری کا شریطہ علاج۔ اور پھل دار درختوں کی تازگی کی جان کا بیج لڑکوں اور لڑکیوں کی پردہش۔ تعلیم و تربیت اور بہادری کی تعلیم کے بندوبست کیلئے ان کے حال ہی ہیں۔ اہل ان کے عیش و عشرت کا انحصار ان کے اثر و رسوخ اور عہدوں

پر ہے۔ بیوہ عورتوں کے لئے ان کی جائیداد اور رشتہ داروں کا ذریعہ ہیں۔ بیویوں کے لئے ان کے خاوند سامان عیش و نشاط ہیں۔ غلاموں کو وہ انہیں آغوش انصاف میں سلنے کے لئے چشم بہار ہیں۔ فقیزوں کے لئے شیخوں کی سخاوت اور والدین کی رحمت اور حضرات اور پارسوں اور پتیموں کے لئے لنگر خانے اور تعلیم خانے حاشی کا ذریعہ ہیں۔ رشتہ داروں کی مدد کے لئے رشتہ دار اور دوستوں کی مصیبتوں میں کام کرنے کے لئے ان کے خاص دوست اور دیکھوں کو دکھ سنانے کے لئے غمزدہ ہیں۔ مگر اے خداے ذوالجلال اگر سر بھانے کے لئے جگہ نہیں تو صرف میرے لئے۔ اے میرے قادر مطلق خدا دنیا میں ہر ایک کے لئے کوئی مذکور نہیں ہے اور ذریعہ ہے اگر نہیں تو صرف میرے لئے نہیں۔ آؤ میرا ذریعہ بن جا۔ تاکہ میں مخلوق کے طعنوں سے نجات پا سکوں۔ اللہ آلام سے زندگی بسر کر سکوں۔ سوائے تیرے میرے لئے کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا۔ کوئی انسانی آنکھ میری کسی بیماری کی حالت پر رونا بہانے کے لئے تیار نہیں۔ کوئی انسانی ہاتھ میری مدد کیلئے حرکت کرنے پر مائل نہیں۔ کوئی انسانی کان میری داستانِ غم سننے کیلئے آمادہ نہیں۔ کسی انسانی دماغ کو میری تکلیفوں پر

(بقیہ صفحہ ۳۱ پر دیکھیں)

اسکول کا ایک منظر

123818

21.3.95

از جناب نثار صاحب

نگاہ کھڑا ہوا دیکھ رہا تھا کہ اچانک لڑکی بولی اٹھی "یر کیسے ہو سکتا ہے اسٹر صاحب STEAL اسٹیل اور REAL بھی اسٹیل ہی! ہاں دو نو اسٹیل ہیں" اسٹر صاحب نے ایک فیصلہ کن انداز سے کہا۔ لڑکی ہانک کر بولی "لیکن دونوں کے اسپیلنگ میں تو فرق ہے۔ اسٹر صاحب! " جیسے میں کہتا ہوں کہو اسٹر صاحب کرخت آواز میں بولے۔

لڑکی چپ ہو گئی۔ "پر صحتی کیوں نہیں موبی اسٹر صاحب نے پیار سے کہا۔ اور پھر پڑھنے لگی REAL "ریل" ریل نہیں ریل ہے موبی۔ اسٹر صاحب نے کرخت استادانہ لہجہ میں کہا۔ موبی نے کتاب پک دی اور ہلکا یہ کہا: اسٹر صاحب ابھی تو آپ نے کہا "STEAL اسٹیل اور پھر REAL ریل کیوں؟" اسٹر صاحب

ہارٹس کے بعد فضا دہل کر نگر گئی تھی لیکن ہنوز آسمان پر کالی کالی بدایاں اٹھکیاں کر رہی تھیں جس سے منظر نہایت دلربا ہو گیا تھا۔ سو اس گیت گارہی تھیں۔ کوئی چھ بجے کا وقت تھا۔ لوگ سیر کے لئے اہل روڈ پر نکل آئے تھے۔ میں بھی چل قدمی کے لئے لارنس گارڈنز کی طرف چل پڑا۔ سڑک پر بہت رونق اور گھاگھی تھی۔ چلتے چلتے دائیں طرف سے مجھے ایک نرم ہنسی کی آواز آئی۔ سامنے ایک خوشنما کوٹھی کا پائین باغ تھا۔ ایک گھنے درخت کے نیچے دو کرسیاں اور ایک میز رکھا تھا۔ سامنے والی کرسی پر ایک خوش پوش اتالیق بیٹھا تھا۔ اور ساتھ کی کرسی پر ایک ننھی سی لڑکی کتاب کھولے بیٹھی پڑھنے میں مصروف تھی۔

میں اس اچھے موسم میں پڑھائی کے مشغلہ کو اچھٹک

بقیہ صفحہ ۳۱ - غور کرنے کے لئے فرصت نہیں۔ اور کوئی انسان مجھ پر رحم کھائے گا اور دعا دے گا۔ کیونکہ ان کی ہمدردی نے مجھے صاف جواب دے دیا ہے۔ اب تو یہی میرے لئے جائے پناہ بن۔ اور دین اور دنیا کی ترقیات کا مکمل ترین نمونہ مجھے بنا دے۔ اور اپنی رضا کی دولت سے الامال کر دے۔ یہ میری اور صرف میری آغوشی اور صرف آغوشی خواہش ہے؟

سر کھلاتے ہوئے بولے ہاں یہ ریل ہی ہے۔ ریل نہیں !
پڑھائی پھر شروع ہوئی۔ اور دو منٹ کے بعد موہنی
نے نہایت جے بالی سے پڑھا۔ HEHL نزل۔

ماسٹر صاحب سے ضبط نہ ہو سکا۔ ادب سے حاضر نہیں پڑے
موہنی تعجب سے ماسٹر صاحب کی طرف دیکھتی رہی۔ اور پھر
خود بھی کھٹکلا کر نہیں پڑی۔ کچھ دیر تک دونوں ہنستے رہے
اور میں چپکے کھڑا اس انزکھے سکول سے غلطوفا ہوتا رہا۔

موہنی نے ماسٹر صاحب کو خوش پا کر کہا۔ ماسٹر صاحب
آج ہم نے ٹرانس لینٹین نہیں کی۔ اور کرتے بھی کیے سنو
نے ہمارا قلم چھین لیا تھا؟ ماسٹر صاحب کچھ نہ بولے۔ ہاں
ذرا سنجیدہ صورت بنائی۔ موہنی پھر چپکے سے بولی ماسٹر صاحب
M.H.R کے کیا سننے؟۔ تاکہ ویرٹن ریلوے؟

ماسٹر صاحب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ موہنی
آنکھ نہ پٹائی ہوئی کہنے لگی۔ واہ ماسٹر صاحب آپ کو کچھ
بھی نہیں آتا۔ M.H.R کے محض یہی نکلتی۔ وہاں ہاں
ریلوے؟ اور زور سے ہنس پڑی۔ ماسٹر صاحب بھی
ہنسی نہ روک نہ سکے اور کھٹکلا کر ہنس پڑے۔ اسنے
میں سامنے سے ایک لانا آئی۔ اور کہنے لگی۔ ماسٹر صاحب
آج موہنی کو باقی وقت کی جیٹو دے دیجئے۔ اچھا
موسم ہے۔ سب سیر کو جا رہے ہیں یہ بھی ساتھ ہی
جا کے گی۔ موہنی کو اجازت مل گئی۔ اور ماسٹر صاحب
کا سکول بروخواست ہوا۔ ہم نے چپکے سے اپنی
راہ لی۔

منیر ہاکی ٹورنامنٹ قادیان

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی منیر ہاکی ٹورنامنٹ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی ہاکی گراؤنڈ میں ۱۱ اکتوبر
تک برٹش شان و شوکت کے ساتھ ہو گا۔ اس میں ہر دو کلب اور بیرونی کلب ایسوسی ایشن کالج اور سکول کی ٹیمز شریک ہو سکتی ہیں۔
فیس داخلہ ہر ایک ٹیم کے لئے پانچ روپے ہے۔ مگر ایک سے زائد ٹیمیں بھیجنے والے ادارے سے ہر دوسری ٹیم کی فیس داخلہ
میں روپے لی جائیگی۔ فیس داخلہ ۴ کتبہ ہر ایک سیکرٹری ٹورنامنٹ کمیٹی کے پاس پہنچ جانی چاہیے۔ خاص سکول ٹیموں کا مقابلہ
سکول ٹیموں سے ہو گا۔ فائنل میچ سکولوں اور دوسرے اداروں کی کامیاب ٹیموں کے مابین ہو گا۔ فائنل میں کامیاب ٹیم کو چیلنج کپ
اور دوسری کو ایک چھوٹا کپ دیا جائیگا۔ دیگر ممتاز کھلاڑیوں کو پینٹل میڈل بھی دیئے جائیں گے۔
مفصل قواعد قرادین صاحب سیکرٹری ٹورنامنٹ کمیٹی منیر ہاکی ٹورنامنٹ قادیان سے طلب کیجئے۔

ریلوے

عارف

مدیر عبد الرحمن صاحب شوق۔ کتابت و طباعت عمدہ۔ صفحات ۸۸، سائیز رسالہ المبشر۔ چندہ سالانہ ایک روپیہ۔ مقام اشاعت بل روڈ لاہور۔

ملک وین محکمہ صاحب لاہور کے ایک مشہور ناشر کتب ہیں۔ آپ ہی کی زیر نگرانی یہ رسالہ عرصہ ایک سال سے جاری ہے اس میں اسلامی، ادبی، تمدنی، معاشرتی مفید مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔ معارف القرآن، اور احادیث خیرہ کے ذریعہ قرآن حکیم اور حدیث شریف پر مختصر نوٹ بھی لکھے جاتے ہیں۔ زیر نظر شمارہ (ستمبر ۱۹۷۷ء) ”معیین نمبر“ کے نام سے موسوم ہے۔ جس میں حضرت علامہ حسین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مفصل حالات اور آپ کے روحانی کمالات و بیج کئے جاتے ہیں۔ ہیں مسرت ہے کہ جلد بائیں تاریخی حوالوں سے لکھی گئی ہیں۔ صرف ایک دو معجزات ایسے ہیں۔ مثلاً حضرت چشتی صاحب کی جلی کا سوا میں اڑنا۔ یا شکیزہ کا بانی تالاب میں ڈالنے ہی تالاب کا چٹک برقی میں بھر جانا جس میں تحقیقات کی ابھی بہت نجاش ہے

محترمہ شمس الشیم منشی فاضل۔ صفحات ۶۴، سائیز المبشر۔ چندہ سالانہ تین روپے۔ مقام اشاعت شرف بلڈنگس جالندھر شہر

الزمہرا

اس وقت ہندوستان میں متعدد زمانہ رسائل شائع ہو رہے ہیں۔ جو انسانی صحافت کی پرمذور رفتار ترقی پر دال ہیں۔ رسالہ ”الزمہرا“ محترمہ شمس الشیم صاحبہ کی زیر ادارت جالندھر شہر سے شائع ہوتا ہے۔ ہم زمانہ رسائی کو صرف ”ہندو کلیا“ اور ”کوشیا و شین“ کے موضوعات تک ہی محدود دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اس لئے مقام مسرت ہے کہ رسالہ الزمہرا میں ہر قسم کے علمی، ادبی، تاریخی، اصلاحی اور تفریحی مضامین شائع ہوتے ہیں۔ رسالہ کے ضوابط میں یہ بات بھی درج ہے کہ مضمون نگار وقت اسلامی شرافت اور تہذیب کو مد نظر رکھنا چاہئے۔ لیکن افسوس ہے کہ مدبرہ محترمہ مضامین کو غور دیکھ کر خال پر چ نہیں کرتیں۔ ورنہ ستمبر میں ”کیٹ باریاں“ کے تحت جو نظم شائع ہوئی ہے۔ اس میں ”سے پرستی“ اور ”نقاب کچی“ کی کھلی کھلی نقیہ نہ کی جاتی۔ قابل تأسف امر ہے کہ ایک زمانہ رسالہ میں ایک فرد کی نظم سے ایسی قابل اعتراض نقیہ شائع ہوتی ہیں۔ مدبرہ محترمہ نے رسالہ المبشر پر بھی ریلوے فرمایا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ یہ ماہوار جریدہ سو سال سے خدمت کر رہا ہے۔ اس وقت دوسرے سال کا تیسرا نمبر سامنے ہے حالانکہ رسالہ المبشر نے حال ہی میں اپنی عمر کا ایک سال پورا کیا ہے۔ اور جو نمبر ان کو سبھو ایانگی تھا وہ پہلے سال کا بدھماں نمبر

تھا۔ امید ہے مدبرہ محترمہ مضامین کی چھان بین اور دیگر مطبوعات پر غور و خوض کی زیادہ عادت ڈالنے کی طرف متوجہ ہوں گی۔

پیمائش

مدیر حضرت مسہبہ صفحات ۵۴، سائیز ۱۲x۱۸ کتابت طبعات عمدہ۔ چند سالانہ صرف ایک ہجرت مقام اشاعت۔ ادبی مرکز میرٹھ۔

اس رسالہ کی قرین میں غالباً صرف اس قدر کہنا کفایت ہو گا کہ یہ مندرجہ سالانہ کے بلند پایہ شاعر حضرت ساجد نظامی کی نیک نگہائی جناب مسہبہ ایسے پاکیزہ مذاق کے حامل شاعر و ادیب کی زیر ادارت شائع ہوتا ہے۔ اس میں صرف ایسی تخلیق افنائے اور مضامین شامل کئے جاتے ہیں جو زندگی کے جالیانے رخ کا آئینہ دار ہوں۔ اور ہیں یہ کہنے میں باک نہیں کہ رسالہ اپنے مقصد میں نہایت کامیاب ہے۔ علی الخصوص حصہ نظم کا معیار بہت بلند ہے۔ اس لئے بھی نہایت کیف بار اور نفسیاتی پہلو لئے ہوئے ہیں۔ تلاشیان علم و ادب کو اس رسالہ کے مطالعہ سے محروم نہ رہنا چاہئے۔

ادیٹر محمد یعوب الحسن صاحب۔ سائیز ۱۲x۱۸ صفحات ۶۶، گھوٹائی چھپوائی دیدہ زیب۔ چند

خضر راہ

سالانہ قدرے۔ مقام اشاعت بارود خانہ سرٹ لاہور

حکیم محمد یوسف حسن صاحب ایڈیٹر نیزنگ خیال نے گذشتہ باب جوہر برس کے عرصہ میں اردو ادبیات کی جو قابل قدر خدمات کی ہیں۔ وہ صفحات تاریخ سے محروم نہیں کی جاسکتیں۔ اب آپ کی زیر نگہائی آپ کے مجدد محترم جناب یعوب الحسن صاحب نے ایک رسالہ الموسوم، خضر راہ جاری کیا ہے۔ جس کا بیشتر حصہ جنسیت کے لئے وقف ہے۔ لیکن اس میں دردش اور خطان محبت پر بھی مفید مضامین شامل کئے گئے ہیں۔ میں امید ہے یہ رسالہ بہت جلد ہر دلنریسی حاصل کرے گا۔ نونہ طلب کر کے اس کی تدریقیت کا خود ہی اندازہ کیجئے۔

یا قوتی گولیاں

کچھ عرصہ سے یا قوتی گولیوں کا اشتہار رسالہ المبشر میں شائع ہو رہا ہے۔ جناب میجر صاحب نے ایک شیشی برائے تبرہ دفتر المبشر میں ارسال فرمائی تھی۔ ہم نے ان گولیوں کو اپنے چند ایک اجاب میں تقسیم کیا۔ انہوں نے ان کے متعلق نہایت عمدہ رائے دی ہے۔ یہ گولیاں پکھنے میں نہایت لذیذ اور اپنے نتیجہ میں سرخ اثر ہیں۔ قیمت فی شیشی صرف بانچ روپیہ۔ جو گولیوں کے بیش قیمت اجزاء اور ان کی زود اثری کے پیش نظر باطل برائے نام ہے۔ میں سرگراہ ہے کہ کارخانہ کا انتظام و انصرام نہایت ایمان دار ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے حاجت مند حضرات ان گولیوں سے مستفیع ہوں گے۔

صفحہ ۴۰ اور صفحہ ۴۱ کی چھپیوں کو بغور مطالعہ کر کے ان کا جواب مرحمت فرمائیے !

کتاب جمع کریم الاول کو مشر

جو حضرات ٹکٹ جمع کرنے کا شوق رکھتے ہیں۔ ان کی
اطلاعات کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ ہم نے بڑے کثیر
صنف کر کے ٹکٹوں کا ایک بیش قیمت ذخیرہ جمع کر رکھا
ہے۔ ہمارے یہاں ہر قسم کے مختلف ممالک کے ٹکٹ
موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل شرح سے ٹکٹ منگوا کر اپنے

ایم کو زینت دیجئے۔ یہ مختلف ٹکٹوں کی قیمت صرف چھ آنے

جو صاحب ٹکٹوں کا تبادلہ کرنا چاہیں وہ بھی کر سکتے ہیں۔

آج ہی خط لکھئے

پتہ: ایس۔ آر۔ سی۔ محلہ دارالعلوم قادیان دہلی

المبشر کا دور جدید۔ نیا انتظام انیا پرگرام

(۱) رسالہ المبشر کی سابقہ پالیسی میں حسب ہدایات جناب ناظر صاحب تالیف و تصنیف بہت سے تغیر واقع کر دیا گیا ہے (۲) یہ واحد علمی و ادبی مجلہ ہے جو جماعت احمدیہ کے مرکز قادیان سے شائع ہوتا ہے۔ (۳) اس میں عام رسائل کی طرح مخرب اخلاق افسانے اور حیا سو غزلیں شائع نہیں ہوتیں (۴) یہ رسالہ نظارت تالیف و تصنیف صدر انجمن احمدیہ کا باقاعدہ منظور کردہ ہے (۵) سالانہ قیمت صرف دو روپے۔ مصدقہ طلباء سے صف ڈیڑھ روپے (۶) متعلق خریداروں کو جنوری شمارے کے آخر میں شائع ہونے والا عید قربان نمبر مفت پیش کیا جاتا

مضمون نگار حضرات اپنے گرانقدر مقالات اور منظومات جو ہر لحاظ سے المبشر کے عید قربان نمبر کے شان شایاں ہوں ۱۵ دسمبر ۱۹۷۳ء تک دفتر ہذا میں سبجوانے کی زحمت گزارا فرمائیں مضامین اور نظمیں بہتر ہے کہ عید سے متعلق ہوں۔ لیکن یہ ضروری نہیں۔

ایڈیٹور

نمونہ وصول کریں والے نوٹہ کریں!

محرم احباب کو رسالہ المبشر بطور نمونہ بھجوا یا جا رہا ہے۔ وہ برائے مہربانی اپنے مقام عالیہ سے مطلع فرمائیں! ورنہ ان کو باقاعدہ خریدار تصور کر کے اگلا پرچہ بذریعہ وی پی اے ارسال کیا جائے گا جس کو ہمیں امید ہے کہ وہ نہایت فراخ دلی سے وصول فرمائیں گے۔ رسالہ المبشر کا خریدنا علم و ادب کی امداد ہے۔ رسالہ المبشر جماعت احمدیہ میں واحد علمی و ادبی پرچہ ہے۔ رسالہ المبشر نظارت تالیف و تصنیف کا منظور کردہ ہے۔

منہج

رسالہ المبشر کا عنایت قرآن نمبر

جنوری میں رسالہ المبشر کا عید نمبر شائع ہو گا جس میں بلند پایہ علمی و ادبی مضامین شائع کئے جائیں گے۔ یہ نمبر المبشر کے تمام سابقہ ریکارڈ کو مات کر دے گا۔ اس کی باصرہ نواز خصوصیتیں اور علم افروز دلچسپیاں ہندوستان کے تمام ادبی پرچوں سے باری باریاں گی اس کا ہر افسانہ مصنف کی بہترین کاوش، اس کا ہر مضمون مقالہ نگار کا شاہ پارہ اور ہر نظم شاعر کی مشاقی کا نقطہ کمال ہو گا۔

- زیادہ تعریف کیلئے گنجائش نہیں بس یہ نمبر مہینوں دیکھنے اور پڑھنے کے لائق ہو گا۔
- اگر آپ خریدار نہیں ہیں تو آج ہی دو روپے بھیج کر خریدار بن جائیے۔
- اگر آپ کو رسالہ بطور نمونہ پہنچ رہا ہے۔ تو اپنی رائے سے مطلع فرمائیے۔
- اگر آپ کے ذمہ پچھلے سال کا بقایا ہے تو برائے مہربانی بواپسی ادا کیجئے۔
- اگر آپ نے سال رواں کا چندہ عنایت نہیں فرمایا۔ تو برائے مہربانی آج ہی منی آرڈر کر دیجئے۔

- اگر آپ کا کوئی علم و ادب سے دلچسپی رکھنے والا دوست ہے تو اس کو المبشر کی خریداری کی طرف اُل کیجئے۔

المبشر سلسلہ مدیر احمد علی و ادبی پرچہ امداد قاصدہ نظارت تعلقہ کی طرف سے منظور شدہ ہے ہر صاحبِ علم

میں

و استطاعت پر اس کی بقا کے لئے کوشش کرنا فرضِ ادب ہے ؟

اداریہ

پیش گفت

(اداکار سلمان عرفانی)

۔ رکھیں غالب مجھے اس تلخ فوائی سے محاف؛ آج میرے دل میں درد کچھ سوا ہوتا ہے
افسوس ہے۔ بوجہ مالی نقصان کے یہ پرچہ مگراہ کا مشترکہ شائع کیا جا رہا ہے۔ لیکن پھر بھی نظم و نثر کے اعتبار
سے اس کا ناپید کسی ضخیم ادبی رسالہ سے کم نہیں۔ دراصل ہماری دلی خواہش ہے کہ "البشر" ظاہری و منوہی
محاسن کے علاوہ ہر ماہ بہت بڑی ضخامت کے ساتھ شائع ہو۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ جماعت کا علم فوار طبقہ ابھی تک
ہمارا ہاتھ بٹانے کے لئے تیار نہیں ہے۔

۳۔ یارب! میں آرزوئے من چہ خوش است تو ہی آرزو مرا ہر سال
سالہ جاری ہوئے سو اسال کے قریب ہو رہا ہے۔ لیکن ابھی تک بہت سے اصحاب کے ذمہ گزشتہ سال
کی قیمت واجب الادا ہے۔ اور ان اصحاب نے پرچہ برابر وصول کیا لیکن اب تقابلات صاف کرنے میں تاخیر کر رہے ہیں۔
ایسے احباب کا یہ سلوک نہ صرف ہمارے نقصان بلکہ ہماری حوصلہ فرسائی کا باعث ہو رہا ہے۔ پھر اس پر مزید ستم
یہ کہ بار بار کی یاد دہانیوں کے بعد جب وہی پی کیا جاتا ہے۔ تو نہایت شرافت اور سنجیدگی کے ساتھ دسٹین کو دی جاتی ہیں
کوئی حکم صادر فرماتے ہیں ایسے کم از کم دفعہ تین بار اور بعض اوقات اس سے بھی زیادہ دفعہ وہی پی واپس فرماتے ہیں۔
اور جس یہ معلوم کرے سخت حیرت ہوگی کہ جہاں سے یہ زبان علم و ادب کی خاطر صرف تین آئے اس جہاں ایک دوسری
کاش انہیں علم ہوتا کہ البشر کو کسی ریاست یا کسی رئیس کی سرپرستی یا مادہ کا خیر حاصل نہیں۔ اور خود ہماری نمبر سہ اس
بات کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں کہ ہم کسی لوط یا کسی ریاست کی چالو سی کریں۔ اس کے سرپرست تو وہ سب حضرات ہیں
جو علی ادبی نقصان رکھتے ہیں اور البشر کے ہمدرد ہیں پس ۳

تبرے تغیر اور دیں کو چہ کفر میں صد۱۔ تیرے غلام اور کریں اہل جفا کی چپا کری
اس لئے تمام تقابلات ان سے مستحاج ہے کہ وہ جلد سے جلد اپنے تقابلات صاف فرما کر ہمیں نمونہ فراہم کر دین
یہ نہ کہنا پڑے کہ ۳۔ بات بھی کھوئی اچھا کر کے۔

الغرض ہم اپنے علم و ادب و ادبی سے درخواست کرتے ہیں کہ البشر کے بقا کے لئے کوشش فرمائیں۔ اور جانتے
ہوئے اپنے اپنے حلقہ احباب میں سے ایک ایک دو دو جدید خریدار پیدا کرنا کہ ہماری ہمت افزائی فرمائیں۔ تاکہ ہم البشر
کے حصار کو قدر سے بہتر کرنے کے قابل ہو سکیں ۴۔ خوش! یہ پرچہ نومبر و دسمبر کا شائع کیجئے !

شعۃ طور

از رَحمتِ قلمِ جَدِ میرزا سیف الدین خاں فاروق

گیا پھیل جبکہ ہر اک طرف ہی جہاں میں جاؤ گئے ساسری
 تو ہوا یہ مسلم بت شکن بھی کفیل شیوہ آذری
 ترا حال مسلم خستہ جاں ہے خراب سب سے دریں زماں
 ہے متاعِ دل گردِ بتاں تو بے دین خریدو کافری
 گئے چھوڑ اہل حرم-حرم-تو گئی وہ اٹھ نظیرِ کرم
 کہ جس کی وجہ سے زندہ ہم ہزارِ سوزِ سمندری
 ہوا بحرِ کفر جو موجزن بنے بت فروش وہ بت شکن
 پھری دیں سے اپنے یہ انجن زخمیہ بادو کافری
 اسی گمراہی کو ہی دیکھ کر ہوا قادیان کے طور پر
 بہ ہزار جلوہ و جلوگر جو جلیبِ خلق متاعِ بقری
 ہوا وہ جہاں میں جو رہا تو جہاں کارنگ بدل گیا
 وہ عصا جبال کو کھا گیا گئی ٹوٹ شوکتِ ساحری
 ہوا پیدا اس سے نیا سماں ہے نئی زمیں نیا آسماں
 یہ زماں ہے مہبطِ قوی زماں ہے عجب یہ رجعتِ قہقری
 ترسی خاک میں تمنا یہ کیا نہاں اے زمینِ خطہِ قادیان
 کہ نجاتِ دادم یک جہاں زِ دہانِ آردِ کافری

تو بنا خدا کا پیا مبر تو عدو ہوئے ترے سب بشر
 ہوئے نامراد وہ سب مگر تو خدا کا تھا اسد جری
 کیا خاک بطن پٹاوری بنگاہ قوت حیدری
 ہو مبارک آپ کو اے جری یہ فتوح درو خیمری
 ترمی شمع نور خدا نما تری ہستی مصطفیٰ
 یہ بھیجی ہے رتبہ ہیں ملا کہ ملک پہ ہم کو ہے برتری
 نگاہ جفا کے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے تھا
 کیا دم میں اس کا یہ فیصلہ کہ منہم بھی اپنے لگے ہری
 نہ ستیزہ گاہ جہاں نہی نہ حریف پنجہ فلک نے
 تیری سیف مٹتی وہی سیف حق کہ مٹتی جس میں برش داوری
 ہو اجو بھی سامنے پہلواں کیا ایک آن میں بے نشان
 ترے دشمنوں کو اماں کہاں کہ خدا نے تجھ کو کیا جری
 ترا معجزہ تھا کلام کا کہ نظیر کوئی نہ لاسکا
 رہے گنگ سارے سخن سرا یہ مٹی تیری شانِ مخموری
 یہ کسوفِ شمس و خسوفِ مہ تیرے صدقِ حال کے تھے گاہ
 یہ مہِ صیام میں اجتماعِ ذہے شانِ صدقِ پیغمبری
 کہو اے گروہِ منافقان کہی مغتری ہو اکا ساراں
 وہ ہلاک ہوتا ہے بے گماں کہی ہے سنت داوری
 نظر گرم مرے حال پر اے غمِ شہماں تو کرے اگر
 یہ حقیر ذرہ سنگِ درو حریف جاہِ سکندری

نہ بکرم پشادری

اصلاح معاشرت من کہ ایک سگریٹ نوش

از جناب احسن القریشی

گزشتہ پرچہ میں ہم نے اعلان کیا تھا کہ آئندہ ہم اسلام دشمنیات پر مفید مقالات شائع کریں گے۔ یہ اس مسئلہ کی دوسری کڑی ہے۔ ہمارے کرم فرما جناب احسن القریشی نے سگریٹ نوشوں کی قابل رحم حالت کا مزاحیہ رنگ میں نقشہ کھینچا ہے جو ایدہ سے تمباکو نوشوں کے لئے وجہ عبرت ہو گا۔

تمباکو نوشی بالعموم کم خرچ تصور کی جاتی ہے۔ لیکن حالیہ ہی میں حکمرانوں کی اطلاعات گورنمنٹ پنجاب نے اعداد و شمار شائع کئے ہیں جن کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک اوسط درجہ کا تمباکو نوش سال بھر میں پانچ سو چوبیس روپے چودہ آنے خرچ کرتا ہے۔ اور یہ رقم اس معاملہ زمین کا نصف ہے جو ایک زمیندار گورنمنٹ کو ہر سال ادا کرتا ہے علاوہ ملکیت تمباکو نوشی سے کم از کم دو گھنٹے روزانہ ضائع ہوتے ہیں۔ جو اگر کام کرنے میں صرف کئے جائیں تو اس سے ہمارے کا سارا معاملہ زمین کا ادا کیا جاسکتا ہے۔

تمباکو نوشی کو شروع میں بے ضرر اور محض مشغل خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن اس کا پیچہ استعمال طبی نقطہ نگاہ سے نہایت نقصان دہ ہے۔ چنانچہ مشاہدہ میں آیا ہے کہ تمباکو نوشی کی قوت حافظہ بہت کم ہو جاتی ہے۔ بنیائی کمزور ہو جاتی ہے علاوہ ازیں تمباکو نوش کو نیند بہت کم آتی ہے۔ چھوٹے بچوں کی بالیدگی رک جاتی ہے۔ پھیپھڑے خراب ہو جاتے ہیں۔ اور تپ دق کا خطرہ بہت بڑھ جاتا ہے۔

ہیں ہمارے بھائیوں کو تمباکو نوشی سے بالکل احتراز کرنا چاہئے۔ اگر نفخ وغیرہ کی بیماری ہو تو اس کے معتدل اتھال میں ہرچ نہیں۔ لیکن محض شغل کی خاطر اور حادثاتی نقصان دہ ہے۔

کتنی افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں ہر سال باسٹھ لاکھ روپیہ کا تمباکو درآمد ہوتا ہے۔ اور اس کے علاوہ کہ وہیں روپیہ کا تمباکو یہاں پیدا ہوتا ہے۔ کیا ہم اسے خرید کر قومی دولت کو نقصان نہیں پہنچا رہے ہوتے؟ کچھ عرصہ ہو ا پنجاب گورنمنٹ نے ٹاباٹوں کو تمباکو دینے کی ممانعت کا قانون پاس کیا تھا۔ لیکن آجکل یہ حوالہ طاق نسیاں کیا جا چکا ہے۔ کاش گورنمنٹ اس کو اہم و ضرورت میں لانے کی طسرت

ادبیات

منوج ہو۔

دفتر کی کلر کی اور وہ بھی ضلک کے دفتر کی۔ اللہ ہی
بچائے۔ کوئی شخص گھر کی ہی ہوگی جبکہ اباجانی نے کسی
کجنت کو کہہ سن کر ہیں اس نکلہ کی قسم آرائیوں کا تحفہ مشق
بنا دیا۔

جی دونوں ہم انٹرکیت تھے خوب سمجھنے والے اُن کو کہتے
تھے۔ لیکن جب سے ہم امن بینڈ کو پونے لیں۔ زندگی
سے بیزار پچھے آتے ہیں۔ ہینہ ختم ہونے کو نہیں آتا۔
کہ ہم اپنے جیب خرچ پر پوری کی پوری سورتہ بیسی پڑے
رکھ دیتے ہیں۔ اور لگتے ہیں روزانہ ڈاک کے پتہ دے
الٹ پلٹ کرنے۔ کب تنخواہوں کا چیک آئے۔ اور کب
یہ کسے دن کی احراجات کی مصیبت دور ہو۔ جانے دفتر
والوں کو بھی کچھ ہمارے مسئلے میں مزا آتا ہے۔ کہ جب
سے ہم طرز م ہوئے ہیں۔ شریف آدمیوں نے تنخواہیں
وقت پر نہیں بھیجیں۔ گھر کے دیگر احراجات سے تو ہیں
غرض نہیں، روٹی کے پانہ، ہماری بجائے
بیوی بچے سبھ کے سر میں یا بچیں، جائیں بھاڑ میں مصیبت
تسلے دے کہ ایک ہم ہی پر ٹوٹ پڑتی ہے۔ جبکہ ہمارا
نشہ ڈونا جارہا ہو۔ سیگٹ پائس نہ ہو، کوٹ اور فیض
کی اندر ادب باہر والی تمام کی تمام جیبوں میں کمال صفائی سے
جھاڑ دے دیا گیا ہو۔ اگر آپ خوش قسمتی سے ہمارے
سمبر صبر یعنی سیگٹ نوش ہیں۔ تو بخدا آپ اس بے باقی
اور ہوشیاری کا صحیح اندازہ لگانے میں کامیاب رہیں گے
جو ہم ایسے کرکڑی کی زندگی کو بے لطف کئے دیتی ہے۔

ادھر سیگٹ کی طلبہ ہے، ادھر جیب میں میٹیک
ہیں۔ دکاندار مرید ادھر دیکھ کا نہیں۔ بدن ہستی
کا تسلط ہے، ماتہ پاؤں بھاری بھاری ہو رہے ہیں۔ اس
وقت ہم نہایت پریشانی کے عالم میں گھر سے باہر نکل
سرک پر چل بھڑکی شروع کر دیتے ہیں۔ اگر اس وقت
ہیں سیگٹ کا کوئی بچا کچھ لکڑہ جو عموماً سیگٹ نوش
چینک دیا کرتے۔ سرک پر چال جائے تو بس آنکھیں
کلن جاتی ہیں۔ کمال احتیاط سے۔ ادھر ادھر نظر دوڑا کر
مبادا کہ کوئی راگنڈر آ رہا ہو۔ آسے چکے سے اٹھا لیتے
ہیں۔ دیاسلائی اکثر جیب میں ہی ہوتی ہے۔ جت سیگٹ
کو دکھائی۔ اور ایک دو کٹش اس سڑک سے لے کر گویا
سڑکار کہ سیگٹ کے ڈبوں کے ڈبے ہمارے یہاں
الٹاری میں آتے پڑے ہیں۔

کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہو جاتا ہے۔ کہ ادھر ہم
سیگٹ کا لکڑہ اٹھانے کے لئے چلے۔ ادھر کسی کجنت
مسافر کے پاؤں کی ٹپ ٹاپ نے چوکا دیا۔ اس موقع پر
انسانیت کا تقاضا تو یہی ہے۔ کہ ہم جلو بھریانی میں اللہ
کا نام لے کر ایسی ڈکی لگائیں کہ تائبہ باہر نکلنے کا نام
نکد لیں۔ لیکن جوتا کیا ہے، یہ کہ ہم اس نگرے کو دہلی
آواز سے یہ کہتے ہوئے کہ۔ "اب کجنت مجھے نہیں گرا
آتا ہے۔" اٹھا ہی لیتے ہیں۔ اور پھر اس کے ارد گرد اس
انداز سے ایک دو چوکھیں مارتے ہیں کہ پیچھے آنے والے
مسافر کو تعظی طور پر تعین ہو جاتا ہے کہ یہ سیگٹ امدولت

ہی کی گیت تھا۔ جو حسن اتفاق سے نیچے گر پڑا اور
اُس نے اٹھایا۔

جب ایک دو مرتبہ میں اسی طرح اپنی علی الاعلان
کینگیٹ پر شرمندہ ہونا پڑا۔ تو آئندہ کے لئے ہم نے
یہ دو گرام مرتب کر لیا۔ کہ جب بھی سڑک کے کنارے سگٹ
کا کوئی ٹکڑہ نظر آجائے۔ تو پہلے پہلے در دیدہ نگاہوں
سے اسے تار رکھیں۔ پھر آہستہ آہستہ چلتے اس کے
قریب پہلے جائیں۔ اور نہایت اطمینان سے سڑک کے دونوں
طرف دور دور تک نظر دوڑائیں۔ اگر مطلع صاف ہو۔
تو اسے اٹھا کر چلتے نہیں۔ اور اگر کوئی آ رہا ہو۔ تو اس
ٹکڑے کو اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان لے کر چہرہ کو
نہایت محسوس ہونے سے اس وقت تک کھڑے رہیں جب تک
کہ مسافر نظروں سے اوجھل نہیں ہو جاتا۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ سڑک کی مکمل تہی
پیمائش کے باوجود وہیں کوئی سگٹ کا چھوٹا سا ٹکڑہ نظر
نہیں پڑتا۔ اس وقت ہم ایسے تو مزبور ہو جاتے ہیں۔ لیکن
اس تکلف و مشق کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہیں کھڑے رہتے
ہیں۔ کہ شاید کوئی بار دوست یا راجہ چٹائی جائے۔

جس سے بلا تکلف سگٹ انگلیکیں یا کوئی اللہ کا نندہ مایا
آجائے۔ اسے جو سگٹ چیتے چیتے اپنا چاکچا ٹکڑہ یہیں پھینک
دے۔ لیکن بہت ہی انتظار کے باوجود اگر وہ فوسیدیں
بار آور نہ ہوں۔ اور وہیں بد قسمتی کا ایک اور ایک دو کی طرح
پورا تھیں ہو جائے تو پھر بھی ہم وہاں سے نہیں ہٹتے۔ بلکہ
(اسی امید پر) اور اور طریقہ شروع کر دیتے ہیں۔ کہ کوئی

ماہ چھ ماہ سگٹ کے کش پر کش لگانا چاہا ہمارے
قریب سے ہی گزر جائے تو خدا کی قسم نکلن آجائے
دھوکے کی بھیجی بھیجی خوشبو سے دل و دماغ تازہ اور
پوش و حواس قائم ہو جائیں۔ خواہ وہ میمنٹ کے لئے
ہی ہوں۔

کئی بار تو یوں ہوتا ہے۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریب
سے سگٹ چیتے گزرتا ہے۔ تو ہم اس کے چھوڑے
ہوئے فرحت افزا دھوکے میں ہی ناک دیکھتے مست و وار
دور تک نکل جاتے ہیں۔ اور اس وقت پوش آتا ہے۔
جبکہ دھواں ہماری ناک رس سے بہت اونچی مٹھائیں
اڑ جاتا ہے۔ اور بعض اوقات یوں کہ ہم دھوکے سے ایک
آدمی کو سگٹ کا دھوکے پر دھواں اڑاتے آنا دیکھتے
ہیں۔ اور دل ہی دل میں یہ پروگرام مرتب کر لیتے ہیں۔
کہ جو نبیہ ہمارے پاس سے گزرے گا۔ ہم بھی سڑک
کے اگلے موڑ تک اس کا ساتھ دیں گے۔ اور اس طرح سگٹ
کی خوشبو ہی سے داغ کو غلط کر لیں گے۔ لیکن جو تباہ
ہے۔ اور ادھر ہم ایسے ہو کر رہ جاتے ہیں انا اللہ عفا
الہ رجون۔

غرضیکہ سگٹ نہ تھتے پرچہ ”سمکھ خیز“ اور
”انسانیت سوز“ حرکات کا جس مرکز ہونا پڑتا ہے۔ اس
کی چپاس فی صدی ذمہ داری تو ہے ہمارے دفتر ملاویں
کے سر پر جو تنخواہیں وقت پر نہیں بھیجتے۔ اور چپاس
فی صدی ہے۔۔۔۔۔ ”ان پر“ دھڑا کرے
ہمارے یہ الفاظ ”وہ“ ہمیشہ خود کہیں پڑھ نہ لیں دھند

ماتن کی تند بھٹی اور دہان ہمارے بچے کے لئے ہیں
 بھی تیار ہونا پڑے گا تو ان پر دھندہ اسی اس لئے کہ اگر
 بھولے سے کبھی چار پیسے اخیراً تک ہماری جیب میں
 رہ بھی جائیں تو وہ مکالم دینت ہمارے سے انہیں نکال
 پھیری واپس کی نظر کر دیتی ہیں۔ کبھی ننھے کی سرستہ وال
 ٹوٹی آجاتی ہے۔ کبھی کوئی ٹھوڑی نہیں پہنک ہی دوپٹے
 کو لگ جاتی ہے۔ اور اگر خود کچھ بھی نہ خریدیں

تو سب کا وہاں ہی شروع کر دیتی ہیں۔ آج ماں نکیم
 کو آٹھ آنے اور دھار دے دیے۔ کل آپا نصیب کو
 روپیہ دے دیا۔ پرسوں کسی کو اتروں کسی کو -
 کیا کریں صاحب عجب ناک میں دم کر رہا ہے۔ مگر
 حالانکہ بھی اور باہر والی نے بھی۔ اور ادھر ہم ہیں
 کہ ایک ننہ کو پور کرنے کی خاطر عہد بھر کی سڑکوں پر
 ارے مارے پھرتے ہیں ۛ

رودادِ چشم

از کچیدہ قلم جب ڈاکٹر محمد عبداللہ صاحب کمال دہلوی

دیکھ لے نام نہ دیکھ اُس بت کو اپنی آنکھ سے
 جانتا ہوں میں مودے گا کسی دن خاک میں
 روئے رنگیں کے تصور نے رلایا اس قدر
 اب تو ہے اُنکو تصور میں بھی آنے سے گریز
 چہرہ وہی تیر تصور چہرہ وہی تیر انجیال
 دیکھتے ہی کب ہں لیکن دیکھتے ہیں جب تجھے
 محفلِ تم بھی دیکھی اور بزمِ عیش بھی
 دیکھتے اب یہ بیمار تبِ فرقت کا حال
 تو نے کامل اپنا دل اُس بے وفا کو دیدیا

دیکھنا منظور ہے تو دیکھ میری آنکھ سے
 دیکھ لینا اُس وفا وشن کا نہی آنکھ سے
 اب ہم جِ خون بجائے اشک جاری کچھ سے
 جو کبھی ہوتے نہ تھے روپوش میری آنکھ سے
 لب پر آو سر دہے آنسو میں جاری آنکھ سے
 خشم آلودہ نگاہوں تھر والی آنکھ سے
 ہم نے کیا کیا کچھ نہ دیکھا اس ذرا آئینہ سے
 شعلہ زن مینہ میں آتش اشک جاری آنکھ سے
 دلفریب جھانکتی رہتی ہے جس کی آنکھ سے

ٹکٹوں کی دہشتہ

المبشر کے خاص ماہر ٹکٹ کے قلم سے

ہوئے ایک ٹکٹ خریدنا۔ جواب اس نے پندرہ ہزار روپیہ پر فروخت کیا ہے۔ لیکن یہ ٹکٹ اس نے بالکل ختم کر رکھا۔ اگر اس کا ایک ٹکٹ ابھی خراب ہوتا تو اس ٹکٹ کا ایک پیسہ بھی مول دیتا۔ بہر حال ٹکٹوں کا مول بڑھانے کے لیے ضروری ہے کہ وہ کہیں سے چھٹا ہوا نہ ہو۔

اس کے بعد میں ہندوستان کے ٹکٹوں کے متعلق بعض خبریں درج کرتا ہوں جو آید ہے کہ آپ کی لکھی کا باعث ہوں گی۔

دلچسپ غلطیاں
بعض اوقات ٹکٹ بنانے میں دلچسپ غلطیاں ہوجاتی ہیں جن کی وجہ سے ٹکٹوں کی قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً موجودہ ڈو آنڈ کے ٹکٹ سے پہلے ایک ڈو آنڈ والا جاس رنگ کا ٹکٹ جاری ہوا تھا جس پر 2 ANNAS کی بجائے 2 ANNA لکھا گیا۔ اسی طرح ۱۹۷۱ء میں جاری پنجم کے ایک ڈو آنڈ کے ٹکٹ پر ONE ANNA کی بجائے NINE PIES دو سطروں میں لکھا گیا تھا اور اس میں بھی یہ غلطی ہوئی کہ بعض ٹکٹوں پر NINE NINE اور بعض پر PIES PIES لکھا گیا۔ اب اس ٹکٹ کی قیمت پانچ روپیہ ہے۔

رسالہ المبشر کے اگست جبر میں اوڈیٹر صاحب نے ٹکٹوں کے متعلق ایک مفید مضمون لکھا ہے۔ دراصل یہ ایک نہایت مفید دہشتہ مشغلہ ہے۔ لیکن ٹکٹ جمع کرنا اتنا آسان نہیں جتنا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

بعض لوگ کسی روٹی سی کاپی پر مختلف قسم کے ٹکٹ بے تحاشا چسپان کرتے جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں ہے۔

ٹکٹ ہمیشہ کسی عمدہ سے البم پر چسپان کرنا چاہئیں جو اسی مقصد کے لئے خاص طور پر تیار شدہ بازار سے ملتا ہے۔ اور ٹکٹ لگانے سے پہلے یہ اچھی طرح دیکھ لینا چاہئے کہ وہ کس ملک اور کس صوبہ کا ہے۔ اس پر جس بادشاہ یا حاکم کی تصویر ہے اس کا نام کیا ہے۔ ٹکٹ کس قیمت کا ہے۔ اور اس کا رنگ کیا ہے وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ یہ بہت محنت طلب مطالبہ کا کام ہے۔ لیکن اس کے بغیر ٹکٹ جمع کرنے کا اصل مقصد فوت ہوجاتا ہے یہ خیال رہے کہ پٹے ہوئے ٹکٹ کی کوئی قیمت نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ایک ٹکٹ ابھی خراب ہے تو اس کو البم میں جگہ دینے کا قطعاً کوئی فائدہ نہیں۔ سال ہی میں ایک کپنی نے شائع کیا تھا کہ اس سے کسی لڑکے کے لیے میں برس

ملک فروخت کئے۔

برطانوی سلطنت کی کل ۱۴۸ نوآبادیوں میں ہر نوآبادی نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ کاروبار کے موقع پر صرف میں ملک شائع کرے گی۔ چنانچہ ۱۴۸ ملک جاری ہوئے۔ جس کا سٹ میں روپے میں ملتا تھا۔ لیکن اب ان کی قیمت بہت چڑھ گئی ہے۔

صرف نیروبی کے ڈاکٹریٹ میں تاجپوشی کے ملک بہتر ہزار سٹ فروخت ہوئے۔ اور وہ بھی چار ملکوں کے اندر اندر۔ اسی طرح پورٹ آف سپین میں پہلے دن پانچ ہزار ڈالر کے۔ اور نیو فونڈ لینڈ میں تین لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کے ملک فروخت ہوئے۔

ریاستی ملک
ریاست حیدرآباد میں حضور نظام کی سدر جوہلی کے موقع پر حیدرآباد نے چار ملکوں کا ایک سٹ جاری کیا ہے۔ جو بہت جاذب نظر ہے۔ یہ ملک چار پائی۔ آٹھ پائی ایک آنہ اور دو آنہ والے ہیں۔ جن پر علی الترتیب شفا خانہ، دو احانہ، یونیورسٹی اور جوہلی ہال کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔

اسی طرح ریاست ٹٹا ونگور نے بھی اچھوتوں چندھوں کے دروازے کھولنے کی خوشی میں ملک جاری کئے ہیں۔ جس پر بائیں طرف ہمارا جہ صاحب ٹٹا ونگور اور دائیں طرف ریاست کے مشہور زند کی جیس میں ہیری جن عبادت کے ہے

ہیں تصویر ہے +
اگر کسی جانی ملکوں کے کھلنے کوئی خاص بات معلوم ہو یا اس کے اپنے تجربہ میں کوئی آئی تو وہ مجھے صرف المبشر سمجھا دے۔ تاکہ دیگر ناظرین کو بھی اس سے فائدہ مل سکے۔

۳۳۔ گتے
ہندوستان کے نئے ملک

نئے ملک جاری ہو گئے ہیں۔ فی الحال صرف دو ملک تھے۔ اور اسے فروخت ہوتے ہیں۔ یہ سٹ غنیمت نہیں ہیں کہ جتنی امید کی جاتی تھی، اسے ملک کارنگ ہیز اور اسے کا سرخ ہے۔ باقی ماندہ ملک امید ہے کہ کم و بیش سے ڈاکٹروں میں فروخت ہو تا شروع ہو جائیں گے۔

ان میں سے دو آنہ والے ملک پر بادشاہ کی تصویر کے علاوہ ڈاک کے ہر کارہ کی تصویر ہے۔ ۲۰۔ اسے ملک پر بیل گاڑی ۳۰۔ اسے پر یکہ ۳۰۔ اسے پر اونٹ، لہو والے پر بیل گاڑی ۶۰۔ اسے پر جہاز ۸۰۔ اسے پر لاری اور ۱۲۰۔ اسے پر سوئی جہاز کی تصویر بنی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہندوستان کے ملکوں پر ریل و سائل کی انتظامی تاریخ لکھ لی گئی ہے۔ جو معلومات کے لئے نہایت مفید ہو سکتی ہے۔

نئے ملک جاری ہونے سے ہندوستان کے ملکوں کی ملک بہت بڑھ جائے گی۔ اور ملک جمع کرنے والوں کو بہت فائدہ ہوگا۔ اگر وہ ان ملکوں کو لے کر غیر ملک میں فروخت کریں تو ان کو کافی نفع کی امید ہو سکتی ہے

تاجپوشی کے ملک
نئے بادشاہ کی تاجپوشی پر چھ ملک جاری ہوئے تھے

وہ بہت مقبول ہوئے۔ چنانچہ لندن کے یہاں کاروبار کے چھ ملک آئے وہ اس قدر زیادہ تھے کہ ان کا وزن ۳۴ ٹن سے تھا۔ ایک لندن کی فرم نے دس دن میں بیس لاکھ

ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ!

نکارشِ قلم حضرت حسن المصطفیٰ

ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ

تجنیبا۔!

(۲)

ابا حال سے میں بے حال
پاس نہیں ہے مہمہ لال
خوشحالی ہے خواب خیال

کون خریدے ٹوٹ
تجنیبا۔!
ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ

(۴)

جانے دو گر سوٹ نہیں ہے
پاؤں میں لیکن ٹوٹ نہیں ہے
سچ کہتا ہوں جھوٹ نہیں ہے
چھاتی لی ہے کوٹ
تجنیبا۔!
ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ

(۱)

ننگے پاؤں باہر جانا
کنکر کاٹوں کا چھب جانا
سی سی کر کے وہ رہ جانا

خون کا آنا پھوٹ
تجنیبا۔!
ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ

(۳)

کالچ جانے سے دل دھڑکے
ٹوٹ کا پوچھیں گے سب لڑکے
شرم سے رہ جاؤں گا گر لڑکے
دل جائیگا ٹوٹ
تجنیبا۔!
ٹوٹ گیا ہے ٹوٹ

میرٹلر

از سبیل - بی - کام

کاخن جو تھے ہیں بلکہ قومیت کے بھی سخت دشمن ہیں چونکہ یہی لوگ پریس کی بھی مالی امداد کرتے تھے۔ اس لئے انہیں دے لے بھی قدرتی طور پر ان کی پشت پر تھے۔

ہرٹلر کو ان معاشی معاملات میں دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور وہ دن رات انہی کے مطالعہ میں مستغرق رہنے لگا۔ اس کے خیال میں ان مسائل پر امر اور خد نہیں کر سکتے۔ کیونکہ جو لوگ خود سناپ کے ذریعے کنڈل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ وہ اس کے بھی کو کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ بہرحال ہرٹلر چونکہ خود غریب تھا۔ اس لئے وہ غربت اور افلاس کی تکلیف کو خوب سمجھ سکتا تھا۔

ہرٹلر "جمہوریت" کی بجائے "آمریت" کا حامی تھا۔ جمہوریت میں عوام کو نسلوں اور پارٹی نشوں کے لئے اپنے نائنڈے منتخب کرتے ہیں۔ اور ان کا ایک صدر ہوتا ہے۔ جو قوم کے شعوروں سے حکومت کا نظام چلاتا ہے۔

ہرٹلر اس کا قائل نہیں۔ وہ کہتا ہے کہ نسلوں اور پارٹی نشوں میں کوئی آدمی نہیں جلتا۔ بلکہ صرف شہر و صنعت و دولت والے اشخاص منتخب کر لئے جاتے ہیں۔ جن کے سامنے ایک مفکر اور دیر کا بونا جینس کے آگے ہیں جانے

ہرٹلر جیسنی کا آسر ہے۔ یعنی وہ عوام کی رضامندی کے بغیر جو قانون بھی چاہے نافذ کر سکتا ہے۔ اس کی پشت پر ایک پارٹی ہے جس کے بن بوتے پر اس کا اقتدار قائم ہے۔ اس پارٹی کا نام "نازی پارٹی" ہے۔

ہرٹلر جیسنی اور آسٹریا کی سرحد پر ایک چھوٹے سے دیہات میں پیدا ہوا۔ جینس میں ہر کوئی اپنے مستقبل کا تصور کرتا ہے۔ ہرٹلر کو آخر بخیر سے نفرت تھی۔ کیونکہ وہ دفتر میں بیٹھ کر اپنی آزادی کو سلب نہیں کرنا چاہتا تھا اور نہ وہ اپنی ذاتی رائے کو مٹانے کو تیار دیکھ سکتا تھا۔

جب وہ جوان ہوا تو اس کا باپ فوت ہو چکا تھا۔ اور گھر میں جو پیش آتی تھی وہ سارے خاندان کے کھانے کے لئے کفایت نہ تھی۔ اس لئے ہرٹلر کو روزی کمانے کی فکر ہوئی۔ وہ ایک روز کپڑوں کا ٹرنک لے کر وائٹا کی طرف قسمت آزمائی کرنے کے لئے چل پڑا۔ لیکن جب وہ شہر میں پہنچا تو یہ دیکھ کر اس کی حیرت کی حد نہ رہی کہ اموات کے دوش بدوش غربت بھی سکیمیں لے رہی ہے۔ اور ایک طرف اگر افسر عالی شان عیالت میں عیش کر رہے ہیں۔ تو دوسری طرف غریب بارہاں جویں کو بھی ترستے ہیں۔ اس سے یہ بھی دیکھا کہ امیر زیادہ تر یہودی ہیں جو نہ صرف غریب

کے متراوتہ رہے۔

اس کے خیال میں کونسلوں وغیرہ میں لوگ محض بھرتی کے ہوتے ہیں۔ اور اکثر اوقات پر جوش اور ولی خیر خواہ قائدین کو محض اس لئے مستغنی ہونا پڑتا ہے۔ کہ وہ اکثریت کو اپنی مدتیغ باقی ذہن نشین نہیں کرا سکتے جس طرح سو بیوقوفوں کا ایک گروہ ایک دانشمند آدمی نہیں بن سکتا۔ اسی طرح کونسل کے سینکڑوں بزدلوں سے کسی دلیرانہ فیصلہ کی توقع رکھنا عبث ہے۔ اکثر لوگ پارلیمنٹ اور کونسلوں کے ممبر محض اس بنتے ہیں تاکہ انہیں مابانہ تنخواہ ملتی رہے۔ اور ان کا دوزخ حکم چل رہے۔

الغرض ہر جگہ جمہوریت نہیں چاہتا۔ بلکہ وہ آمریت یا ڈکٹیٹر شپ کا قائل ہے۔ اس کے خیال میں اصل ڈیکٹریٹ یا جمہوریت یہ ہے کہ ایک ایسا لیڈر منتخب کر لیا جائے۔ جو اپنے اچھے برے کاموں کا خود ذمہ دار ہو۔ اور کوئی اس کے طریقہ کار میں مداخلت نہ کرے۔ اسی طرح حکومت میں اس کا خیال ہے کہ کوئی نالائق اور ناقابل شخص پس پردہ حکومت نہیں کر سکتا۔ بلکہ جو شخص ذمہ داری اپنے کاندھے پر اٹھائے گا۔ وہ قدرتی طور پر بیوقوفوں کی باتیں ماننے سے احتراز کرے گا۔ اور ان کا ساتھ چھوڑ دے گا۔

ایک دفعہ ہر ملکر نے اپنا قوم کو جمع کیا۔ اور ان کو یوں غلط کیا کہ اسے لوگوں اگر تم عزت اور بڑائی کے خواہاں ہو۔ تو آؤ میں تمہیں ایک ترقی کارانہ بتاؤں۔

سب لوگ قریب قریب سمٹ گئے۔ اور اس ملاذ کو سننے کے لئے بے قرار ہوئے۔ بہتے گوش بن گئے کہ ملکر کی ہم آہنگی اور آواز نے جیسی کی وسیع فضا میں یہ گونج پیدا کی۔

”ملکر! ملکر!! اور پھر ملکر!!!“

جس کا مطلب یہ تھا کہ اگر قوم ترقی کی خواہشمند ہے تو اسے ملکر کی شخصیت کو مضبوط کرنے کے لئے کوئی دقیقہ فرو گزاشت نہیں کرنا چاہئے۔

ملکر بچوں کو محض کتابوں کا کٹر انہیں بنانا چاہتا بلکہ وہ ان کا اخلاق اور جسم بھی سداور بنا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے حکم دیا ہے کہ کوئی دن ایسا خالی نہ رہے جب لڑکا کم از کم ایک گھنٹہ کی جسمانی ورزش نہ کرے۔ وہ سکولوں میں زیادہ سہجائی۔ قربانی کے لئے آمادگی اور خاموشی کی صفات حسد پیدا کر رہا ہے۔

ملکر نے تمام عورتوں کو دفاتر اور تجارتی شعبہ جات سے نکال دیا ہے۔ اس کا خیال ہے عورتوں کی اصل جگہ اپنے گھروں میں ہے۔ جہاں انہیں بال بچوں کی پرورش اور خانگی کام کاج کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ کیونکہ قوم کا آئندہ انحصار بچوں کی اچھی تربیت پر ہے۔ ملکر نے تمام ہندوؤں کو اپنے ملک سے خارج کر دیا ہے تاکہ قوم کا مسئلہ بیکارگی حل ہو۔

اس میں شک نہیں ہر ملکر کے کام اس کی اپنی قوم کے لئے ازمیہ مفید ہیں۔ لیکن یہی اوقوامی طور پر اس کی حرکات نہایت اسی سوز بھی جاتی ہیں۔ جیسا کہ ملاحظہ آپ روزانہ اخباروں میں کر سکتے ہیں۔

کسی سے خطاب

ارشادِ جناب میرزا محمد سیف اللہ خاں صاحب فاروق

آکر لے کر باغِ گیتی میں شریبِ اکریں
عرشِ پیا جو نظر ہو وہ نظرِ پیداکریں
دیدہ خونیں سے بھل و گہرِ پیداکریں
آسمانی وزمنی ہمسفرِ پیداکریں
دل کے آتشِ دان میں ایسا شریبِ اکریں
اک شعاعِ رشکِ خورشیدِ قمرِ پیداکریں
آئینہٴ دنیا نے عیشِ شام و سحرِ پیداکریں
موت سے بے غم ہو وہ دل وہ جگرِ پیداکریں
سینہٴ صیاد و گلچیں میں اثرِ پیداکریں
گوشِ گل میں تاؤ را ذوقِ دگرِ پیداکریں

توڑ کر قیدِ مرا سم جانِ جاں! آزاد ہو
گوششِ بہم سے توڑیں یہ طلسمِ مغربی
جن کے بدلے میں خریدیں جلوہ ہائے طور کو
ارتقاء کی منزلوں پہ گامزن ہنرات دن
خود تجلی کو تمنا جس کے نظارے کی ہو
ظلمتِ شب میں جلا کر شمعِ نورِ مصطفیٰ
چھوڑ کر سب یہ پرانے روز و شبِ کار و بار
اس جہانِ زندگی سے موت کا ہوا اختتام
نغمہ زن ہوں گلشنِ ہستی میں و دُلوں طرح
بزمِ گل میں چھیڑ دیں ہم نغمہ ہائے دلنشین

راہِ دنیا کو دکھا دیں دائمی آرام کی
خُلد میں تبدیل کر دیں یہ زمیں آلام کی

امتحان

از جناب خواجہ عبدالحمید صاحب نقیہ

ادوں سے مسکراتی ہوئی ہم آغوشی کے لئے میری طرف بڑھتی
لیکن میرا پختہ ارادہ آسے کامیاب نہ ہونے دیتا۔ اور وہ
ایس جگر اپنا سامنے لئے واپس چلی جاتی۔

میں بدستور اپنے کام میں منہمک تھا کہ اتنی جاتی کی
محبت جبری آواز نے میری توجہ اپنی طرف پھرنی پہنچا را شد
کیا ابھی تک پڑھ ہی رہے ہو ذرا گھڑی کی طرف تو دیکھو
نہیں بجے کو ہیں۔ اب آرام کرو کہیں زیادہ جاگنے سے طبیعت
خراب نہ ہو جائے؟ آفتابن بجے کو ہیں۔ کتنی جلدی وقت
گزر رہا ہے۔ ابھی آدھے سے زیادہ کام باقی پڑا ہے۔ اگر یہ
گیا تو یہ کام کون کرے گا۔ دسویں کا امتحان ہے کوئی علاج
کا گھر تو ہے نہیں۔ خان اور پسینہ ایک کر کے کچھ کامیابی کی امید
ہو سکتی ہے۔ میرا مقول جواب سن کر اتنی جان تو لگیں خزانے
بھرتے اور میں پھر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔

صبح سوچا تھی۔ پسینہ سحر تاریکی شب کی چادر نازار
کر رہا تھا۔ غفلت اپنی چادر سیاہ و سبک کر دو پوش سوچا
تھی۔ اور اس کی جگہ دن کی روشنی نہایت آن بان سے کہانت
عالم میں نیند کے مدھوشوں کو بیدار کرتی ہوئی پھیل گئی، سوچ
کی سنہری شاخیں بالکی سی حرارت لئے ہوئے سانس کی کھڑکی
سے میری کتاب دکاپنی پر پڑ رہی تھیں۔ طیور ان چمن صبح کی

بلوئے شب اپنی سیاہ و دراز زلفیں اکاف عالم پر
محیط کر چکی تھی۔ تاریکی کو بہ لمحہ زیادہ چو رہی تھی۔ آسماں پر
سیاہ بادلوں کے کڑے لشکر تیز گام کی مثل دوڑتے ہوئے
نظر آ رہے تھے۔ بجلی کی کرک اور سیاہ بادلوں کی گرج
تاریکی شب میں خوف و دہشت کا امانہ کر رہی تھی۔ لوگ
اپنی اپنی آرام گاہوں پر جا چکے تھے۔ اور سحر بند کے اثر
سے مدھوش اور دنیا و مافیہا سے غافل پڑے تھے۔

میں بالاخانے میں بیٹھا امتحان کی تیاری میں بہترین
معدوف تھا۔ ذہنی کی کرک کا خطرہ۔ زیادہ دن کی گرج
کا خیال۔ نہ رات کے آرام کی پروا نہ نیند کی سحر کن
ادوں کا سحر۔ غرضیکہ ہر دلچپ ترین چیز بھی مجھے اپنے
ارادے سے باز رکھنے سے قاصر تھی، امتحان کا تصور
میری فکر مت باندھا۔ میرا ارادہ مضبوط کرتا۔ اور ہر قسم
کے خوف و خطر کو دور ہی سے دھتکار دیتا۔

کل حساب کا پرچہ پڑھنے میں نے اپنے دل میں کہا
خواہ رات بھر جاگ ہی پڑے۔ لیکن تمام حساب کے فوری
سوالات شروع سے آخر تک ختم ہی کر کے چھوڑ دیا گا۔
حساب کی کتاب کھولی۔ کام شروع کیا۔ اور ایسا منہمک ہوا
کہ ہر چیز سے بلی غافل ہو گیا۔ کبھی کبھی نیند اپنی سحر آمیز

آمد کا غیر مخدم اپنی نو انجی سے کر رہے تھے اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہو چکے تھے۔ میں بھی کرسی سے اٹھا۔ پوچھ بیدار سی شب سر میں خیف سا دور تھا۔ کمر میں بھی تکلیف تھی۔ ہاتھ پاؤں اکڑے ہوئے تھے۔ مشکل غل غارتک پہنچا۔ غل کیا پھر کچر ناشتہ کیا۔ وقت ہو چکا تھا اس لئے والدہ کی دواؤں کے سامنے تے گھر سے نکلا۔ اسکو پہنچا۔ گھنٹی بجی اور ہل میں اپنی سیٹ (محصہ) پر جا بیٹھا۔ دل دیک دیک کر رہا تھا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ کیسا پرچ آئے گا؟ خدا جانے ان سوالات میں سے کوئی سوال جو نہ ہو یا نہیں۔ جرات بھر کئے ہیں؟

پرچے تقسیم ہوئے۔ پڑھنا شروع کیا۔ پرچہ پڑھنا جاتا تھا اور چہرہ خوشی سے ترخ ہو ا ہار ہا تھا۔ خوشی۔ اتنی خوشی تھی کہ انتہا نہ تھی۔ کیونکہ سب سوال رت ہی گئے تھے۔ آہا۔ یہ بھی آسان ہے۔ اسے یہ تو اور بھی آسان ہے۔ اور یہ تو بالکل ہی آسان ہے۔ بس دیکھ لیا۔ اگر میں سے سو نہیں تو پچانوے گھر کہیں گئے نہیں؟

ہال میں خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب رول کے اپنے اپنے حصے حل کرنے میں اس طرح مشغول تھے کہ انہیں سوائے آپ کے کسی کی خبر نہ تھی۔ سامنے اسٹیج پر سپروائزر بینک لنگے ہوئے ہر طرف گھور گھور دیکھ رہا تھا۔ کھارٹر نہایت اہستگی سے ادھر ادھر ٹہل رہے تھے۔ کاک کی ٹانگ اور ماسٹروں کی قدموں کی آواز پر سکون اور سناٹے کے عالم میں جب منظر پیش کر رہی تھی۔ Answer Question پر لکھیں کہیں سوالات کا پکا ختم میں یا نامیادہ آسان سوالات پر فٹان لگا کر

پہلے انہیں حل کروں۔ پانچویں سوال آسان معلوم ہو رہے۔ نہیں جی ساتواں زیادہ آسان ہے اسے پہلے کروں گا۔ واہ اس سے آسان تو چوتھا ہی تھا۔ دیکھو دیکھو کیا جائے۔ اسے پہلا سوال تو تجارت کا ہے۔ آؤ پہلے اسی کو پڑھاؤں؟ ان پریشان کن خیالات کے بعد پہلا سوال ہی شروع کیا۔ لا حول ولا قوۃ دماغ کو ہوا گیا کہ یہ سوال تو میں نے رات کیا تھا۔ اب ٹھیک کیوں نہیں آ رہا۔ آف کتنا آسان سوال ہے۔ اسوقت ذہن سے بالکل اسی اتر گیا ہے۔ اچھا چلو اتنے میں دوسرا سوال کرتا ہوں۔ شاید یہ بعد میں ذہن میں آجائے۔ اسی طرح سب پرچہ چھان مارا۔ ایک ایک سوال کئی کئی بار حل کیا۔ بہت سوچا اور غور کیا۔ لیکن سوائے دو تین سوالوں کے کوئی سوال ٹھیک معلوم نہ ہوا۔ اسی ادھیر میں تھا کہ Ten more questions کی مدد کان میں پڑی۔ ہاتھ پاؤں بھول گئے۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ جسم میں لکھی سی پیدا ہو گئی۔ ابھی کل تین سوال ہی کر پاتا تھا۔ کاش کہ آدھ گھنٹہ اور دو تھوڑا سا مہمانے اب کیا کروں وقت بہت کم ہے۔ ایک سوال کا سونا بھی مشکل ہے۔ کبھی پرچہ دیکھ کبھی Answer Question کے Time over کی حدانے کر کے خاموش فضا میں گونج پیدا کر دی۔ کاپی پر حسرت بھری نگاہ ڈالی اور بال سے باہر نکل آیا۔

اسے بھی اڑدھیر سناؤ کیسا پرچہ کیا۔ ابیر وقت تک تم نے بھی کاپی نہ چھوڑی۔ معلوم تھا کہ سب سوال کر کے آئے پڑ۔ سب دوستوں نے ارد گرد جمع ہو کر جانا شروع کیا۔ میں تھا کہ کاٹو تو تو نہیں بدن میں۔ ٹیکل ٹول کر کے گھر کی طرف چل گیا

تھے جو رات کئے تھے۔ لیکن وہاں کچھ ایسے خوش و خوش گم ہوئے کہ تمام قواعد یا دہی نہ رہے۔ دعا کریں دوسرا ہرچہ اچھا ہو جائے۔ ورنہ بڑی مشکل ہوگی؟

”دیکھا میں نہ کہتی تھی کہ سو جاؤ۔ شب بیدار ہی اچھی نہیں ہوتی۔ انسان اگلا پھلا بھول جایا کر رہے۔ امتحان میں اتنا پرہیز بالکل فضول حرکت ہے۔ رات بھر جاگنا کئے وہاں خاک دماغ میں آتا۔ اب دوسرے پرچے میں کمی پوری کرنا؟ امتحان غم نہ ہو۔ دو ماہ کی جاتی کے انتظار کے بعد نیچو نکلا۔ یہ زانم کا سیاب، طبیب کی فہرست میں تھا۔ کیونکہ بقیہ پرچہ جات والدہ کی زین بدایات کے تحت کئے تھے۔“

سر جکڑنے لگے۔ رات کی منت کا نقشہ سامنے آگیا۔ آنکھیں ڈبڈبائیں۔ طبیعت غم سے ٹھہرا ہو رہی تھی۔ ایک ایک قدم چلتا دشوار تھا۔ ہزار وقت گھر پہنچا۔ بغیر کسی سے بات چیت کئے اپنے کمرے میں گھس گیا۔ حساب کھولا۔ جوابات دئے صرف تین سوال ٹھیک تھے۔ سوال دہی تھے جو رات کئے تھے۔ لیکن افسوس قسمت نے ساتھ نہ دیا۔ غفلت خیالات آتے اور ہرے غم میں اضافہ کر کے چلے جاتے۔ اسی پریشانی کی حالت میں بیٹھا تھا کہ کمرے میں امتی جان آئیں یہیں اور سر پر ہاتھ رکھ کر کہیں گویا ہوئیں۔ ”کوہ بیا چہر اترا جو اس نظر آتا ہے چیز تو ہے۔ پرچہ کیسا بڑا؟“

”امتی۔ کچھ ایسا ویسا ہی ہوا ہے۔ سوال تو سب دہی

تسلی

نبیہ نکر حضرت شمس احمد شاہی

مشغلہ ہے کچھ نہ کچھ دل کے پہلنے کے لئے
اب تمنا کیوں کریں قسمت بدلنے کے لئے
وائے ناکامی کہ وہ آئے پہلنے کے لئے
ہم تو یہی ہوئے دنیا میں جلنے کے لئے
کیا ہوئی تھیں وہ مسیر ہاتھ ملنے کے لئے
ہو گیا قسمت سے اپنی وہ بھی جلنے کے لئے

وصل جا ماں گرنصب دل نہیں فرقت تو ہے
ہو چکا آفت زدہ دل آشنا کے دروغ غم
جذب دل کو کیا کروں جب میری قسمت تجہری
شمع پر پروانے نے کہتے ہوئے یہ جان دی
یاد آتی ہیں تیری پہلی ملاقاتیں مجھے
ایک ہی سے شمس تو نے دل لگایا تھا مگر

سیرِ بیاس

از قلم حقیقت رقم جناب عبدالنور صاحب قمر اجالوی

المناک نغمے تھے بیکل فضا پر
مست بھی پھرتی تھی چہرہ چمپا کر
جو دفتر میں احباب بیٹھے تھے مل کر
چلیں سیر کو "حامیان" مبشر
کسی نے پائے مست کے ساغر
پریمی ایک مشکل یہاں ہم پہ آ کر
مقدر میں لکھا تھا "سائیکل" پہ چڑھ کر
لیا ہم نے دم نہر پہ جب پہنچ کر
لب آب بیٹھے سبھی ہم گھر سی بھر
کہ کچھ تار بوٹوں سے آڑ سے جو یکسر
ہوٹا ٹیرٹھا افسوس سائیکل کا چکر
بیاسا کے ساحل پہ پہنچے بالآخر

نغمے اپریل کے دن ہوئیں تھیں مضطر
ہوا تھا ہمیں ان دنوں ایک صدمہ
چھڑی یہ پر باہمی گفتگوئیں -
وہاں مشورہ ہو گیا طے یہ باہم
ہوئی شادمانی کے سازوں میں لرزش
بیاسا کی جانب متھا جانا مگر اب
سفر کاٹنا ہو گیا سخت مشکل
مگر مشکلوں میں خوشی اک نہاں تھی
مست کے پھولوں سے دامن کو بھر کر
مگر راہ میں پڑ گئی اور مشکل
تو دھوٹ کر ہو گئے سب نکتے
پریمی مشکلوں سے سفر ہم نے کاٹا

بیاسا کی موجوں پہ موجیں چڑھی تھیں
بصد ناز آگے کو وہ بڑے نہ ہی تھیں

(طبیب منورہ دیوبند)

وہاں ایک ٹیلے پہ نظر لگی تھی یہاں جوشِ الفت میں آوارگی تھی
کہ دریا کی موجوں پہ کشتی ہماری
چلی اس طرح جیسے باوہماری

<p>گلابی سی رنگت تھی جب آسماں کی تھی سورج کی کرنوں میں اک بقراری ترپتا تھا دل اس جگہ کی فضا کو محبت کے نعمات تھے گد گداتے وہ نگہت وہاں پر کہ سرشار تھے ہم غرض ایسا دلکش تھا منظر وہاں پر پھوٹی شام کو وحنِ دل سب فضا جب ہوئے سیر سے تیسرے دن کو واپس بالآخر ہمیں یہ بتانا ہے باقی</p>	<p>دلوں کی خوشی سے کلی چھوٹی تھی فضا سے ہم آغوش یہ روشنی تھی طبیعت ہماری یہاں لگ گئی تھی مسرت کی آواز ہمیں آ رہی تھی بھری ہر سبُو میں مئے بے خودی تھی خوشی اور مسرت کی اک زندگی تھی برطی روح پرور سحرِ زائے گھڑی تھی گھٹا بال پر کھول کر جب کھڑی تھی گئے بھیگ کپڑے وہ بارش پڑی تھی</p>
---	--

جو گزری ہے ہم پر بتائی ہے ہم نے

یہی سیر تھی جو سنائی ہے ہم نے

حاشیہ: ۱۔ اسے یہ نظم دیر کی آئی تھی اب تک شائع نہ ہو سکی تھی۔ ادیٹر: علامہ ادرۃ البشر: ۳۵ پڑھا سیکھا جاتا ہے
مزدور و ماعویٰ بجے! قمر: ۳۵ جناب: ۳۵ کی مہربانی سے قصہ: ۳۵ (معاون کیجئے، آپ کے سائیکل کی تاریں ہی پوسیدہ تھیں، سائیکل)

بہادر شہزادہ

از محسن الاسلام صاحب بٹ جالندھری

یہ ایک بہادر ادیب کا مصداق ہے جس میں لکچرہ سنی کی جھلک ہے۔ لیکن آنسو والی چٹکی تحریر کے بھی جو کہ ادیب کو لیب کا خطاب دیتی ہے، نشانی پائے جاتے ہیں۔ ہم اپنے نو عمر مضمون نگار کا خیر مقدم کرتے ہیں۔

(ڈپٹی)

چوٹا بیٹا تھا۔ اس کا نام برہن تھا۔ وہ ایک بچے شہزادے کی طرح یوں گویا ہوا۔

”کیا!۔۔۔ وہ بولا۔۔۔ کہ ہم ان کو خراج دیں تم ان کس بات سے ڈرتے ہو۔ تم کو اس بات سے شرم آتی چاہئے اے پدر! ہم ضرور ان سے میدان جنگ میں مقابلہ کریں گے آپ مجھے قلعہ پر پہرہ کے لئے لگا دیجئے۔ موت ہر پوتی ہے لیکن صرف ایک دفعہ!!“

لڑا کے کے جو شیخہ الفاظ نے ان کے دلوں میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔ وہ سب زمین پر گر پڑے۔ معافی مانگی نیک شہزادہ نے ان کو معاف کر دیا۔

(۲)

تمام بہادریوں پر آگ لگا دی گئی جس کا مطلب یہ تھا کہ جو لوگ بہادر کینیڈی کے ساتھ لڑائی میں شریک نہ ہو سکیں۔ وہ جلدی سے آجائیں۔ شہزادہ برہن قلعہ پر کچھ فوج کے ساتھ چھوڑ دیا گیا۔ بادشاہ خود ایک بڑی فوج کے ہمراہ مشرق کی طرف روانہ ہوا۔ تاکہ دشمن سے دو دو ہاتھ ہوں۔

دشمن ایک دریا کی مانند حملہ آور ہوئے۔ دونوں سے

(۱)

دلت ہوئی آئرلینڈ میں کینیڈی نامی ایک زبردست بادشاہ حکومت کرتا تھا۔ ایک دن اس نے بہادریوں کو طلب کیا۔ وہ ہاتھوں میں خوب سیّد ط اور بے تیر لے ہوئے آئے جب سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ گئے تو بادشاہ نے ظالم حلاوت کے ظلم بیان کرنا شروع کئے۔ تمہاری کیا رائے ہے بہادرو! اس نے پوچھا کیا ہم میدان جنگ میں ان کا مقابلہ کریں۔ یا ان کو کچھ مدد دیں گے کہ ملک میں امن رہے دیں؟

کسی نے لڑائی کا شور نہ دیا۔ کسی نے ملک میں امن رہنے کے لئے رائے دی۔ کیونکہ دشمن ان سے کہیں زیادہ طاقتور تھے۔ یہاں تک کہ اس بات پر خوب لے دے پہنچ گئی ابھی اس بات پر ٹھکرا سہی رہا تھا۔ کہ ایک لڑاکا ہاتھ میں لڑائی کی کھال لے لے ہوئے آیا۔ اس نے سنہری رنگ کی زبردست بکتر پہنی ہوئی تھی۔ اس کے گلے میں ایک سنہری کارپٹا ہوئے تھا۔ کالے سے ایک سونے کی زنجیر لگی ہوئی تھی۔ اس کی چھاتی چوڑی تھی۔ اس کے گھنگرولے بال اس کے سرخ چہرے پر پڑ رہے تھے۔ یہ بادشاہ کینیڈی کا سب سے

(۳)

ایک دفعہ اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر آگ لگا دیا تھی ۔
لوگ اپنے گاؤں سے ہاتھوں میں لڑائی کے ہتھیار لئے
سڑکے نکل آئے ۔ ایک دن جبکہ ماحون جلسہ کر رہا تھا ۔ کہ
دشمن کا ایک سپاہی ہاتھ میں صلح کا بھٹکا لئے ہوئے آیا ۔
اور یوں گویا ہوا ۔

” ہمارے آقا نے حکم دیا ہے کہ قلعہ ہمارے حوالہ
کر دو ۔ اور بے ان کا جسم مردہ یا زندہ پہنچا دو ۔ اپنے ساتھیوں
کو گھروں میں بھیج دو ۔ اور ہمیں سالانہ خراج دینے کا وعدہ
کر دو ۔ تمام پہاڑوں نے غصے سے اپنے اپنے تیراٹھے
بادشاہ ماحون نہایت غصے سے اٹھا اور بولا ۔ اپنے آقا کو کہہ دو
کہ ماحون اس کے حکموں پر منتہی ہے ۔ اور کہہ دینا کہ وہ اپنے
ملک کا خراج نہیں دے سکتا بلکہ لے سکتا ہے ۔ ماحون نے
بات ختم بھی نہ کی تھی کہ ماحون بولا : ” تم اپنے آقا کو کہہ دو
کہ ہمارے لوگ مزاہکت سے بہتر سمجھتے ہیں ؟ “
” دشمن کا بہادر سپاہی بالکل نہ ڈرا ۔

” سنو ! وہ گرج کر بولا میں اپنے ساتھ ایک زبردست
فوج لاؤں گا ۔ ماحون تمہارے بادشاہ کو اور تمہارے لکڑیاں
کو اس طرح تباہ کر دوں گا کہ سب کا خون ایک ندی کی طرح بہتا
ہو نظر آئے ؟ “ اس بے عزتی کے الفاظ پر ماحون چپ
رہا ۔ لیکن اس کے چھوٹے بھائی بہان کی آنکھوں سے آنسو
نکل رہے تھے ۔ اس کے ختنے پھول رہے تھے ۔ اور وہ
غصے سے بولا ۔

” اپنے آقا کو کہہ دینا کہ بہان اس کے پاس آئے گا

بھٹکے اور مہنوں سے بچنے لگے ۔ لیکن لڑائی کا کوئی
نتیجہ نہ نکلا ۔ آخر ایک دن بہان کو ایک بہت بڑی خبر ملی کہ
کا باپ کی زندگی مسمی اور اس کے تمام بھائی ۔

سوائے ماحون کے سب لڑائی میں کام آئے ہیں ۔ کچھ عرصے
تک بہان اپنے باپ اور بھائیوں کا قہقہہ کرتا رہا ۔ ماحون کو
بادشاہ بنا دیا گیا ۔ لڑائی بھی کچھ عرصہ کے لئے ختم گئی ۔ بہان

نے بہان کو صلح مشورہ دیا ۔ لیکن بہان بھائی سے یوں
مخاطب ہوا ۔ ” اے بھائی ! بہان کی زندگی کا بیشا غیر ممالک کے
دشمنوں سے صلح نہیں چاہتا ۔ بلکہ لڑائی ! “ وہ ایک مزبور دہندہ

تھا ۔ اس نے یہ الفاظ نرمی سے نہ کہے تھے ۔ اس نے یہیں
کوسا نہ لیا ۔ اور گھنے جنگلوں میں داخل ہوا ۔ وہ ان کو نہ کہیں
آرام لینے دیتا تھا ۔ نہ بیٹھنے دیتا تھا ۔ ہٹتے گزر گئے اور

انکی جماعت کم ہوتی گئی ۔ بہان تک کہ صرف ہندو وفادار ساتھی
رہ گئے ۔ ایک دن ایک عورت اس کے سامنے آئی ۔ اور بولی
کہ وہ ایک لالہ زعفران چاقو ہے لائی ہے ۔ کہ اس کا بھائی

ماہون اسی جنگ میں ہے ۔ اور ایک بڑی فوج اس کے ساتھ ہے
اور وہ اسے چاہتا ہے ۔ بہان کے چہرے پر ایک امید کی
جھلک نظر آئی ۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو چھپے رہنے کا
حکم دیا ۔ اور خود اپنے بھائی سے ملنے چلا ۔

” تمہارے باقی ساتھی کہاں ہیں ؟ “ بہان نے پوچھا ۔
” صرف ہندو باقی ہیں یہ اس کا جواب تھا ۔ اور باقی
دشمنوں کا شکار ہو گئے ۔

ماہون غصے سے چلا آٹھا ” آخر نیند کے لئے آزادی اور
دشمنوں کے لئے موت “

زنجیروں سے بندھا ہوا نہیں بلکہ باندھے
دوسرے دن موتے ہی لڑائی شروع ہو گئی۔ اس سے
پہلے کسی بھی آرکائیڈ کے لوگ اس بہادر سے نہ لڑے
تھے۔ کسی دنوں تک لڑائی ہوتی رہی۔ آخر دشمن کو شکست
ہوئی۔ چاروں طرف سے خوشی کی اور زین بند ہوئیں۔
”مٹھو رو! مٹھو رو! شہزادہ بران کے گونجے ہوئے الفاظ
تھے۔ ابھی ہیں کچھ اور کرتا ہے۔ اور ان کے بادشاہ کو بکڑاتا
ہے۔ آخر بڑی دور دھوپ کے بعد اس نے بادشاہ پر

قبضہ پایا۔ اس کو قتل کر دیا گیا۔ ماحون کے انتقال کے
بعد بران بادشاہ ہوا۔ سالہا سال گزر گئے۔ اور بران پورا
ہو گیا۔ آخر پھر دشمنوں نے حملہ کیا۔ بوڑھا شیر اگرچہ
کمزور تھا۔ لیکن اس میں جوشن باقی تھا۔ لڑائی میں
بران اور اس کے چار لڑکے کام آئے۔ لیکن
دشمنوں کو بری طرح شکست ہوئی۔ آخر دشمنوں نے
حملہ کرنا چھوڑ دیا۔

رولو

زیر اوارت جناب عبداللہ صاحب فاروقی حجم ۷۲ صفحے۔ سالانہ قیمت ایک روپیہ
ملنے کا پتہ۔ دفتر محشر خیال۔ نئی سرگرمی دہلی۔

محشر خیال

یہ اردو زبان کا باوجود ۷۲ صفحے کی ضخامت کے ارزاں ترین مہوار مجلہ ہے۔ نہایت نخت و قابلیت سے ایڈٹ
کیا جاتا ہے۔ نظم و نثر دونوں خوب ہیں۔

مصنفہ جناب میاں سلطان احمد صاحب وجودی قیمت ایک روپیہ۔
ملنے کا پتہ۔ منیجر نظامیہ بک ڈپو ٹالہ۔

لازونیاز

وجودی صاحب ایک پرانے صحیفہ نگار ہیں۔ ادراذ خیالی کی وجہ سے کافی صوبت اٹھا چکے ہیں۔ ”لازونیاز“
آپ کے ان معامین کا نمونہ ہے۔ جو ادب لطیف کی صورت میں وقتاً فوقتاً خواہ رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے
آپ کی تحریر میں سادگی و پرکاری کا جو سب سے نمایاں ہے۔ کتاب مجلہ اور دیدہ زیب ہے۔ لکھوائی چھپوائی
نہایت عمدہ۔

معلومات عامہ

(۱) (۲) (۳)

عہد جدید کے ثبات مجھے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) ہوائی جہاز (۲) ریڈیو (۳) بے تار برقی
(۴) ایکس ریز (۵) خود بخود چلنے والے بجلی (۶) تریاق

”دکولیٹ“ دنیا کا سب سے بڑا ہیرا ہے

”دکولہ نور“ ہندوستان کا سب سے مشہور ہیرا ہے۔

جو گوگنہ کی کانوں سے برآمد ہوا۔ اور علامہ الدین علی

ہمایوں۔ نادر شاہ۔ رنجیت سنگھ اور ملکہ وکٹوریہ کے

ہاتھوں سے ہوتا ہوا۔ اب تاج برطانیہ کی زینت ہے۔

دنیا کے امیر ترین آدمیوں میں سے ہنری فورڈ

(امریکہ) نظام حیدر آباد (ہندوستان) راتھ شیلڈ کرزن

راک فیکر (امریکہ) اور آغا خان (ہندوستان) مشہور ہیں

بعض ناموں کے ساتھ بعض اشیاء مشہور ہو گئی

ہیں۔ جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

(۱) پاما کے بوٹ (۲) برک بانڈ کی چمکے۔ (۳)

برما پٹرولیم کمپنی کا پٹرول (۴) ڈٹ مار کی لیسپ (۵)

ڈن ٹپ کے موٹر ٹائمر (۶) فلیکس کے بوٹ (۷) جلیٹ

کے ریزر (۸) گڈ پٹر کے موٹر ٹائمر (۹) گلیکو کے

بسکٹ (۱۰) ٹیشن کی چائے۔

سب سے اونچا پہاڑ۔ ہمالیہ

سب سے بڑا شہر۔ لندن

سب سے بڑا جزیرہ۔ گرین لینڈ

سب سے بڑی آبشار۔ سدر لینڈ

سب سے بڑا سمندر۔ بحر الکاہل

سب سے بڑی سرنگ۔ بن ٹینویشن

سب سے بڑی جھیل۔ کیس بین

سب سے بڑا دریا۔ ایمران

سب سے بڑا صحرا۔ صحرائے اعظم افریقہ

سب سے بڑی دیوار۔ دیوار چین

سب سے بڑی عمارت۔ آنا دس کا مجسمہ (امریکہ)

سب سے بڑا آتش فشاں پہاڑ۔ شنبورینڈ

سب سے گرم جگہ۔ باب المندب

سب سے ٹھنڈی جگہ۔ بحر شمالی قطب شمالی کے دریا

مکرو فریب چھوڑ دے گمشتہ ہدی

کعبے میں آکے دیکھ ذرا جلوہ خدا

قادر کے کاروبار تو۔ ظالم مٹائے گا

کیا پدسی شیخ اور کیا پدسی کا شور با

عبد الرحمن خان شیخی دہلی

حل طلب انعامی محنت

مثال	اشارہ راست	کل حرف	غیر ترتیب حروف	جوابات
۱	ایک دریا کا نام	۴	ل۔ م۔ ن۔ پ۔ ر۔ س۔ ت۔ ج۔ ا۔	جہلم
۲	ہندوؤں کا متبرک شہر	۳	ر۔ س۔ پ۔ ا۔ ن۔ گ۔ م۔ سی۔	
۳	ایک صحت بخش مقام	۳	ن۔ م۔ م۔ سی۔ ع۔ ر۔ و۔	
۴	ایک مشہور درہ کا نام	۴	ب۔ ر۔ سی۔ و۔ خ۔ ٹ۔ ج۔	
۵	ہندوستان کا ایک مشہور دریا	۴	ا۔ گ۔ ج۔ ت۔ ن۔ م۔ گ۔	
۶	زندگی کے لئے ضروری شے	۵	ٹ۔ خ۔ ک۔ سی۔ ا۔ ر۔ و۔	
۷	ایک مسلمان لڑکے کا نام	۵	م۔ ج۔ و۔ ظ۔ ٹ۔ ن۔ و۔	
۸	دنیا کی مشہور آبشار کا نام	۶	ا۔ ن۔ گ۔ ٹ۔ ا۔ سی۔ ر۔	
۹	ایک پہاڑ کا نام	۶	و۔ ل۔ سی۔ من۔ ا۔ و۔ م۔	

طرفہ ۱۔ غیر ترتیب حروف میں سے جتنے حرف لکھے ہوئے ہیں ان میں سے اشارات کے مطابق کل حروف لے کر اپنے جوابات کے خانے میں درج کریں مثلاً جو مثال دی ہوئی ہے اس کے غیر ترتیب حروف سات ہیں ان میں سے چار حروف لئے گئے ہیں ان پر لکیر دی گئی ہے اس طرح جواب جہلم آیا ہے۔ اسی طرح باقی سوال کریں۔

مثلاً خط ۱۷ ہر حل کے ساتھ ایک آنے کا ٹکٹ آنا چاہئے۔ اور تمام حل ۲۵ دسمبر تک آنا چاہئیں۔

۱۸ ایک آدمی ایک سے زیادہ حل بھی روانہ کر سکتا ہے۔

۱۹ معزز کے اصل حل منگوانے کے لئے ایک آنہ۔ کے ٹکٹ زائد آنا چاہئیں۔

اخراجات ۱۔ پہلا انعام بالکل صحیح حل کرنے والے کو ایک عمدہ خادشیں پی ۴۱ دوسرا انعام اس شخص کو دیا جائے گا جس کے سب سے زیادہ حل موصول ہوں گے۔ جو کہ ایک عمدہ ریشمی روال ہے۔ تیسرا انعام ایک عمدہ پیٹھ اس شخص کو دیا جائے گا جس کی ایک غلطی ہو۔ اور اخراجات قرعہ انداز سے تقسیم کئے جائیں گے۔ اور منبر کا فیصلہ ہر رات میں قبول کرنا پڑے گا۔ پتہ ۱۵۔ سیٹھ واد احمد آف منصور سی محلہ دارالرحمت قادیان

نوٹ ۱۔ اخراجات کا مفید اگلے پروج میں درج ہوگا۔

ادب لطیف

حقیقی تلاش

از جناب نسیم سخی لاہور

میں اپنے کمرہ میں تنہا سر جھکائے بیٹھا تھا۔
 دماغ کی پریشانیوں
 اور دل کی بیتابیوں سے رہائی پانے
 ہاں ہاں ہمیشہ کئے
 آزاد ہونے کے خیال کی جیتی گہرائیوں میں مستغرق۔
 معاہدہ کسی نے دروازہ کھولا۔

اس نے مجھے اپنی دم بدم باریک آوازیں کہا۔
 "ہر وقت پریشان ہر وقت حیرن یہ بھی کوئی زندگی ہے۔
 کیوں افسردگی کے ہاتھوں دل کا خون کر رہے ہو۔
 میرا استغراق ٹوٹا۔
 میں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"ہیں فہیم
 کیا کچھ بچے ہو۔

میری اس پریشانی سے تم نے کیا سمجھا۔
 میں پریشان رہتا ہوں۔
 لیکن کسی مددگارین کے لئے نہیں۔
 میں جبران رہتا ہوں لیکن اس لئے نہیں۔

ہاں سنو!

اس لئے نہیں کہ کسی پرہیزگار کی نگاہ قاتلانہ کا موردِ عتاب ہوں

میں جوش و خروش میں۔

دیوانگی میں

جنگلوں کی سست

سجھاگ جاتا ہوں

سادہ رہتا ہوں

بھوکا۔!

لیکن اس لئے نہیں

ہاں سنو

اس لئے نہیں کہ میں

کسی پرہیزگار چہرہ کا ستلاشی ہوں

دنیاوی جاہ و جلال

دنیاوی حشمت کی حرص و آرز

میری پریشانی کا باعث نہیں۔

میں دنیا و دنیاہ سے بے نیاز ہو کر

اپنی ہی ایک دنیا بنا کر

اس دنیا کے لوگوں سے الگ تھلگ

رہتا ہوں

اس لئے نہیں کہ اس دنیا کے لوگ خدا رہیں۔

بے وفا بھی۔ (تقریر مسنونہ مشاعرہ پریکٹس)

بچوں کی دنیا

ہیں افسوس ہے کہ گزشتہ - بانجھ مسلسل اشاعتوں سے ہم بچوں کی سجد کے صحائف کھانیاں وغیرہ شائع نہیں کر سکے۔ البشر کے ننھے ننھے خریداروں کی طرف سے ہیں لگانا ریاضات اور چٹیاں موصول ہو رہی ہیں۔ اور انہوں نے وجہ دریافت کی ہے کہ ان کے صفحات البشر میں کیوں بند کر دئے گئے؟ ان پیغامات اور چٹیاں لکھنے والوں میں سے بہتوں نے البشر سے قطع تعلق کر لینے کی دھمکی بھی دی ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ بچے ان صفحات میں کس حد تک دلچسپی لیتے ہیں۔ سواب چونکہ ہیں انہیں تو چکاسے کہ بچے ان کے لئے بہت بیتاب ہیں۔ اور ان کو پڑھ کر مسرت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے ہم تمہارے پیغامات اور تمہاری چٹیاؤں کی قدر کرتے۔

ہوئے اور تمہاری تفریح بلع کو مد نظر رکھتے ہوئے اس زمینی و فزیب کہانیاں دلچسپ لطائف و معلومات شائع کرتے ہیں۔ اور آئندہ بھی شائع کرتے رہیں گے۔ مگر تم سے بھی ہو سکے تو خود درد اپنی آپا - یا بڑے بھائی - یا بابا یا ان سے کہانیاں سن کر لکھ بھیجو۔ اور دیکھو بھی ایسی کہانی نہ بھیجنا جس میں جھوٹ کی آمیزش ہو۔ بلکہ ایسی بھیجو کہ کہانی پڑھنے والے کو کوئی عمدہ سبق ملے۔

ادیلٹر

بقیہ مضمون صفحہ ۲

بلکہ میں کسی ایسی چیز کا تلاش ہوں۔ جس کی محبت ابدی ہو۔
ہاں ہاں سنو
خود سے سنو نہیں
میں ایسی چیز کا تلاش ہوں جو ابدی ہو۔
جس کے عہود پر در باعث رحمت ہو نیکی بجائے
سنو نہیں
باعث رحمت ہو نیکی بجائے باعث رحمت ہوں۔

بہترین علمی۔ ادبی

یادگار
المبشر کا عید قربان نمبر ہوگا
جسے دلوں آپ اپنے پاس
محفوظ رکھیں گے

جوڑی کے آخر میں

کیا ہوگا

جماعت احمدیہ کے

واحد علمی و ادبی ماہ نامہ
المبشر کا بلند پایہ شاہکار
عید قربان نمبر
ہوگا

جوڑی کے آخر میں

المبشر کا وہ مہتمم با شان

عید قربان نمبر

شائع ہوگا جس کے بچیدگوش افسانے

معرکہ آرا ڈرامے بلند پایہ نظمیں

نتیجہ حیرت انگیز نیشاں افزا لطیفے

اپنی دلکشی اور دلچسپی کا جواب نہیں
رکھیں گے

المبشر کے

عید قربان نمبر کا

صرف ایک افسانہ

یا ڈرامہ چھ آنے

میں ہر حال اڑاں

ہے

عید قربان نمبر

کا ہر افسانہ

شاہکار کی

حیثیت رکھے

گنا

المبشر کے عید قربان نمبر

آپ کے علمی و ادبی

ذوق کا کافی مواد موجود

ہوگا۔

خریداران المبشر

کو

عید قربان نمبر مفت

المبشر کا عید قربان نمبر

خرید کر ادارہ المبشر کی

حوصلہ افزائی

فرمائیے!

پینجر المبشر الحکم سٹریٹ قادیان

پتہ: محکمہ اردو سیکرٹریٹ لاہور

۱۹۳۸ء کا شاہکار

”الطُفُفُ“
ادب

آسمانِ ادب کے لاف پرستارہ صبح کی تابانیاں لئے ہوئے
پوری شان کے ساتھ بویا ہوگا ہندستان بھر کے آتش نوا
شعلہ کی بلند پایہ نظیں آپ کی روح پر انبساط طاری کر دیگی۔

ایک ہی پرچے میں ایک وقت
مسکراہٹیں اور آنسو تقبے اور آہیں مسرت و غم

معرکہ آرا علمی و ادبی مقالات

دلفناز اور دل گداز فسانے۔ وہاں آفریں اور کینہ آفریں، مسرت خیز اور بہار آفریں، دشت انگیز اور وحشت زا

آپ دیکھیں گے

سانا نے کاہر مضمون، ہر فسانہ، نظم ایک شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے

مشرق و مغرب کے مشہور مصوٰف کی شاہکار تصویریں

جو آپ کے دل و دماغ پر حیرت انگیز کیفیت طاری کر دیں گی

سازہ جازی، فصاحت، ۲۵ صفحات، ان تمام خوبیوں کے باوجود قیمت صرف ایک روپے

گمناپ سانا اور ضخیم فساد و زہریت محال کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہی نہیں بیچے چار آنے (پچھ) بھیج کر فریاد برن جائے

نوٹ: مشہور ترین حضرت کو چاہئے کہ ایسے کثیر لا شعرت مبالغے میں مشہور دیکھ اپنی ہمتاوت کو فروغ دیں (دیجیٹر)

وفادار ٹامی

از محمد سلیمان عرفانی

ٹامی ایک زمیندار کے بڑے کتے کا نام تھا۔ جس کے تمام دانت مارے نصف کے نکل گئے تھے اور وہ بالکل چوڑا تھا۔ ایک دن اس کے مالک نے یہ حالت دیکھ کر اپنی بیوی سے کہا: بیوی بیوی اب ٹامی کو گھر میں رکھنا فضول ہے۔ نہ تو یہ گھر کی رکھوائی کر سکتا ہے۔ اور نہ ہی بیڑ بکریوں کی حفاظت کر سکے گا۔ جب اس کے منہ میں دانت اور پیٹ میں آنت ہی نہیں۔ تو پھر یہ جگل کے دندلوں سے کیا مقابلہ کرے گا۔ بس ہنس مچ اسے گولی مار دی گئی۔ ٹامی اس وقت دھوپ میں لیٹا ہوا تھا۔ اور اس نے یہ سب باتیں سن لیں۔ اور موت کے خوف سے اُس کا دم فنا ہونے لگا۔ اور اُسے اپنی موت کی یاد آنے لگی۔ زمیندار کی بیوی نے اپنے خاوند کو بڑا سبھایا۔ کہ دیکھنا کہیں ایسا غضب نہ کرنا ٹامی ہمارا بڑا وفادار اور خدمت گزار ہے۔ اس نے بچپن سے لے کر اب تک ہماری خدمت کی ہے کہ تمہیں اس کا احساس نہیں۔ خاوند نے کہا ٹھیک ہے یقین جیسی اس نے خدمت کی ویسی خوراک بھی تو اسے ملی رہی۔ خدمت کی تو کیا ہوا۔ اب یہ ہمارے کام کے لائق نہیں ہے۔ بدھائی اس ساری گفتگو کو سن کر ہم سا گیا۔ اور بیچارہ شام ہونے سے پہلے پہلے ہی گھر سے نکل گیا۔ اور اپنے ایک دوست بیڑ لیے کے پاس جو جگل میں رہتا تھا چلا گیا۔ اور اس سے رو رو کر سارا حال بیان کیا۔ اور کہا کہ تو بھائی بیڑ لیے خدا حافظ۔ ہم تو کل مارے جائیں گے۔ ہمارا مالک ہمیں اب نکلتا اور ناکارہ سمجھ کر کل گولی سے مار دینے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

بیڑ یا اپنے دوست کی یہ جگر خراش خبر سن کر بہت آبدیدہ ہوا۔ اور پھر تھوڑی دیر کے بعد کہا۔ کہ بھائی ٹامی تم کیوں فکر کرتے ہو۔ میرے ذہن میں ایک تدبیر آئی ہے۔ اگر تم اس پر عمل کرو تو یقیناً تمہارا مالک نہ صرف تمہیں مار دینے کا خیال چھوڑ دے گا۔ بلکہ تمہاری بیڑی خاطر اور تندر کرے گا۔ ٹامی نے کہا بھائی وہ کیا تدبیر ہے۔ جس سے میری جان بخشی ہو سکے۔

بیڑ نے کہا کہ صبح صبح تمہارا مالک اور اس کی بیوی کھیت پر آتے ہیں۔ زمیندار کا دودھ پینا بچہ اس کے پاس ہوگا۔ جب وہ آئیں گے تو میں چھپ کر آؤں گا۔ اور جب دیکھوں گا کہ بچہ اکیلا ہے۔ تو

میں اس کو لے کر بھاگ جاؤں گا۔ جوہی میں بھاگوں تم میرے پیچھے لپک کر بھاگنا۔ اور مجھ سے بچو۔
چھڑا کر اُسے ماں باپ کے پاس لے جانا۔ وہ بچہ کو دیکھیں گے تو بہت خوش ہوں گے۔ اور اس طرح
تم کو وہ پھر رکھ لیں گے۔ اور تمہاری خدمت کریں گے۔
نامی نے جب یہ تدبیر سنی تو مارے خوشی کے چلا اٹھا۔ اور کہا دوست واقعی تم کو بڑے مزے کی
تدبیر سوچی۔ میں ضرور ایسا ہی کروں گا۔

دوسرے روز جب زنددار اور اس کی بیوی اپنے بچہ کو لے کر کھیت پر آئے تو بھیڑیا جو چلے
سے ہی چھا ہوا تھا۔ جوہی اُس نے دیکھا کہ بچہ کی ماں اپنے دوسرے کام میں مصروف ہے جھپٹ
اُس نے چھلانگ لگا کر بچہ کو زمین پر سے اٹھایا اور جنگل کی طرف بھاگا۔
بچہ کے ماں باپ نے اپنے بچہ کو بھیڑے کے چنگل میں دیکھا تو دنیا ان کے لئے اندھیر ہو گئی
اور وہ پریشان ہو کر شور و غل مچانے لگے۔ لیکن نامی نے جب بچہ کو بھیڑے کے منہ میں دیکھا۔ تو وہ
بے تحاشا بھیڑے پر لپکا۔ اور بچہ کو چھڑا کر ماں باپ کے پاس لے آیا۔

نامی کی اس خدمت سے زنددار بڑا خوش ہوا۔ اور بیوی سے کہنے لگا۔ کہ میں نے نامی کو مارنے کا
جو ارادہ کیا تھا۔ وہ غلط تھا۔ مجھے اب معلوم ہوا۔ کہ نامی اب بھی ہماری خدمت کرنے کے قابل ہے۔
زنددار نے نامی کو شامش دہی اور پیار کیا۔ اور کھانے پینے کو اسے بہتر خوراک ملنے لگی۔

نامی ایک وفادار گتہ تھا۔ اُس کی جان صرف بھیڑے کی تدبیر سے بچی۔ اس لئے وہ بھیڑے کی اس
مہربانی کا بڑا شکر گزار تھا۔ اور جب کسی بھی اسے موقع ملتا وہ بھیڑے کو ہٹے جاتا۔

ایک روز حسب معمول نامی بھیڑے کو ملنے گیا۔ اُس روز اتفاق سے بھیڑیا دو روز کا بھوکا تھا۔ اُس
نے نامی کو اتنے ہی کہا۔ دوست! آج تم بھی میرا ایک کام کرو۔ نامی نے ٹکڑا میزنگاہوں سے دیکھ کر کہا۔
میرے جہر بان اور خوش دوست کہو تمہارا کیا کام ہے میں ضرور کروں گا۔

بھیڑے نے کہا میں دو روز سے بھوکا ہوں۔ آج سخت بھوک لگی ہے۔ اور شومے قسمت سے مجھے شکار
بھی نہیں ملا۔ جاؤ کچھ کھانے کے لئے لاؤ۔

نامی نے کہا میرے دوست میں کس لئے ہوں۔ آؤ اور بڑی خوشی سے میرا ناشتہ کرو۔ میں خود زندگی
سے تنگ ہوں۔ بھیڑیا بھوک کے مارے بے تاب ہوا جاتا تھا۔ اُس نے یہ سنتے ہی نامی پر حملہ کر دیا۔ اور ایک
لحظہ میں نامی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور کھا گیا۔

گمراہ بند سپورٹس

لارڈ ٹینیسن اور ہندوستانی کرکٹ ٹیم

پہلا ٹیسٹ میچ

وزیر ایشیا صاحب

پکیشن الیگزینڈر

کلکتہ کا میز جی لے جائے گا۔ لیکن بتایا جاتا ہے کہ وہ بھی لاہور آکر بیمار ہو گیا۔

پس ہندوستانی ٹیم کے پاس انگریزی ٹیم کے گورد اور ویلارڈ کے مقابلہ میں کوئی تیز باؤلنگ کرنے والا موجود نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندوستانی ٹیم کے کپتان مرچنٹ کو ہرسنگھ اور مبارک کا زیادہ سہارا دینا پڑا۔

ان حالات میں بیمار مرچنٹ کیا کر سکتا تھا۔ اس نے ٹیم کے تمام باؤلرز کو کئی مرتبہ متوجہ دیا کہ وہ اپنے جوہر دکھائیں۔ مگر کوئی بھی مفید ثابت نہ ہوا۔ صرف امرتاہ ہی عمدہ باؤلنگ کرنے والا تھا۔ جس نے زیادہ رنز نہ دیے۔ پہلی انگ میں انگریزی ٹیم کے ایڈرک اور یارڈلے نے گراؤنڈ سٹروکس ایسی نفاست لگائیں کہ ان کا گیند زمین سے اٹھتا ہی نہ تھا۔

پہلے دن میچ کے بعد ہندوستانی ٹیم نے صرف ۱۲۱ رنز کی تحیں۔ مگر لارڈ ٹینیسن کی ٹیم کے صرف دو کھلاڑی ایڈرک اور یارڈلے نے سوانز کر لی تحیں۔

دوسرے دن انہوں نے پھر اہلیان سے کیفنا خروج کر دیا۔ ہماری طرف سے ہرسنگھ اور مبارک باؤلنگ

حالی ہی میں انگریزوں کی ایک کرکٹ ٹیم لارڈ ٹینیسن کی سرکردگی میں ولایت سے ہندوستان آئی ہے جس کے ممبر مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) لارڈ ٹینیسن (کپٹن)، پیلر (۳) یارڈلے۔ (۴) گب (۵) پارکس (۶) لینکرج (۷) ولارڈ (۸) گورد (۹) ہارڈسٹائن (۱۰) ہسٹہ (۱۱) ایڈرک

۱۳ نومبر کو لاہور میں لارڈ ٹینیسن اور ہندوستانی کرکٹ ٹیموں کا پہلا ٹیسٹ میچ ہوا۔ جس میں شومئی قسمت سے ہندوستانی ٹیم کو نووکٹوں پر شکست ہوئی۔ ہندوستانی ٹیم کے ممبر مندرجہ ذیل تھے۔

(۱) وی۔ ایم۔ مرچنٹ (کپٹن) (۲) ہرسنگھ (۳) امرتاہ (۴) ہڈلر (۵) پوراج پٹیل (۶) ایل۔ پی۔ جے (۷) امیرالہی (۸) ہزارے (۹) مشتاق علی (۱۰) رام سینگھ (۱۱) مبارک علی۔

ہندوستانی ٹیم کی یہ قسمی قسمی کہ اس میچ کے موقع پر اس کے پاس کوئی تیز باؤلنگ کرنے والا نہیں تھا۔ نثار اس میں ماہر تھا۔ لیکن وہ اپنے والد کی وفات کے سبب کھیل نہیں سکا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ اس کی جگہ

لو رہے تھے۔ انہوں نے ہزار قسم کی لیکن کچھ نہیں سکا۔
خیر جیت نے دونوں کو ہٹا کر امر ناتھ اور امیر اپنی کو باؤنگ
یا۔ یہ بدیلی کامیاب ہو گئی۔ اور جس وقت سکور
۱۴۱ تھا۔ امر ناتھ نے ایڈرک پہنچا کر۔ ایڈرک کے
اؤٹ ہوتے ہی ہندوستانی تیز ہو گئے۔ اور آخر فتح
پہلے سارے کے سارے انگریز ۲۱۷ پر اوٹ
ہو گئے۔

دوسری انگ کے موقع پر لوگوں کو بہت امید
تھی کہ ہندوستانی جیت جائیں گے۔ خوش قسمتی سے
جیت اور ہندو کرنے کھیل کی ابتدا بھی بہت اچھی کی تھی
یہی صرف ۴۶ سکور کے بعد ہندوستان کے سب سے
پتھر کی کھلاڑی اوٹ ہو گئے۔ اور امید یو سی میں بدل گئی
لیکن یہ امر خیر تھا کہ جن ہندوستانیوں کو ڈیڑھ

سے زیادہ کی توقع نہ تھی۔ انہوں نے بعد ازاں بہت اچھا
کھوڑا۔ خلاً امرنگ نے آکر کھیل کا رنگ ہی بدل دیا۔ اور
ابت کر دیا کہ وقت پر وہ بھی بہت ہی اچھا کھیل سکتا ہے۔

رچ اس نے رنز ۲۲ ہی کیں۔ لیکن اس نے جو ایک
پہ کی باؤنڈری لگائی وہ لاہور والوں کو بہت حد تک نہ
میلے گی۔ گیند بالکل ستارہ کی طرح نظر آتا تھا۔ لیکن
اس اندھا دھند رفتار سے وہ کھیلنا زیادہ دیر تک نہ چل
سکتی تھی۔ اور آخر ٹو ابھی بھی۔ امرنگ کے بعد رام سنگھ
نے بھی عوام کی تحسین حاصل کی۔ اور اچھا کھیل کھیل کے
آخر ہندوستانی ٹیم کا صرف ۱۹۱ سکور تھا

لگے دن صبح ہندوستانی ٹیم کا سکور صرف ۱۹۱ انگ

پہلے سکا جس کے یہ معنی تھے کہ اب انگریزوں نے صرف ۱۳۳
کرئی تھیں۔ چنانچہ دوسری انگ میں انہوں نے
آسانی سے یہ سکور کر لیا۔ اور نوہ کوٹوں پر انہیں فتح
ہوئی۔

ہندوستانی ٹیم کی شکست کے میری دوست میں ہندو
اسباب ہیں۔

۱۔ ہندوستانیوں کے پاس گودر اور ویلارڈ کے
مقابلہ کا خاص باؤنگ کرینولا کوئی نہیں تھا۔

۲۔ ہندوستانی گراؤنڈ سٹروکس سے کام نہ لیتے تھے۔

۳۔ کئی پرانے اور تجربہ کار کھلاڑیوں کو ٹیم میں شامل نہ
کیا گیا تھا

۴۔ جس طرح انگلستان میں ہندوستانی ٹیم کی شکست کا بڑا سبب

باہمی منافقت اور برادراں روح کا فقدان تھا۔ . . .

. . . اور جبکی وجہ سے ہندوستان کے سب سے بڑے کھلاڑی

امرناتھ کو واپس ہندوستان بھیج دیا گیا تھا۔ اس طرح میرے

خیال میں یہاں بھی "ٹیم سپرٹ" نظر نہ آتی تھی۔

۵۔ جیسا کہ ہر ڈینیسن نے ایک انٹرویو کے موقع پر

کہا ہے۔ انگریزی ٹیم کا ٹیلنگ اور باؤنگ بہت اچھا تھا

اور انہی کی وجہ سے انہیں فتح ہوئی۔ ہندوستانیوں کی یہ

دونوں چیزیں خراب تھیں۔

اب ہماری نظریں دوسرے ٹیم پر جو شکستیں ہو گئیں

گی ہوئی ہیں۔ کلاش کہ ہندوستانی کرکٹ ٹیم اپنے ماتھے

پر سے یہ کنگ کا ٹیک آتا رہے۔ خوش آمد ڈینیسنی ٹیم کی

یہ یہ ٹیم کے مقابلہ پر جیت گئی تھی۔ لیکن راجپوتانہ میں ۲۲ کوٹوں پر

۱۹۱ انگ

فائزہ ایک رومان آفرین داستان

نیل کے کنارے بیٹھ کر لکھا ہوا مصر کا ایک دلاؤینہ رومان۔ اس کا افسانہ مصنف کی بہترین کاوش اور ہر باب مصنف کا شہ پارہ ہے۔ جس کو پڑھ کر آپ گھنٹوں بھیرتجرتیں مستغرق رہیں گے۔ اور ایک غیر مرنی استطاعت اپنے دل کے اندر محسوس کریں گے۔ کتابت شروع ہے۔ المبشر کے تمام خریداروں کو ارسال ہوگی۔ اگر آپ فریڈمانہ چاہتے ہیں۔ تو آج ہی اطلاع کر دیجئے۔

قیمت صرف ۸/- ناظم المبشر بک ڈپو الحکم سٹریٹ قادیان

مقامی خریداروں کو ضروری اطلاع

المبشر کے مقامی خریداروں کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ مہربانی فرما کر اپنا چندہ خود جلد سے جلد ادا کر کے کارپردازان المبشر کو شکریہ کا موقعہ عنایت فرمائیں۔ اس مبارک اور احسن طریق سے طرفین کے وقت کی بچت ہوگی۔ نہ ہم کو بار بار یاد دہانی کیلئے زحمت ہوگی۔ اور نہ ان کو تقاضے سے نجان اور درد سہی ہوگی۔

جو دوست کسی وجہ سے چندہ ادا نہ کر سکیں۔ تو وہ ازراہ کرم فوراً دفتر کو بذریعہ تحریر اطلاع کریں تاکہ ان کا نام رجسٹر سے کاٹ دیا جائے۔ کیا ہی سودا نقد ہے اس ہاتھ اور اس ہاتھ نے



ایک ٹکٹ کیلئے پندرہ ہزار روپے

حال ہی میں ایک لڑکے نے بینل برس پہلے کا خریدا ہوا ٹکٹ
پندرہ ہزار روپے میں فروخت کیا۔ آپ بھی ٹکٹ جمع کیجئے۔ کیا
عجب آپ کو بھی کبھی اس قدر گرانقدر مالیت پر ٹکٹ فروخت کر نیا
موقع مل سکے ہمارے یہاں ہر قسم کے مختلف ممالک کے ٹکٹ
قابل فروخت موجود ہیں۔ مندرجہ ذیل شرح سے ٹکٹ منگائیں
اپنے الیم کو زینت دیجئے!

۱۔ مختلف ٹکٹوں کی قیمت صرف چھ آنے
۲۔ ایک روپیہ
۳۔ ٹکٹوں کا تبادلہ بھی ہو سکتا ہے۔

یہ سنہری موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے ٹکٹ جمع کرنا محض دسپنڈ شغلہ نہیں بلکہ
دولت کمانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ آج ہی اس پتہ پر خط لکھئے یا بالمشافہ ملاقات سے
سفر اذ فرمائیے! ایم۔ ایس قریشی محلہ دارالعلوم قادیان (پنجاب)

یہ ساری باتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ اگر آپ کو کوئی ٹکٹ ملے تو اسے فروخت کر کے اس کی قیمت صرف چھ آنے میں جمع کر لیں۔

رجسٹرڈ ایڈیشن نمبر ۲۰۲۲

رجسٹرڈ ایڈیشن نمبر ۲۰۲۲

رجسٹرڈ ایڈیشن نمبر ۲۰۲۲

اختری نوجوانوں میں تعلیمی - ادبی مذاق پیدا کرنے والا ماہوار میگزین

ریسٹالٹ

المبشر

مقام اشاعت

قادیان



مضمون کا

مستور

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۹ء

بدل اشتراک

رئیس التحریر

شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد

مضری

تین روپے
پانچ روپے
دو روپے

سالانہ
ساتھ میں سے
طلباء سے

خریداران المبشر کے نام کھلی چٹھی

برادران - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

المبشر کا یہ گیارھواں نمبر ہے۔ رسالہ اب منظور کر دیا گیا ہے۔ اگلے نمبر پر رسالہ کا سال چہارم شروع ہو جائے گا۔ بہت سے احباب کے نام المبشر کی قیمت کا بقایا چلا آ رہا ہے۔ میں اس نمبر کے معاً بعد آپ کے نام المبشر کا دی پی ارسال کر دوں گا۔ تاکہ گزشتہ حساب صاف ہو جائے۔

دی پی کا پرچہ پرانا ہو گا۔ آپ مہربانی کر کے دی پی وصول کرنے کے لئے تیار رہیے۔ اس سال کے دی پی سابقہ قیمت یعنی دو روپے تین آنے کے ہوں گے۔ اور نئے سال سے یعنی یکم جنوری ۱۹۴۰ء سے تین روپے قیمت ہوگی۔ کیونکہ ہر پرچہ میں قیمتی نوٹو دیئے جائیں گے۔ مجھے یقین ہے کہ سال کے گیارہ پرچے وصول کر لینے کے بعد آپ کی قیمت ادا کرنے میں پس دیش نہ ہوگا۔

میں یہ بھی آپ سے توقع رکھتا ہوں کہ آپ اپنے اس رسالہ کے لئے اپنے دوستوں

میں تحریک فرما کر مجھے مسنون فرمادیں گے۔ والسلام

محمود احمد عرفانی



.....



.....

الکلمۃ الاولیٰ

مصر نمبر لکھنے کی وجہ

میرے قلب میں موجزن تھا ۔

اب بیک مصری قونصل خانہ ہندوستان میں قائم ہو گیا ۔ تو میرے خیال مضبوطی سے پیدا ہو گیا ۔ اور میں نے اپنی بہتر جاندار کہ اس سماں کو اب زیادہ مدت تک معرض النوائس نہیں ڈھانسا چلیے ۔

اگرچہ

الحکم ، در المبشر کے جو بی نمبر لکھنے کی وجہ سے میری معروفیت کا عالم اپنی انتہا کو پہنچا ہوا تھا ۔ مگر میں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتے ہوئے اس نمبر کے لکھنے کے لئے اپنی قلم کو حرکت دی ۔ اور خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ باوجود خشدید بیاری کے اور باوجود شدید معروفیت کے میں اس نمبر کو تیار کرنے کے قابل ہو سکا ۔

مصر سے ہمارے تعلقات

مصر سے ہندوستان کے تعلقات کئی قسم کے ہیں ۔ مثلاً مصر ایک شرقی ملک جو پھر اسلامی ملک ہے ۔ ہمارا در انکے عادات سے ملتا جلتے ہیں ۔ پھر مصر ایک تاریخی ملک ہے ۔ جہاں سب سے پہلے مذہبیت کی بنیاد رکھی گئی ۔ مصر پرانے آثار کی وجہ سے بھی قابل ذکر ہے ۔ پس ان سب امور کی وجہ سے ہر قسم کے متعلق صحیح معلومات کی شدید ضرورت محسوس کرتے ہوئے میں نے یہ سب کچھ لکھا ہے ۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ یہ معلومات اسلامی ممالک سے دلچسپی رکھنے والے لوگوں کے لئے بہت سی باتوں میں اضافہ کرنے والے ہو گئے ۔ (محمد احمد عرفانی ایڈیٹر المبشر)

میرے آٹھ سال کا سابعہ مصر میں گزارا ۔ اور میں نے جب غور سے اس ملک کے حالات کو دیکھا ۔ تو مجھے بیجاار خوبیاں مصری قوم میں نظر آئیں ۔ دوسری طرف یسٹرن باجول کے مضامین بکثرت پڑھے ۔ جو حکماک کی میرے لئے آئے ہیں ۔ اور چند روز کسی ہوٹل میں رہ کر اور کچھ ٹیڈول وغیرہ کی وضعی باتوں کو سن کر کوئی نتیجہ حاصل کر لیتے ہیں ۔ اور پھر اس غلط نتیجہ کو وہ ایک صحیح اور یقینی چیز کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ اور اس طرح ایک قوم کی نسبت غلط خیالات کی اشاعت ہوتی ہے ۔ اور پھر وہ غلط خیالات لوگوں کے اندر راسخ ہو جاتے ہیں ۔

مصریوں سے ہمارا تعلق چونکہ ایک مسلمان قوم کے لحاظ سے ہے ۔ اس لئے میں جب غلط خیالات کی اشاعت کو دیکھتا ہوں ۔ تو مجھے رنج اور افسوس ہوتا ہے ۔ اس وقت میرے دل میں جوش پیدا ہوتا ہے کہ میں ایک کتاب مصر کے متعلق لکھوں جس میں صحیح حالات لکھوں ۔ اور اگر تمہارے لئے مجھے توفیق دن ۔ تو میں کسی وقت ایسی مکمل کتاب لکھوں گا ۔ جو بکثرت تصاویر سے مزین کر دی جائیگی ۔ (انشاء اللہ تعالیٰ) مگر چونکہ کتاب لکھنے کے سامان ابھی میسر نہیں ہیں ۔ اس لئے میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا رہتا تھا ۔ کہ میں المبشر کا ہی ایک خاص نمبر شائع کر دوں ۔ یہ خیال ابھی مجھ سے

مصر کے متعلق عام واقفیت

قبل اس کے کہ ہم مصر کے متعلق کوئی تحقیقی مضامین لکھیں۔ مصر کے متعلق جنرل سردات ہم پہنچا دینا زیادہ ضروری خیال کرتے ہیں۔

مصر کا حدود و اربعہ | مصر کا جلسے وقوع افریقہ کے شمال مشرقی حصہ میں ہے۔ اگرچہ جائے وقوع کے لحاظ سے افریقہ میں ہے۔ مگر اپنے تمدن اور اپنے ظاہری ارتقاء کے لحاظ سے وہ یورپ کا ملک ہے۔ مصر کا حدود و اربعہ حسب ذیل ہے۔

مشرق میں بحر الاحمر اور مدیترہ تک
غرب میں سمومے اعظم اور طرابلس الغرب تک
شمال میں بحر دم بنی بحر اربعین المتوسط تک
جنوب میں سوڈان تک۔

ملک کی تقسیم | مصر دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک حصہ وادی البحرئ کہلاتا ہے۔ اور دوسرا حصہ وادی القہرئ کہلاتا ہے۔ ابتدائی ذراعہ کے نام میں پہلے دونو حصوں میں الگ الگ بادشاہ ہوتے تھے۔ اور بادشاہ کے تاج پر ایک تم کا سینک سا ٹکڑا ہوتا ہے۔ جو ایک حصہ ملک کی نشانی ہوتا تھا۔ اور پھر ایک زمانہ آیا کہ دونو حصے ایک بادشاہ کے پاس آتے ہو گئے۔ تو وہ ایک ایسا تاج پہننے لگا جو دو شاخا ہوتا تھا۔ اور یہ وادی البحرئ اور وادی القہرئ کی اصح بادشاہت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔

مصر کا داخلی انتظام

مصر کا داخلی انتظام دو قسم کا ہے۔ ایک انتظام پولیس کی ریجن کے لحاظ سے ہے اور دوسرا انتظام ضلع وار ہے۔ ضلع وار تقسیم کے لحاظ سے مصر ۱۱ اضلاع

میں منقسم ہے۔ ہر ضلع کا ایک ڈپٹی کمشنر ہوتا ہے۔ جو مدیر کہلاتا ہے۔ ڈپٹی کمشنر پنجاب ہندوستان کی طرح اپنے ضلع کا حاکم اعلیٰ ہوتا ہے۔ مصر چونکہ دو صوبوں میں منقسم ہے۔ اس لئے اضلاع بھی ان صوبوں کے لحاظ سے ہیں۔ یعنی وادی البحرئ میں پچھ اضلاع ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ قلیوبہ۔ مشرقیہ۔ قلیوبہ۔ منوفیہ۔ غریہ۔ اور وادی البحرئ میں حسب ذیل آٹھ اضلاع ہیں۔
چیزہ۔ بنی سویت۔ فیوم۔ المنیہ۔ اسیوٹہ۔ برجہ۔ قنا۔ اسیوٹہ۔

پولیس ریجن کے لحاظ سے

مصر کی تقسیم پانچ محافظوں میں ہے۔ جو حسب ذیل ہیں۔ محافظہ قاہرہ۔ محافظہ اسکندریہ۔ محافظہ سوئیذ۔ محافظہ کینال۔ محافظہ دسبایط۔ اس کے علاوہ تین محافظے صحرائیں ہیں۔ جن کا انتظام جدا گانہ ہے۔ اور ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ (۱) محافظہ جزیرہ سینا (۲) محافظہ الصحراء الغربیہ (۳) محافظہ الصحراء الشرقیہ والجنوبیہ۔ محافظہ کاہرہ انپکٹر جنرل پولیس کا ہوتا ہے۔ یا جیسے بہی میں پولیس کمشنر ہوتا ہے۔

ہر ایک محافظہ کے تحت متعدد قلعے اور چوکیاں ہوتی ہیں۔ مثلاً قاہرہ کے محافظے کے تحت ۳۰ بڑے قلعے ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ ازبجیہ۔ جمالیہ۔ خلیفہ۔ درب الامر۔ سیدہ زینب۔ مرسی۔ دیلی۔ باب النور۔ بلاق۔ شبرا۔ عاچہ۔ مصر قديم۔ حلوان۔ ان تیرہ قلعوں کے سپرد تقریباً پندرہ لاکھ انسانوں کی جان و مال کی حفاظت کا کام ہے۔

روٹی ہے۔ مصر میں ۱۶ لاکھ ایکڑ زمین میں روٹی کاشت کی جاتی ہے۔ مصر سے انگلستان کے کارخانوں کے لئے سو کروڑ پونڈ کی روٹی خریدی جاتی ہے۔

اگرچہ روٹی کی کثرت پیداوار کے لحاظ سے امریکہ اور
ہندوستان اول اور دوم نمبر پر ہیں اور مصر تیسرے
نمبر پر۔ مگر مصر کی روٹی کے دبیشے کے لانا ہونے اور
موت کے لحاظ ہونے میں دنیا بھر کی روٹی سے بہتر ہے۔

آب پاشی | مصر کی ذراعت کی آب پاشی عام طور پر نیل کے ذریعے ہوتی ہے۔ اور یہ دو طرح ہوتی ہے۔ کچھ جگہ جنگ تالاب بنائے گئے ہیں۔ جو نیل میں پانی جب آتا ہے۔ تو ان تالابوں کو اس پانی سے بھر دیا جاتا ہے۔ اور پھر سال بھر ان تالابوں سے پانی لیتے رہتے ہیں۔ اور یہ طریق ذراعت کے زمانے سے چلا آتا ہے۔

اور دوسرا طریقہ جدید ہنری سسٹم ہے۔ جسے بڑے
بند لگا کر نہیں نکالی جاتی ہیں۔ ان کو اپنی حسب ضرورت ٹونگ
کے لحاظ سے دیا جاتا ہے۔ اور اس قسم کی بیشمار ہنریاں
سعر میں اب جاری ہیں۔ اور یہ سسٹم سب سے پہلے محمد علی پاشا
انگریز نے جاری کیا تھا۔

حيوانات

اونٹ - گھوڑا، بچہ، گدھا، گائے، بھینس، بھیڑ، بکری۔
عام ہوتے ہیں۔ بوجھ اٹھانے کے لئے اونٹ اور گدھے
سے عام کام لیتے ہیں۔ بیل اور بھینسا زراعت میں کام
آتا ہے۔ بھیڑ - بکری - عام مرغی اڈے اور کھوکھڑی
تجارت بڑی عظیم اٹال ہے۔ درندوں میں بھیڑ یا گیدڑ
اور نگو عام ہے۔ اور قرم قرم کے پرندے بھی عام پائے جاتے

کافیں
مصر میں پتھر کی بے شمار کافیں ہیں۔ خاص طور پر ایک پتھر

اسی طرح اسکندریہ کے ماتحت فوج تھلے ہیں۔ جن کے حسب ذیل نام ہیں۔ جرکت۔ رطل۔ السباٹ۔ عطا یث۔ النشہ۔ النیا۔ کرند۔ محم باٹ۔ مینا ابعیل۔ ان فوجوں کے سپرد تقریباً سات لاکھ انسانوں کی جان و مال کی حفاظت کا کام ہے۔ یہی صورت دیگر پولیس کشنریوں میں ہے۔

مصر کا نام

مصر میں رتی۔۔۔ دکن۔۔۔ بیکار کے موسم ہوتے ہیں۔۔۔
ریگستانی علاقہ میں خوب گرمی پڑتی ہے۔۔۔ نیل کے کنارے
جو علاقہ ہے۔۔۔ دہاں ٹھنڈی ہوا چلتی رہتی ہے۔۔۔ جیسے بحری
نہتے ہیں۔۔۔ اور کچھ دن جس اور گرد و غبار بھی چلتا ہے۔۔۔ اور
یہ زیادہ سے زیادہ پچاس دن ہوتے ہیں۔۔۔ گران یا نام
میں بھی رات بہر حال ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔۔۔ بحری ہوا کی
وجہ سے لوگ مکانوں کے اندر ہی سوتے ہیں۔۔۔ اور ان کو
باہر سونے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔۔

موسم گرما میں ایسی لڑکی ہوتی ہے کہ ٹوٹ کر مٹ
 چہن سکتے ہیں۔ موسم سرما مصر کا موسم بہار ہے۔ ان ایام میں
 تمام یورپ امریکہ کے سباج یہاں کی سیر کے لئے آتے
 ہیں۔ لاکھوں سباج اگر اس زمین کے چہرہ چہرہ پر رونق پیدا
 کر دیتے ہیں۔

بارش مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے۔ سنو ٹی بارش کو بھی دیکھنا بہت خیال کرتے ہیں۔ گھیتوں کی آبپاشی دریا سے نیل پر منحصر ہے۔ حبشہ اور اریتریا کے چاؤڈل پر بارشیں ہوتی ہیں۔ اور یہ بارشوں کا پانی صحراؤں میں لے جاتا ہے۔ جو ملک مصر کو سیراب کرتا ہے۔

زراعت | مصر میں ہر قسم کی زراعت ہوتی ہے۔ مگر مصر کا جس چیز کی زراعت پر انحصار ہے۔ وہ

بیاد وغیرہ، شیشیوں کے استعمال سے قبل ہاتھ سے بنولے
نکالے جاتے تھے۔

گھٹھریاں بنانے کی مشین
دوسری ضرورت روٹی کے گٹھے
بنانے کی مشین آتی ہے۔ پھر
اس کی مشینیں ملک میں عام لگ گئی ہیں۔

چونکہ بنولہ عام ہوتا ہے۔ اس لئے تیل کے
تیل کے کوٹھو
لئے جگہ جگہ کوٹھو لگے ہوئے ہیں۔ اور ذیل
اور کھلی نکالی جاتی ہے۔

پھر کھانڈ کے کارخانے۔ وہاں آفت مابین سازی
سیکٹ۔ سینٹ۔ دیاسٹاتی۔ برتن سازی۔ دستی رگے۔
ریشمی اور اوتی کپڑے۔ دریاں۔ قالین۔ ترکی ٹوپی۔
چٹائیاں۔ مٹی کے برتن۔ فرنیچر۔ سونے چاندی کا کام۔
کشتی سازی وغیرہ صنعتیں ملک میں عام ہیں۔

آمدورفت کے ذرائع

مصر میں ہر قسم کے آمدورفت کے ذرائع موجود ہیں۔
جہاں جہاں تیل ہے۔ وہاں بذریعہ کشتی، موٹر لاؤنج اور
جہاز کے ہی سفر ہو سکتا ہے۔ اور اگر پانی کی سہاریوں
کے ذریعہ سفر کرنا مقصود نہ ہو۔ تو پھر ریل اور موٹر کے ذریعہ
سفر کیا جاسکتا ہے۔ اور اب تو اہم شہروں میں بذریعہ
ہوائی جہاز بھی سفر کیا جاسکتا ہے۔

نیل میں جولاؤں چلتے ہیں۔ وہ اچھے صاف اور تھرے
ہوتے ہیں۔ جگہ جگہ ٹھہرتے جاتے ہیں۔ نیل کے کنارے
پر ہر جگہ آبادی اور خوبصورت مناظر ہوتے ہیں۔ اسلئے
سفر پر لطف رہتا ہے۔ اور جگہ جگہ دیہاتی عورتیں کھانے
پینے کی چیزیں لاؤنج کھڑے ہوتے ہی لیکر آ جاتی ہیں۔ ریل
کا ڈیڑاں صاف ستھرا اور تیز رفتار ہیں۔ ان کا ذکر الگ اپنی
جگہ آئے گا۔

جسے جزائیت کہتے ہیں عام ہے۔ سنگ مرمر بھی کثرت ملتا ہے بھلا
جنوبی لکھتا ہے۔ اور بعض اور نمک کے خوبصورت پتھر نکلتے ہیں
سوسے کی کانیں بھی ہیں۔ مگر ان سے سونا نکالا نہیں جاتا۔
پٹرول میں مصر سے نکلتا ہے۔ جس کے اہم ترین کوئٹس ہرجلہ
میں ہیں۔ وہاں سے خام پٹرول بمال کر سوئس میں لایا جاتا
ہے۔ جہاں اسے دوبارہ صاف کیا جاتا ہے۔

صناعتیں

مصر صنعتی ملک نہیں۔ کیونکہ صنعتی ملک ہونے کے لئے
یہ ہر ضروری ہے۔ کہ وہ ملک لوہا اور کوئلہ پیدا کرے۔ مگر
مصر میں یہ دونوں چیزیں نہیں۔ اس لئے یہ ملک پورے صنعتوں
میں صنعتی نہیں کہلا سکتا۔ مصری قوم کو ہمیشہ اس امر کا
احساس رہا ہے۔ کہ وہ کس طرح اپنے ملک کو صنعتی ملک
بنالیں۔ مگر متعدد مرتبہ کے تجربہ سے انہیں یہ ثابت ہوا کہ
اجنبی ممالک کی مشینوں سے مال خریدنا ان کے لئے سستا ہے۔
بہ نسبت اس کے کہ باہر سے لوہا اور کوئلہ لاکر ملکی صنعتوں کو فروغ
دیا جائے۔ تاہم گذشتہ ربع صدی کے اندر مصر میں بے شمار
کارخانے کھل گئے۔ اور ملک کی ضرورتوں کو پورا کرنے کی طرف
توجہ کی جا رہی ہے۔ اور جو کارخانے آسانی سے کھل سکتے تھے
ان کا مختصر تذکرہ میں بیان کر دیتا ہوں۔

بنولے صاف کرنا کی مشین
سب سے پہلی چیز جس کی ضرورت
مصریوں کو پڑتی ہے وہ

دولت بنولے صاف کرنے کی ہے۔ اس وقت تقریباً دو سو
کے قریب ایسی مشینیں لگ چکی ہیں۔ جن میں بنولے صاف
کئے جاتے ہیں۔ اور یہ مشینیں حسب ذیل مقامات پر عام
ہیں۔ زقازیق۔ کفر زیار۔ مسفورہ۔ زفتی۔ حملہ البکرلی
دمنہور۔ لٹھا بنسا۔ سمود۔ انقضاہ۔ بکتہ المبح۔
شبن لکرم۔ فیدم۔ النبیہ۔ بنی سویت۔ طافہ۔ قطن۔

کی۔ اس زمین کی عمدگی اور سرسبزی و شادابی نے فرعون کو اللہ تعالیٰ کی ہستی سے غافل کر دیا تھا۔
مسلمانوں نے بھی اپنے زمانے میں اس زمین کو اہم جانا۔

اور آج اس زمیں میں نہر سوینے اس زمین کو دنیا کی کبھی بنا دیا ہے۔ اور تمام قوموں کی نظر اس زمین پر ہے۔

مصر کا مجموعی رقبہ تین لاکھ تراسی ہزار میل مربع ہے جو انگلستان سے آٹھ گنا اور پنجاب سے چار گنا بڑا ہے۔

اس میں زیر کاشت علاقہ صرف ۸۳ ہزار میل مربع ہے۔
مصر ابتدا سے ہی دنیا کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ اور دنیا کی قوموں نے اس زمین کو حاصل کرنی کی کوشش

اسلامی حکومتوں کے دور مصر میں فتح مصر سے لیکر آج تک

۳۵۰ ہجری سے ۳۵۰	۱۔ خلافت راشدہ
۳۵۰	۲۔ خلافت اموی
۱۳۲	۳۔ خلافت عباسیہ
۳۶۳	۴۔ حکومت طوونہ
۲۹۲	۵۔ حکومت اخشیدیہ
۳۵۴	۶۔ حکومت فاطمیہ
۵۶۸	۷۔ حکومت ایوبیہ
۵۶۸	۸۔ حکومت مملوک
۶۲۸	۹۔ حکومت عثمانیہ
۹۲۳	۱۰۔ حکومت علویہ
۱۱۸۴	

حکومت علویہ کے بادشاہ

محمد علی پاشا الکبیر۔ ابراہیم پاشا۔ عباس پاشا اول۔ سعد پاشا۔ ایل پاشا۔ توفیق پاشا۔ عباس صلی پاشا۔
حسین کامل پاشا۔ جلالت الملک احمد فواد اول۔ اور
جلالت الملک فاروق الاول امام اللہ ملکہ

مصر کا نجات دہندہ

محمد علی الکبیر

۱۸۶۹ء میں چوٹی - محمد علی پاشا کا باپ ابراہیم آغا تھیں
کی فوج کا افسر تھا۔ محمد علی پاشا کے والدین اسکے چچن میں
تیمیم جوڑ کر فوت ہو گئے۔

ان کی وفات کے بعد محمد علی پاشا کے چچا طوسون نے
محمد علی کی کفالت شروع کر دی۔ مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت
اس تیمیم بچے کے لئے کچھ اور چاہتی تھی۔ اس نے طوسون کی
زندگی کا پیالہ بھی جلد بھر دے ہو گیا۔ اور اس تیمیم بچے کی پرورش
ملا کوئی سہارا نہ ملا۔ تب خدا تعالیٰ نے تولد کے روز نوروز بھی
نامی کے دل میں اس بچے کی محبت پیدا کر دی۔ اور یہی پہلی
سیرتھی اس کی ترقی کی تھی۔

اور اس طرح محمد علی پاشا تیمیم کی پرورش گورنر تولد
کے گھر میں اس کے بچوں کی طرح چوٹی - وہ حکومت کے
ڈپٹی ڈسٹریکٹ ریجنل اکڑا تھا۔ وہ گھنٹوں سمندر میں تیرا کرتا۔
اور سمندر کی لہروں سے کھیلا کرتا تھا۔ اپنے ہم عمروں میں اسے
ایسا اتھند اور حاصل تھا۔ کہ وہ اس کے کہنے کے خلاف نہ کر سکتے
تھے۔ یہ سب عنوان بتلاتے تھے۔ کہ

ہو نہ ہاں برو کے چلنے چلنے پات

گورنر کے تیمیم کے منتقل ہو کر کسی کو خیال آ سکتا تھا کہ وہ ایک
زمانہ میں مصر کا بادشاہ ہو جائے گا۔

محمد علی جب جوان ہوا۔ تو اس کی شادی کر دی گئی

محمد علی پاشا الکبیر ۱۸۶۹ء میں پیدا ہوئے۔ یہ وہ
سال تھا۔ جبکہ تاریخ عالم میں تین زہرست انسان پیدا
ہوئے۔ ان میں سے ایک نپولین بونا پارٹ تھا اور دوسرا
انگلستان کا مشہور فیڈرل مارشل ولنگٹن اور تیسرا
عالم اسلامی کا یہ مشہور زرنزد محمد علی الکبیر تھا۔

یہ تینوں انسان گوشہ گمنامی سے نکل کر بام ادب
پر پہنچے۔ یہ ایسے گھرانوں میں پیدا ہوئے جو ظاہری سبب
ترقی سے بالکل عاری تھے۔ اور کوئی چیز ان کو آگے
لے جانے والی نہ تھی۔

محمد علی پاشا اور نپولین ایک غیر معمولی مناسبت تھی
وہ ایک ہی وقت میں پیدا ہوئے۔ اور ایک ہی جیسے
حالات میں پیدا ہوئے۔ ایک کاریبیکا سے فوجی ملازمت
کے سلسلہ میں فرانس کا شاہنشاہ بنا۔ تو دوسرا ابانوی نسل
یونان سے آکر مصر کا بادشاہ بن گیا۔ اگر محمد علی پاشا اور
نپولین کے حالات کا موازنہ کیا جائے۔ تو بالکل دو دو کے
حالات برابر۔ برابر یکساں چلتے ہیں۔ مگر یہاں اس کے
موازنے اور معارفے کی کوئی تمکین نہیں۔ میں صرف
محمد علی پاشا کی سیرت اور سوانح پر کسی قدر روشنی ڈالنی
چاہتا ہوں۔

محمد علی پاشا ابانوی کے ایک شہر تولد میں پیدا ہوا
اب یہ شہر یونانی حکومت کے ماتحت ہے۔ اس کی پیدائش

اور وہ اپنی معشیت کے سلسلہ میں

تمباکو کا تاجر بن گیا

اور اس طرح بظاہر محمد علی کی زندگی کی ترقی کی انتہا ہو گئی ایک نوجوان جب متاثر ہو کر کسی اچھے یا بڑے کام میں لگ جلتے تو وہ اس کی زندگی کی انتہا ہوتی ہے۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ اسے چھوڑ کر پھر کسی جدید زندگی کی تلاش کریگا۔ مگر آسمان پر ایسے سامان پیدا ہو رہے تھے۔ جو محمد علی پاشا کے لئے ایک سنہری مستقبل تیار کر رہے تھے۔ چونکہ محمد علی کا آئندہ مستقبل مصر سے وابستہ تھا۔ اس نے ضروری ہے کہ مصر کے متعلق چند امور کا تذکرہ کر دیا جائے۔

مصر فوضوی دور میں

مصر اس وقت فوضوی دور میں سے گذر رہا تھا۔ اگرچہ اس وقت مصر کی حکومت ٹرکی کے ماتحت تھی۔ اور ٹرکی اس وقت یورپ کا مرد ہیا تھا۔ اس کے تو اور مصلحت ہو چکے تھے۔ اس کی طاقتیں پراگندہ اور منتشر ہو چکی تھیں۔ ٹرکی سے مصر کے لئے گورنر مقرر ہو کر آئے تھے۔ اور وہ گورنریاں دسفیہ کے مالک ہونے لگے۔ اور جب ٹرکی حکومت کبھی کوئی ایسی ضرورت محسوس کرتی کہ اس گورنر کو تبدیل کر دیا جائے۔ تو اس تبدیل کر دیتی تھی۔

ترک گورنر

ترک گورنروں کا مقصد جاہ طلبی کے سوا دولت سنبھالنا ہوتا تھا۔ گورنر تو دولت جمع کرنے کے پیچھے پڑے رہتے۔ اور ملک کا اندرونی نظم و نسق مالکیہ کے ہاتھ میں چھوڑ رکھا تھا۔ مالکیہ نہایت جاہل اور تخت گیر حاکم تھے اور لوگ ان کے ہاتھوں نالال تھے۔

سلطان مصطفیٰ اعظمی کے زمانہ میں ٹرکی کی حالت

بہت نازک ہو گئی۔ اندرونی پیچیدگیاں بہت بڑھ گئیں جس کی وجہ سے حکومت ٹرکی گورنروں کا تقریبی نہ کر سکی اور اب مصر کی رعایا عینہ مالکیہ کے رحم پر رہ گئی۔

مالکیہ نے مصر میں خانہ جنگی شروع کر دی۔ اور جس کا جہاں زور چلا۔ اس نے وہاں ایک قلوباگ اپنی حکومت قائم کر لی۔ ان کی آپس کی اس خانہ جنگی کی وجہ سے روزانہ قتل و غارت کا بازار گرم ہوتا تھا۔ اس وقت مصر میں نہ کوئی نظام تھا اور نہ کوئی قانون

جس کی لاشی اس کی بھینس

کے اصول پر عمل ہو رہا تھا۔ اس تاریک ذخار اندھیرے میں

علی بے الکبیر

ایک شخص علی بے الکبیر جو مالکیہ میں ہی سے تھا۔ اٹھا۔ اور اس نے اپنی قوت کو منظم کر لیا۔ اور اس بد امنی کو دور کیا۔ یہ وہ وقت تھا۔ جبکہ مصر سے ٹرکی کو خراب تک وصول نہ ہوتا تھا۔ علی بے نے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اور آزادی مصر کا اعلان کر دیا۔ اس نے ٹیکس کم کر دیئے۔ اور اپنا سکہ جاری کر دیا۔ اور ملک میں امن پیدا کیا۔ اس کے مرنیکے بعد اس کا بیٹا ابو زہب بادشاہ ہوا۔ اور پھر اس کے بعد اس کے دو پوتے ابراہیم بابک اور مراد بابک متفقہ طور پر حکمران ہوئے۔ مگر انہوں نے اپنے زمانہ میں لوٹ مار کی ایسی گراگری دکھائی۔ کہ تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ رہا یہ کہ افراد نے شور مچایا۔ اجنبی حکومتوں کے سفیروں نے اور قوفلوں نے بھی سلطنت ٹرکی کو توجہ دلائی۔ مگر ٹرکی اپنے حالات کے لحاظ سے بالکل معذور و مجبور ہو چکا تھا۔ اس لئے کوئی افدائی تدبیر اختیار نہ کی جاسکیں۔

فرانس کا مصر پر قبضہ

محمد علی

کوچی لفٹینٹ کے عہدہ پر فائز کر دیا گیا۔ یہ پہلا دن تھا۔ جبکہ قولہ کا تیمم۔ اور پھر ایک تہا کو فروش جسے اپنے مستقبل کا کوئی تہ نہ تھا۔ فرانس کی فوج سے لڑنے کے لئے جارہا تھا۔ بظاہر وہ موت کے منہ میں جا رہا تھا۔ مگر کسی کو معلوم نہ تھا کہ اس کے لئے موت کے دامن میں سنہری تاج رکھا گیا ہے۔

الفرض

۱۸۰۰ء میں یہ جانباز سپاہی مصر بیچا۔ جہاں محمد علی فوج کی پولیس کی فوج سے ابو قریح کے مقام پر ٹھہر چکی۔ اگرچہ ترکی فوج کو شکست چھٹی۔ مگر محمد علی نے وہ بجا دی کے کاہلے نمایاں دکھائے۔ کہ وہ

کینی کمانڈر

بنادیا گیا۔

نپولین کو جلد واپس فرانس جانا پڑا۔ جنرل کلیئر قتل کر دیا گیا۔ اور مصر میں از سر نو ترکی حکومت قائم ہو گئی۔ اور گورنروں کی آمد و رفت بھی ترکی سے شروع ہو گئی۔ اس سلسلے میں پہلا گورنر خسرو پاشا مقرر ہوئے۔ اس وقت خسرو پاشا کے ساتھ جو علی افط فوج تھی۔ اس فوج کا اصرار علی محمد علی مقرر کیا گیا۔

ایک نئے فتنہ کا ظہور

اب ایک نیا فتنہ پیدا ہو گیا۔ اور یہ فوج اور حکومت کے درمیان تھا۔ جس نے اس قدر طول کھینچ لیا۔ کہ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ خسرو پاشا معزول ہوا۔ طاہر پاشا قتل کیا گیا۔ پھر احمد پاشا کو بھاگنا پڑا۔ علی پاشا جزائری کوئی مار دیا گیا

تب مریو سکون جو فرانسیسی تو فعل مصر میں تھا۔ اور وہ نہایت ہوشیار اور مدبرانہ انسان نے حکومت فرانس کو مصر پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا۔

اس کی رپورٹ پر ۱۸۰۱ء بھری میں جنرل بونا پارٹ اسکندریہ کی بندرگاہ پر اتر آیا۔ اور بغیر کسی مزاحمت کے فرانسیسی عہدہ مصر کی بندرگاہ پر پہنچ گئے۔

فرانسیسی جہازیں سے مراد بے ناکام افسانہ کوشش کی اور بالآخر حمانیہ اور بشتیل کے مقام پر جو قہارے کے قریب ہے۔ اپنی فوج ٹوکر خود صید کی طرف بھاگ گیا۔ اب ہم نے قہارے کے ایک حصہ صالطیہ میں جنگ کر لی چاہی۔ مگر اسے ہی شکست ہوئی۔

فرانسیسی حکومت نے مصریوں پر بھاری ٹیکس لگائے اور جرمانے اور تادان ڈالے گئے۔ جنہیں مصریوں نے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ تب جنرل نپولین نے جبل مغلم سے قہارے پر گولہ باری کی اور اسے تباہ کیا۔

دیہی سپہی کسفر فرانسیسی فوج نے نکال دی۔ انہوں نے لوٹ مار کی۔ عورتوں کی بے حرمتی کی۔ جامعہ ازہر کی توہین کی۔ فوجی لوگ گھوڑوں سمیت اندر داخل ہو گئے۔ تیرہ علماء قتل ہوئے۔ ازہر کا کتب خانہ لوٹا گیا۔

الفرض

دعے بے حرمتی وہ توہین ہوئی کہ الامان والخطیہ۔ شرفاء مصر کے لئے یہ گھڑی بہت نامزد تھی۔ اس سے بڑا وقت انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ جبکہ بالکل ایک اجنبی حکومت کے قبضہ میں جانا پڑا۔ تب حکومت ترکی کی بھی آنکھیں کھلیں اور حکومت ترکی نے مقابلہ کا فیصلہ کیا۔ اس وقت جو فوجیں مصر کو فرانسیسیوں کے پیچھے سے چھڑنے کے لئے بھیجی گئیں۔ ان میں ایک فوج ابانوی بلجیو بہادری کی تھی۔ اس فوج کو گورنر تولد خور بھی نے تیار کیا تھا۔ اس فوج میں منطوقی اور پیدائشی بہادر

وہ ایک جنگی بیڑا لے کر جہانگیر کے محلہ محمد بک الفی کو گورنر مقرر کرے اور محمد علی پاشا کو معزول کر دے۔ مگر ملک کے تمام ذرو دار اراکین نے محمد علی پاشا کا ساتھ نہ چھوڑا۔ مولیٰ پاشا و دواہ تک پڑا رہا۔ خیف جنگیں بھی ہوئیں۔ مگر وہ محمد علی پاشا کو معزول نہ کر سکا۔ بالآخر محمد علی پاشا کی گورنری کی دوبارہ تائید استنبول سے ہو گئی۔ لیکن ممالیک سازشیں جاری رہیں۔

آخری کاٹھا

محمد علی پاشا نے دیکھا۔ کہ ملک میں یہ فتنہ کسی نہ کسی رنگ میں سر نکالتا رہتا ہے۔ اس لئے اس نے ملک میں امن قائم کرنے کے لئے اور

الفتنة امتل من القتل

کے ماتحت محمد علی پاشا نے عقلمندانہ طریق سے ممالیک کا قتل عام کر دیا۔ اگرچہ اس قتل پر بہت سے لوگ افسوس کرتے ہیں۔ مگر تقریباً ایک صدی سے جو ملک ہر قسم کے فتنہ و فساد کی آماجگاہ بنا چکا تھا۔ اور جن لوگوں کی وجہ سے یہ بدامنی تھی۔ بنیام امن اور قیام سلطنت کے لئے ان کا قتل کر دینا ضروری تھا۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو آج مصر ایک اسلامی سلطنت ہونے کی بجائے ایک اجنبی حکومت کا مستعمر ہوتا۔

اگرچہ ایک بڑی تعداد کا قتل ایک سنگین خیر خیز ہے مگر ایک قوم۔ ایک ملک کی زندگی کا سوال اس سے بھی اہم ہے۔ اس لئے میں محمد علی پاشا الکبیر کے اس فعل کو بالکل اعلیٰ درجے کے تدبیر اور سیاست دانی کا نتیجہ خیال کرتا ہوں۔

محمد علی پاشا اور جنگ حجاز

جب اسے ملک کی بدامنی سے نجات ملی۔ تو اس وقت ۱۸۰۹ء

ابراہیم بک کا گھر لوٹا گیا۔ اور وہ خود جان بچا کر بھاگ گیا۔ بالآخر احمد پاشا خورشید گورنر بنایا گیا۔ مگر اسے بھی معزول ہونا پڑا۔ اس طرح مصر کا امن بالکل منقطع ہو گیا۔

اس وقت مصری قوم نے اپنی اس تکلیف کا فیصلہ خود کرنے کا عزم کر لیا۔ اور مصر کی آزادی کا پہلا پتھر رکھ دیا۔ مصر کے نام طبقات کے لوگ جمع ہوئے۔ علماء امرار بستر فدا اور ان سب نے ایک شاندار جوش نکالا اور وہ فوج کے سب سے بڑے اور سب سے زیادہ محبوب انسان یعنی محمد علی پاشا الکبیر کے مکان پر گئے۔ وہ سب ٹرکی سلطنت کے خلاف نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے متفقہ طور پر مصر کی بادشاہت کا تاج اس سپاہی کے سر پر رکھ دیا۔ جو استبداد اجنبیہ سے مصر کو آزاد کرنے کیلئے آیا تھا۔ میری مراد محمد علی پاشا الکبیر ہے۔

اس طرح مصریوں نے ترکوں سے آزاد ہو کر خاص مصری حکومت کی بنیاد رکھی۔ مگر یہ آزادی اور جدید تاجدار ممالیک مصر کو ایک آنکھ نہ بھائی۔ وہ اندری اندر سازشوں کا حال پھیلانے لگے۔ محمد علی پاشا چونکہ فوجی تھا۔ اور فوج میں محبوب نہ آدمی تھا۔ اس لئے فوج سب اس کے ساتھ تھی اور ملک کے لوگ بھی اندرونی بد امنیوں سے تنگ آکر اس کے ساتھ ہو چکے تھے۔

مگر

محمد علی کے اعلیٰ اخلاق نے اسے مجبور کیا۔ کہ وہ ان تمام امور کے باوجود ترکوں کا وفادار رہے۔ ملک میں اگرچہ اب امن تھا۔ مگر ممالیک نے حکومت برطانیہ سے ساز باز کر کے ان کو اس امر پر آمادہ کر دیا۔ کہ وہ محمد بک الفی کے لئے حکومت ترکیہ سے سفارتیں کریں۔ چنانچہ برطانیہ کی سفارتش منظور ہوئی۔ اور موسیٰ پاشا گورنر سلاویہ کو حکم دیا گیا۔ کہ

ایک نامی شخص کو جس کا نام لالا اوغلی پاشا نامعلوم بنایا۔ پھر بعض سازشیوں کو سازش کا موقع ملا۔ اور انہوں نے اسکی غیر حاضری سے نامزد اٹھا کر لطیف پاشا کو مصری گورنر بنا دیا۔ مگر لالا اوغلی کی وفاداری نے کام نہ بنے دیا لالا اوغلی نے لطیف پاشا کو قتل کر دیا۔ اور محمد علی کو خط لکھ کر واپس بلا لیا۔ محمد علی کے واپس آنے پر حجاز کا معاہدہ طوسوں کے ذریعہ پایہ تکمیل کو پہنچا۔

حجاز میں دوسری مرتبہ جنگ

کچھ عرصہ کے بعد نجدی بادشاہ (عبداللہ بن سعود) نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ اور محمد علی پاشا نے دوسری مرتبہ اپنے بہادر بیٹے ابراہیم پاشا کے ذریعہ سے حجاز کو ترکی سیادت میں داخل کر دیا۔

محمد علی پاشا اور اصلاحات

محمد علی پاشا اگرچہ ظاہری تعلیم سے عاری تھا۔ مگر اس کا تجربہ بڑا وسیع تھا۔ وہ بڑا جہانگیر تھا۔ وہ ان امور سے فارغ ہو کر ملک کے داخلی انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے بچوں کی تعلیم کی طرف بڑی توجہ کی۔ تعلیم کو عام کیا۔ اور غلامین کو تعلیم کی ترغیب دی۔

نوجوان ٹریننگ کے لئے سکول کھولے۔ اور مصر کی فوج نظام کو یورپین طریق پر ڈھانے کی خدمات کر لیں سلیمان پاشا کے سپرد کیں۔ جنہوں نے اس سلسلہ میں گراں قدر خدمات سر انجام دیں۔

ملک میں صنعت کو عام کرنے کے لئے ترکی ٹوپی اور کپڑا بنانے کے کارخانے عام کر دیئے۔ جن میں لٹھا چھینٹ وغیرہ بنتی تھی۔

نیل کے دریا پر جگہ جگہ پل بنائے۔ بہت سی مساجد

میں دہائیوں نے حجاز پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور اپنے پاؤں جھٹے۔ تب سلطان ترکی کو حجاز واپس لینے کا خیال پیدا ہوا۔ تو ترکی نے ایک حکمنامہ شاہ مصر کے نام جاری کیا۔ کہ دہائیوں سے حجاز خالی کر دو۔

محمد علی پاشا اگرچہ تھا۔ نو اس حکم کو رد کر دیتا۔ مگر اس دن اشعار طبیعت نے نہ چاہا۔ کہ ایک نشان دار اسلامی قوت کو یوں پامال ہونے دے۔ اس نے اس حکم کو معدوم دل سے لبیک کہا۔ سلطنت عالیہ ترکی سے تو صرف حکم آیا تھا۔ اور نہ سامان جنگ اور نہ کسی قسم کی مدد بھی گئی۔ اس یار وفادار نے فوراً اپنے بیٹے طوسوں کی قیادت میں ایک ہزار لشکر تیار کیا۔ اور جبکہ حجاز جانے کے لئے بحر الاحمر عبور کرنا ضرور تھا۔ اور مصر کے پاس اس وقت کوئی جہاز نہ تھا۔ محمد علی پاشا نے فوراً ملک کے صنایع کو بلا کر نیل کے کنارے بولا ق پر بڑی بڑی جہنگی کشتیاں اور جہاز بنانے شروع کر دیئے۔ اس زمانہ میں نہ تو ریل تھی نہ موٹر اور نہ کوئی اچھی شکر تھی۔ بولا ق میں جہازوں کے حصے بنے تھے۔ اور یہاں سے اونٹوں پر لاد کر سوڈن میں پہنچائے جاتے تھے۔ اور وہاں پر کارجھوں کی ایک اور جماعت ان اجزاء کو جوڑ کر تیار کرتی۔ اور یہ جہاز بحر احمر میں اتارے جاتے۔ اور اس طرح مصری فوجیں حجاز کی سرزمین پر اتریں۔ طوسوں پاشا کی قیادت کو کافی نہ جانتے ہوئے محمد علی پاشا خود حجاز گیا۔ اور دہائیوں کو ترکوں سے صلح کرنے پر مجبور کیا۔

یہ واقعہ جہاں محمد علی پاشا کی قوت جہنگی اور اس کے تدبیر کی ایک مثال ہے۔ وہاں اس کی انتظامی قابلیت اور سلطنت ترکیہ کی وفاداری کی بھی ایک زندہ دلیل ہے۔

محمد علی پاشا کے خلاف ایک اور منصوبہ محمد علی پاشا جب کہ حجاز میں جنگ کر رہا تھا۔ اس نے

اور مصریوں کو یونانیوں پر جون ۱۸۲۸ء میں شائد فتح ہوئی
تھی کہ یونان کو دارالخلافت متفقہ گما انہوں نے فتح کر لیا۔
تب روس۔ برطانیہ اور فرانس نے خفیہ طور پر
بیڑے بیکر یونان کی مدد کی۔ اور ترکی بیڑے پر حملہ کیا۔
جو اس وقت خلیج نوامان میں موجود تھا۔ حلفائے مصری
ترکی بیڑے کو سخت نقصان پہنچا کر مجبور کیا۔ کہ وہ جزیرہ
المرہ کو خالی کر دیں۔ جو مجموعہ ۱۸۲۸ء میں خالی کرنا پڑا

فتح شام

۱۸۳۰ء کو محمد علی پاشا اور گورنر عسک حیدر
پاشا کے درمیان کچھ ناراضگی پیدا ہو گئی۔ حکومت ترکی نے
اس وقت سخت مداخلت اندیشی سے کام لیتے ہوئے عہد
پاشا کی مدد کی۔ حالانکہ محمد علی پاشا کی گراں قدر خدمات کا
تقاصدا تھا۔ دولت ترکیہ مصر کی مدد کرتی۔ تب محمد علی پاشا نے
ابراہیم پاشا کی زیر قیادت ایک جہاد لشکر فتح شام کے لئے
ارسال کیا۔ جن کے نتیجہ میں ترکوں کو حمص۔ حلب اور
بیلان میں سخت شکستیں اٹھانی پڑیں۔ ابراہیم پاشا کا لشکر
طوبوس کے پہاڑوں تک جا پہنچا۔ یہاں تک کہ کوٹاہیہ کو فتح
کر لیا۔ اس وقت روس اور دیگر سلطنتوں نے درمیان میں پڑ
کر دونوں سلطنتوں کے درمیان معاہدہ کر لیا۔ یہ معاہدہ معاہدہ
کوٹاہیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور یہ پہلی مرتبہ تھی۔ جب کہ
محمد علی پاشا کی فوج کی توازن ترکوں کے خلاف اٹھی۔ اس وقت
مصر کا نقشہ بالکل بدل چکا تھا۔ اور اس کی حدود بہت
چیل گئی تھیں۔ جو یوں تھیں۔

شمال میں جبال طوروس۔ جنوب میں نیل ابض بشرق
میں خلیج فارس۔ مغرب میں جزیرہ کریٹ۔
اس ترقی نے پھر سلطنت ترکیہ کے دل میں خفیہ غضب
کے آثار پیدا کر دیئے۔ اور اس طرح دوبارہ جنگ کا آغاز

اور بہت سے تکیا یا (یعنی سرائیں) اور تلے تعمیر کر لئے۔
آسپاشی کے لئے نہریں کھدوائیں۔ جن میں سے ایک مشہور
نہر محمودیہ ہے۔

ملک کو ضلعوں اور تحصیلوں اور قضاوں میں تقسیم
کیا۔ زرعی۔ تجارتی۔ صنعتی امور کی طرف پوری توجہ دے کر
ان کو کیس سے کہیں پہنچا دیا۔
ملک میں کھانہ کا کارخانہ کھولیا۔ اور اس کی بہت

بڑی سرپرستی کی۔ اس طرح نئے عدلی پاشا نے عملی طور پر مصر
کے لئے ایک جدید دور کا افتتاح کیا۔ اور ایک مصر جدید
کی بنیاد رکھی۔

مصریوں کے لئے محمد علی پاشا کا وجود آیا یہ رحمت
تھی۔ اس لئے آج تک وہ اسے مصلح الکبیر کے نام سے
باور رکھتے ہیں۔

محمد علی اور فتح سوڈان

محمد علی نے اپنے لشکر کو جب کابل کھنڈے سے لیں کر لیا
تو فتح سوڈان کا عزم کیا۔ تاکہ سوڈان فتح کر کے کافور وغیرہ
کی کھدائی کا کام کیا جاسکے۔ اور نیل کا منبع دریافت
کر سکے۔ چنانچہ ابراہیم پاشا کے ذریعے اس کی یہ خواہش
جی بر آئی۔

فتح یونان اور محمد علی پاشا

۱۸۳۲ء میں ترکی کو کمزور دیکھ کر یونانیوں نے ترکوں
سے جزیرہ آلورہ فتح کرنے کے خیال سے حملہ کر دیا۔ ترکی
کی کمزوری دیکھتے ہوئے بادشاہ ترکی نے والی مصر سے
مدد طلب کی۔ آپ کی آواز پر محمد علی پاشا نے اپنے تخت جگر
ابراہیم پاشا کی زیر قیادت ایک چور لشکر بھیجا۔ اور ایک
بیڑا محرم جب کی زیر قیادت روانہ کیا۔ اس جنگ میں ترکوں

جو گونہ گنہی سے ٹھکرا ایک سورج کا طرح دنیا پر چمکا۔ اور جب دنیا نے مشرق و مغرب میں اس کی روشنی دیکھ لی۔ تو وہ چاند کو اپنی جگہ دیگر رات کی خاموشی میں چھپ گیا یعنی ۱۸۷۵ء میں فوت ہو گیا۔

محمد علی بے شک فوت ہو گیا۔ مگر اس نے مصر کو جن معصیتوں سے نجات دلائی۔ اس نے مصر میں جو اصلاحات کیں۔ اس نے مصر کے لئے جو اپنے خاندان کی نسل چھوٹی یہ سب چیزیں اسے زندہ کئے ہوئے ہیں۔ اور ان کو دیکھ کر ماننا پڑتا ہے۔ کہ بے شک وہ مصر کا نجات بند تھا۔

اخبار کے ایڈیٹروں کے معاصرانہ دنیا

البشر کا معر تیسرہ مصر کی سیاسی اور تاریخی خدمات سے ہے۔ آپ کی خدمت میں اس یقین سے بھیج رہا ہوں۔ کہ آپ اس نمبر پر اپنی رائے لکھ کر اپنے ہمتی پرچے میں شامل فرمائیں گے۔

اور جس پرچے میں اپنی رائے شائع فرمائیں گے۔ اس کی ایک کاپی البشر کے دفتر میں بھیج کر مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔

نیز

میں جن معزز رسالوں کے مدیر صاحبان کی خدمت میں اپنا رسالہ البشر بھیج رہا ہوں۔ ان سے یہ بھی توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنا رسالہ البشر کے تبادلے میں اگر وہ پہلے سے جاری نہیں جاری کر کے مجھے شکریہ کا موقع دیں گے۔

خاک لائیڈ پٹر البشر

ہو گیا۔ مگر اس جنگ میں جو میدان نصیبین میں ہوئی۔ ترکوں کو خطرناک شکست ہوئی۔ اور یہ واقعہ ۲۴ جولائی ۱۸۳۹ء کا ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ ہی دوسرا مقدمہ یہ ہو کہ ترکی بیڑے نے اپنے آپ کو اسکندریہ کی بندرگاہ میں محمد علی کی فوج کے سپرد کر دیا۔ اس وقت پھر روس۔ برطانیہ اور فرانس نے مداخلت کی۔ اور ۲۹ جولائی ۱۸۴۰ء میں لندن میں ایک معاہدہ قرار پایا۔ اس معاہدہ کی دوسری یہ قرار پایا۔

مصر از سر نو ترکی کی سیادت کے نیچے رہے گا۔ مگر مصر کا فاقی استقلال نسیم کیا جائے گا۔ معاہدہ پر دستخط کرنے والی حکومتوں کی ضمانتوں کی دوسری یہ ہے کہ معاہدہ محمد علی کے حکم ماتحت رہے گا۔ اور سلطنت محمد علی پاشا کے بیٹوں میں دوائی طور پر سپرد کی۔ جو سب سے بڑے بیٹے کے نام ہوگی۔

اس طرح مصر ایک دفعہ ترکوں کی سیادت سے نکل کر پھر ترکی سیادت میں داخل ہو گیا۔ مگر سلطنت محمد علی پاشا کے خاندان میں دوائی طور پر تسلیم کر لی گئی۔

محمد علی پاشا کا ابراہیم پاشا کو تخت نشین کرنا

سلطنت کا مزہ کچھ ایسا ہوتا ہے۔ کہ کوئی آدمی مرنے کی گھڑی کے وقت بھی یسنا پسند نہیں کرتا۔ کہ اس کا تاج و تخت کوئی اور لے لے۔ خواہ وہ اس کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ مگر محمد علی پاشا الکلیبر بادشاہ کے اس نے خدا کے فضل اور اپنی قوت بازو سے تخت حاصل کیا تھا۔ مگر اسے اس کی کوئی طبع نہ تھی۔ اور مالک تاج و تخت ہو کر بھی

درویش الطبع تھا

اس نے اپنی زندگی میں اپنے بڑے بیٹے کے سر پر تاج رکھ دیا۔ اور خود غلوت خنیں ہو گیا۔ یہ تھا وہ محمد علی الکلیبر

موجودہ شاہی خاندان کا مختصر تذکرہ

اور پورٹ سعید کی بندرگاہ آباد کی۔ یہ خدیو بھی شہسپہری
میں فوت ہو گیا۔

خدیو اسماعیل پاشا

خدیو اسماعیل اپنے زمانہ کا بہت بڑا آدمی تھا۔ موصوفین
نے خدیو اسماعیل کو بڑے بڑے اعلا سے یاد کیا ہے۔
اور اس میں شک نہیں۔ کہ مصر پر بعد میں آنے والی تباہی کا
سب سے بڑا سبب اسماعیل پاشا کا وجود تھا۔

مگر

اس میں تعذراً شک نہیں۔ کہ اسماعیل پاشا چاہتا تھا کہ اس کا
ملک یورپ کے ہم پلہ ہو۔ اسماعیل پاشا نے اپنے اس خیال کے
نیچے عاقبت اندیشی سے غافل ہو کر جو کچھ کیا کیا۔ اگرچہ اس
کا نقصان ملک کو خطرناک ہوا۔ مگر اس کی نیت ضرور نیک تھی۔
وہ کہا کرتا تھا کہ مصر یورپ کا حصہ ہے نہ کہ افریقہ کا۔

اس نے

مصریوں کے خدو خال کو خوبصورت بنانے کے لئے وہ کام کیا۔
جو کسی بادشاہ نے دنیا میں نہیں کیا۔ اس نے تیس ہزار خوبصورت
چرخس ٹونڈیاں ملک کے سر پر آوردہ لوگوں سے بیاہ دیں۔ نا
کہ ان کے ذریعے نسل ابھی ہوئی۔ یہ سب کچھ اس نے کیا کہ ملک
ہر لحاظ سے خوبصورت بن سکے۔

اگر

مصر کو بھاری اور جنگل ترضوں کے نیچے اس نے نہ
دبا دیا ہوتا۔ تو مصری لوگ اسے اپنے زمانہ کا بہت بڑا
مجدد ملان لیتے۔ اسماعیل پاشا کے لئے سب سے بڑی
مصیبت نہر سوئز تھی۔ اسماعیل پاشا کے والد سعید پاشا کے
زمانہ میں ایک فرانسیسی انجینئر ولسنس نامی نے نہر سوئز کے

موجودہ شاہی خاندان محمد علی پاشا الکبیر کی نسل کا
خاندان ہے۔ محمد علی پاشا نے اپنی زندگی میں ہی اپنے
ہمدرد بیٹے

ابراہیم پاشا

ابراہیم پاشا کو تخت و تاج عطا کیا تھا۔ مگر ابراہیم پاشا
وہی ہمدرد انسان تھا۔ جس نے مکہ میں نجدیوں سے جنگ
کی تھی۔ سر ڈائن فتح کیا تھا۔ حکم۔ فلسطین۔ شام تک فتح
کیا تھا۔ محمد علی پاشا کی بڑی بڑی امیدیں اپنے لائق
فرزند سے وابستہ تھیں۔ مگر قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ اس
لئے ابراہیم پاشا جس سال تخت نشین ہوا۔ اسی سال فوت
ہو گیا۔

عباس اول

ابراہیم پاشا کا چونکہ کوئی بیٹا نہ تھا۔ اس لئے اس کے
بعد اس کا بھتیجا عباس اول تخت نشین ہوا۔ یہ شخص اپنے
زمانہ میں رعایا کے اس کے لئے ہر طرح کو شان رہا۔ اس
کے زمانہ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے۔ کہ مصر میں ریل اس
کے زمانہ میں آئی۔ جو پہلی دفعہ ناہرے اور اسکندریہ کے
درمیان چلائی گئی۔

اور اس طرح تاریخاً محمد بھی عباس اول کے زمانہ
میں قائم کیا گیا۔

محمد سعید پاشا

عباس اول شہسپہری میں فوت ہو گیا۔ تب اس کی جگہ
اس کا بیٹا سعید پاشا تخت نشین ہوا۔ اس نے اپنے زمانہ
میں دیوبند کو ملک میں وسیع کیا۔

پورٹ سعید

کھودنے کی تجویز سید پاشا کے سننے رکھی

نہر سوئز

مختلف بادشاہوں نے نہر سوئز کی جگہ ایک نہر کھودنے کا ارادہ کیا۔ بعض ان میں سے وقتی طور پر کامیاب بھی ہوئے مگر پھر اس نہر کو جاری نہ رکھ سکے۔

یہ ایک خشکی کا علاقہ تھا۔ جو ۹۷ سال پہلے تھا۔ اس حصہ میں بعض جیلیں بھی واقع تھیں۔ جنہوں نے اس خشکی کو اور بھی کم کر دیا تھا۔

بعض فرانسوں نے ہی اس جگہ کی خشکی کو کاٹ کر بحر اور اریض کو ملا دینا چاہا تھا۔ اور مسلمان بادشاہوں کے زمانے میں بھی ایسی تحریکیں ہوتی رہیں۔ مگر چونکہ ایک طرف صحرا تھا۔ اس لئے نہر میں صحرا سے مٹی اڑا کر پڑتی رہتی تھی اور نہر کھودنے والوں کے لئے مشکلات پیدا کر دیتی تھی۔

بالآخر

سید پاشا کے زمانہ میں ایک فرانسیسی انجینئر نے اس سکیم کو حلیہ کے سامنے رکھا۔ جو اس نے منظور کر لی۔ اس وقت جہازات لندن سے براستہ کپ ٹاؤن۔ بندوستان آیا کرتے تھے۔

نہر سوئز کی مخالفت

نہر سوئز کی سب سے زیادہ مخالفت انگریزوں نے کی۔ ان کو خیال تھا۔ کہ اس نہر کے کھدنے سے کہیں دیگر یورپی اقوام کا اقتدار نہ بڑھ جائے۔

مگر

۱۸۵۹ء میں نہر سوئز کے کھودنے کا اجارہ ایک فرانسیسی کمپنی کو مل گیا۔ یہ کمپنی ۸۰ لاکھ پونڈ کے سرمایہ سے جاری ہو گئی۔ ہر حصہ ۲۰ پونڈ کا تھا۔ کل حصص چار لاکھ تھے۔ جن میں سے صرف سو دو لاکھ فروخت ہوئے۔ اور باقی فروخت نہ ہو سکے۔ اس لئے بقیہ جسے سید پاشا نے خود خرید لئے۔ اور

اس طرح ۱۸۵۹ء میں پورٹ سعید کے مقام پر پہلی کدال پھلائی گئی۔ مگر کام کے شوق جیسا خیال تھا اس کے مطابق نہ چوا۔ تین سال کی ٹکا تار محنت نے کارکنوں کو صرف بیکرہ تساح تک پہنچایا۔

اس تمام عرصہ میں انجمنستان بدستور نہر سوئز کی مخالفت کرتا رہا۔ اور اس مخالفت کے لئے ہر ممکن ذرائع اختیار کئے گئے۔ چنانچہ ایسی تدابیر اختیار کی گئیں۔ جن کی وجہ سے مزدوروں نے ہڑتال کر دی۔ چونکہ ہمیشہ تازہ دم ہیں ہزار مزدور اس جگہ کام کرتے تھے۔ جو ماہ بماء ہلے رہتے تھے اور ان مزدوروں کے مہیا کرنے کی ذمہ داری گوڈنٹ مصر پر تھی۔ جن کو مہرت کمپنی دیتی تھی۔

مزدوروں کو مصر کے رواج کے مطابق شرح مزدوری دی جاتی تھی۔ مگر اب مزدوروں نے یہ مطالبہ کیا۔ کہ چونکہ کمپنی فرانسیسی ہے۔ اس لئے مہرت فرانسیسی مزدوروں کی شرح کے مطابق ملنی چاہیئے۔ اور اس مطالبہ پر اڑ کر مزدوروں نے ہڑتال کی۔ کام بند ہو گیا۔ کمپنی نے فرانس میں دعویٰ کر دیا۔ اور فرانسیسی حکومت نے فیصلہ کیا۔ کہ اس ہڑتال کا تادان مصر پر ڈالا جائے۔ جس کی مقدار ۱۵ لاکھ بیس ہزار پونڈ تھی۔

مصر نے اس وقت بعض دسائیس کا شکار ہو کر کمپنی سے دو مطالبے کر دیئے۔

اول۔ یہ کہ نہر کی جانب کمپنی نے بہت سی زمین لے لی تھی اس کے چھوڑنے کا مطالبہ تھا۔

دوم۔ اس ایلادی نامی نہر کا شین پانی کمپنی کو مفت مل رہا تھا۔ اس کی قیمت کا مطالبہ کیا گیا۔

فرانس نے ان دونوں مطالبات پر جو دراصل منقول تھے۔ عجیب و غریب فیصلہ کیا۔ پہلے مطالبہ پر کہا۔ کہ دو جانب دو دو سو گز زمین رکھ کر باقی چھوڑ دی جائیگی۔ لیکن اس کی قیمت مصری حکومت کو بارہ لاکھ پونڈ دینی ہوگی۔

نہر کو خالی کر دیا جائے گا۔ مگر اس کا معاوضہ ۶ لاکھ چالیس ہزار پونڈ صحر کو دینا ہو گا۔ گویا

۱۵۲۰۰۰۰ پونڈ تادان ہڑتال

۱۲۰۰۰۰۰ پونڈ قیمت اراضی

۶۲۰۰۰۰ پونڈ قیمت نہر

میزان ۲۳۶۰۰۰۰

اس طرح اس نہر کے وجود سے سب سے پہلا منافع تیس لاکھ ساٹھ ہزار پونڈ کا صحر کو ہوا۔

اس فیصلہ کے بعد ۲۸ لاکھ پونڈ کی شنیں فرانس سے منگوائی گئیں۔ جن سے کھدائی شروع ہوئی۔ ان شنیں پر چالیس ہزار پونڈ ماہانہ صرف ہو رہا تھا۔

فرانسیسی کمپنی نے صحر کو اپنے اس ٹیکہ کے ذریعہ نفع نقصان پہنچایا۔ جس کی مثال اوپر آچکی ہے۔

دوسری مثال

ایک خطہ زمین موسومہ الوادی سیدہ پاشا سے کمپنی نے خرید لیا تھا۔ اور اس کی قیمت ۱۷ ہزار پونڈ دی تھی۔ پھر ۵ سال کے بعد صحر کی حکومت کو اس کے خریدنے پر مجبور کیا۔ اور اس کام ۲۸ لاکھ پونڈ وصول کیا۔

دوبارہ اس کے باوجود کم ہوا۔ اور کمپنی نے ۱۸۶۶ء میں ۳۰ لاکھ کے جدید حصص جاری کئے۔ مگر ان حصص کو ۱۲ پونڈ پر کوئی نہ لیتا تھا۔ تب نہر شیرینی پر جہاز چلانے کا حق خرید کر ویکٹر اس سے ۲۸ لاکھ پونڈ مزید وصول کیا گیا اور پھر مزید ضرورت کے لئے سونے کے کنا سے جو مکانات عمارتیں بنائے تھے۔ ان کا مبلغ فروخت کر کے

صحر سے مزید ۲۸ لاکھ وصول کیا۔ اس طرح بارہ لاکھ پونڈ کی مزید رقم صحر سے وصول ہوئی۔ تب جا کر نہر کھدی۔

نہر سونے کے حسابات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ

کل رقم جو اس پر خرچ ہوئی۔ اس کی مقدار ایک کروڑ بیس لاکھ پونڈ تھی۔ جس میں سے ایک کروڑ ایک لاکھ کسی زخمی طریق سے صحر سے وصول کیا گیا۔

یہ نہر دس سال کے عرصہ میں پوری ہوئی۔ اور ۱۶ نومبر ۱۸۶۹ء میں نہر کا پانی آ رہا۔ ہو گیا۔ اور دو تو سمندر یعنی بحیرہ احمر اور اربعین مل گئے۔ اس نہر کے کھد جانے سے انگلستان سے ۶ ہزار میل کی مسافت کی کمی ہو گئی۔

نہر کا ٹیکہ اس کمپنی کے پاس ۹۹ سال کے لئے ہے یعنی ۱۸۶۹ء سے ۱۹۶۹ء تک ہے۔ اس کے بعد نہر سونے خالصتہ صحری قوم کے پاس چلی جائیگی۔

صحر پر جب یہ تادان ڈالے جاتے تھے۔ تو چونکہ صحر کے خزانے میں زمین نہ ہوتی تھی۔ اس لئے اسمیل پاشا فرانسیسی ساہوکاروں سے گراں قدر سود پر قرض لے کر یہ رقم ادا کرتا رہا۔ مثلاً ایک دفعہ چلے ۲ لاکھ پونڈ قرض لیا۔ اور ۳۳ لاکھ ۸ ہزار پونڈ لکھ دیا۔ دوسری دفعہ ۲۶ لاکھ چالیس ہزار پونڈ لے کر ۳ لاکھ پونڈ کی رسید لکھ دی۔

تیسری مرتبہ ۱۷ لاکھ ۹۳ ہزار لے کر ایک کروڑ ۱۹ لاکھ کی رسید لکھ دی۔ چوتھی مرتبہ ۵۰ لاکھ پونڈ لے کر ۱۷ لاکھ ۲۲ ہزار پونڈ لکھ دیا۔ پانچویں مرتبہ ایک کروڑ ۷ لاکھ پونڈ لے کر تین کروڑ بیس لاکھ لکھ دیا۔ چھٹی مرتبہ چالیس لاکھ پونڈ انگلستان سے لے کر اپنے حصے فروخت کر بیٹے۔ اور اس طرح انگلستان نہر سونے کے مالکوں میں شامل ہو گیا۔

یہ سب کچھ کیوں ہوا ؟

معصوم اس نے صحر کی اس حیثیت کی وجہ سے جو اسے قدوت نے دے رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے جو عوام الاراض

خدیو اسماعیل کو معزول ہونا پڑا۔ ۳ جون کو اسماعیل پاشا نے مصر کو چھوڑ کر اعلیٰ کارح کیا۔ اسماعیل پاشا نے شہر اسمیلیہ آباد کیا۔ سوڈان تک حکمران رہے کیا۔ بلویمہ اسمیلیہ دونہریں لکھا تھا اور الکتب خدیو یہ قائم کیا۔ قصر اسمیل نامی بارکیں بنوائیں۔ منبع نیل دریافت کرنے کے لئے ہاکر پاف کی زیر سرکردگی روانہ کیا۔ پارلیمنٹ کا افتتاح کیا۔

ان ترقیوں کے ساتھ جب سویڈن کی وجہ سے مصائب میں چسپن گیا۔ تو امتیازات اجنبی ملک معذرت قبول کی۔ حکمران مختلط کی بنیاد رکھی۔

قاہرہ سے اسکندریہ تک شریک بنوائی۔ بعض میدان بنوائے۔ حبش فتح کرنے کے لئے فوج بھیجی۔ شریک کٹھانی اسماعیل پاشا پہلا شخص تھا۔ جو خاندان محمد علی میں سے خدیو کے لقب سے مقرب ہوا تھا۔ اسماعیل پاشا کے کارناموں پر ایک نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت بڑے دل اور گردے کا انسان تھا۔

محمد توفیق پاشا

اسماعیل پاشا کے بعد اس کا بیٹا توفیق پاشا تخت نشین ہوا۔ اس نے ملکی قرضوں کی ادائیگی کے لئے ایک خاص حکمران صندوق الہین کے نام سے قائم کیا۔

اس کے زمانے میں مجلس النواب کا نام مجلس شوریٰ رکھ دیا گیا۔ انہوں نے ان قرضوں کی طرف پڑی توجہ رکھی تاکہ ملک اس مصیبت سے نکل سکے۔ اس نے ساتھ ساتھ بہت سے مدرسے کھولے۔ اور عدالتیں جدید قائم کیں۔ اس کے زمانے میں انگریزی فوج مصر میں داخل ہوئی۔ یہ خدیو ۱۸۹۲ء میں فوت ہو گیا۔ توفیق پاشا کی وفات کے ساتھ مصر کی تاریخ کا پہلا دور ختم ہوا۔ ۱۔ اور دوسرا دور شروع ہوا۔

خدیو عباس علی پاشا

کی بیار حکومتیں حد کھا رہی تھیں۔ اور وہ کسی نہ کسی ہتھ استے بکڑنا چاہتی تھیں۔ اس لئے مصر پر بھاری تاوان پڑتا وان ہوا۔ جن کے لئے اسماعیل پاشا قرض لینے پر مجبور ہوا۔ اور قرض جس جہاؤ ملا۔ اس کی حقیقت اوپر واضح ہو چکی ہے۔

افتتاح سویڈ

چنانچہ کینی کے طالع سے جو فرانسیسی تھی۔ افتتاح سویڈ کے لئے ملک اور جلین ملک فرائض کو بلا یا گیا۔ جس کی وجہ سے اور بھی فضول خرچیاں ہوئیں۔ جس پر پانی کی طرح چاندی اور سونا بہا دیا گیا۔

مصر پر بڑی بڑی شرکیں۔ بڑے بڑے خاص محل بنوائے گئے۔ شاہی تعمیر بنایا گیا۔ تاکہ مصر فرانسیسی ملک اور دیگر شاہزادوں کی نگاہ میں مستحکم اور مہذب بنائے ہو۔ یہ سب کچھ ہو گیا۔

ملک

اب ملک میں خاک اڑنے لگی۔ مصر کا خزانہ خالی تھا۔ یورپین سامراجوں نے اپنی اپنی سلطنتوں سے فریاد کی۔ وہ سب سلطنتیں درمیان میں کود پڑیں۔ اور انہوں نے اسماعیل پاشا کو مجبور کیا۔ کہ خزانہ چارے حوالے کر دو۔ جو کرنا پڑا۔

ایک فرانسیسی اور ایک انگریز مقرر ہوئے۔ انہوں نے آتے ہی شاہی مال خانے پر قبضہ کیا۔ اور چیزیں منسلک ہونے لگیں۔ اسماعیل پاشا نے اس تنگ کو برداشت نہ کرتے ہوئے اعتراض کیا۔ اس پر سر فرما لاسیل نے لکھا۔ کہ حکومت فرائض اور انگلستان اس امر پر مستحق ہے۔ کہ آپ تخت سے دستبردار ہو جائیں۔ اسماعیل پاشا نے لکھا۔ کہ مجھے باب عالی کے سوا کوئی معزول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ دونوں حکومتوں نے ترکیہ کو مجبور کیا۔ کہ وہ خدیو اسماعیل کو معزول کر دے۔

اس بنا پر ۲۶ جون ۱۸۹۹ء کو باب عالی کی تاریکی بنا پر

خدیو عباس حلمی پاشا

۲۶ مارچ ۱۸۹۲ء کو حسب فرمان سلطان عباس حلمی پاشا تخت نشین ہوا۔ عباس حلمی پاشا کی عمر وقت ۱۸ برس کی تھی۔ خدیو عباس کی تربیت یورپ میں ہوئی تھی وہ وہاں آزادی اور حریت کی لہر والی لڑائی کو دیکھا کرتا تھا۔ جب وہ یہاں خدیو ہو کر آیا۔ تو اس نے دیکھا کہ ملک میں اجنبی حکومتوں کے لشکر چھپائے ہوئے ہیں۔ اور بادشاہ وقت کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے ہیں۔ اس سے اس کی طبیعت میں از حد صدمہ پیدا ہوا۔ وہ خود کو رگڑ میں ملوث سمجھتا تھا۔ اور اس قبہ سے آزاد ہونا چاہتا تھا۔ اس سلسلہ میں سب سے اہم کام جو خدیو نے کیا۔ وہ یہ تھا۔ کہ اس نے مصطفیٰ نبی پاشا وزیر اعظم کو مجبور کیا۔ کہ وہ مستعفی ہو جائے۔ اس نے کہ اس کی سیادت حکومت محمدیہ کے ساتھ اتحاد و اتفاق کی سیاست تھی۔

ملک میں اس وزارت کے سقوط سے ایک بڑی خوشی کی لہر پیدا ہوئی۔ طالب علموں نے خوشی کے مظاہرے کئے۔ خدیو دیندار آدمی تھا۔ اور پابند صوم و صلوٰۃ تھا۔ سقوط وزارت کے بعد امین جکبہ سید حسین کی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھنے جا رہا تھا۔ مظاہرین نے خدیو زندہ ہونے کے لئے لڑنے۔ اور گھاڑی کے گھوڑے کھول دیئے۔ اور خود گھاڑی کو کھینچنے ہوئے لڑ گئے۔

انگریزی حکومت پر یہ بات واضح ہو چکی تھی۔ کہ خدیو عباس ان کو پسند نہیں کرتا۔ اس لئے وہ بھی اس کو اپنی نگاہ سے نہ دیکھتے۔

فتح سوڈان

۱۸۹۶ء میں محمد احمد ہمدی سوڈان کی جنگوں کا آغاز ہو گیا۔ اس فتنہ کو کچلنے کے لئے حکومت برطانیہ کا حکم ۱۲ مارچ

کو لارڈ کچنر کو پہنچا۔ اسی رات اس امر کی اطلاع خدیو کو دی گئی اس جنگ میں ۲۵ ہزار مصری شریک ہوئے۔ اور ۵ ہزار انگریز۔ اس جنگ میں مصریوں اور انگریزوں کو فتح ہوئی۔ خطوط پر انگریزی اور مصری حبشہ اہرایا۔

ناشودہ پر دوبارہ قبضہ

خدیو کے زمانہ میں دوسرا اہم کام یہ ہوا۔ کہ سوڈان کے ایک حصہ پر جس کا نام ناشودہ تھا۔ تو فرانسیسی فوج نے قبضہ کر لیا تھا۔ حکومت برطانیہ نے اس احوال پر مصر کی حکومت کی طرف سے صدائے احتجاج بلند کی۔ اور یہ مطالبہ کیا۔

۱) کہ سوڈان کا ملک خدیو ہے۔ اس لئے احوالی

حکومتوں میں سے کسی حکومت کے لئے جائز نہیں۔

۲) وہ اس پر اس کے ملک کی موجودگی میں قبضہ کرے گا

اس طرح ایڈورڈ ڈگر سے اپنی ایک تحریر میں کہا۔

تم نیل کے اوپر کے حصے پر ہم فرانس کے احوال

کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نیل مصر ہے۔ اور

مصر نیل ہے نا

چنانچہ لارڈ کچنر ناشودہ پر فوج لے کر گئے۔ جبکہ وہ

سینے فرانس نے اپنی فوج وہاں سے واپس بلالی۔ اور مصری

جھنڈا ۱۹ ستمبر ۱۸۹۹ء کو ناشودہ پر اہرایا گیا۔

معادہ سوڈان

۱۸۹۸ء میں جب کہ سوڈان کی حکومت پہلی سی حالت پر

آگئی۔ تو حکومت برطانیہ نے مصری حکومت سے مطالبہ کیا۔ کہ

چونکہ اس فتح میں ہم شریک ہیں۔ اس لئے ہم کو سوڈان کی حکومت

میں شریک کیا جائے۔ اور اس امر کا ایک باقاعدہ معاہدہ

لکھا جانا چاہیئے۔

ت

مصر کے وطن پرستوں کے لئے یہ بڑی شاق لڑائی۔ اس لئے

کہ اس جنگ میں یورپیہ تو سارا مصری خزانہ سے صرف ہوا۔ اور

فوج میں مصری فوج پانچ ٹن تھی۔ لیکن مال غنیمت اور بیخ کا

مطالبہ انگریزی حکومت کی طرف سے ہو گیا۔ چنانچہ معاہدہ تو ہو گیا۔ لیکن مصریوں کے اندر اس معاہدے سے رنج و غم کی ہر پیدا ہو گئی۔ اس معاہدہ کے بعد عملی طور پر سارا انتظام انگریزوں کے ہاتھ میں چلا گیا۔ مصر کے اندر بھی بہت سے انگریز ملازم تھے۔ خاص کر وزارت مانی میں جو انگریز مستشار تھے۔ یہ سب لوگ انگریزی اقتدار کے بڑھانے میں لگے ہوئے تھے اور حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی۔ کہ خدیو اپنی مرضی سے کسی کو وزیر اعظم بھی مقرر نہیں کر سکتا تھا۔ اور کوئی وزیر اپنے مستشار کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہیں کر سکتا تھا۔ اس طرح دواوا تو نام کے رہ گئے تھے۔ اور سب کام مستشاروں کے ہاتھ اور اس طرح حکومت مصر کی مشکلات اس قدر بڑھ گئیں۔ کہ کوئی قدم انگریزی حکومت کے مشورے کے بغیر اٹھایا نہیں جاسکتا تھا۔ اس کا ثبوت یہ ہے۔ کہ جب خدیو عباس نے وزیر اعظم کو تبدیل کر کے نوری پاشا کو وزیر اعظم مقرر کیا تو۔ لاڈو سالبری نے ایک بار ارسال کی۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

”برطانوی حکومت مصری وزارت کی تبدیلی کو کوئی وجہ نہیں پاتی۔“
”بہت ہی ایسے حالات میں ہماری رائے کا جاننا ضروری ہے“

ایک دوسری بار جو لاڈو گریسول نے دی تھی۔ وہ اس سے بھی زیادہ واضح تھی۔ اس میں لکھا۔ کہ۔۔۔
”جو مصری وزیر برطانوی حکومت کے نمائندے کے ارشادات کی تعمیل نہ کرنا چاہے۔ اسے

مستعفی ہو جانا چاہیئے“

مصر میں اس وقت علیٰ غرہ پر دو قسم کی حکومتیں تھیں۔ ایک حاکم ذلت کی اور اس کے وزیر اور حکام کی۔ اور دوسری حکومت برطانیہ کے نمائندے کی۔ یہی حکومت کا کوئی اثر نہ

تھا۔ اور دوسری حکومت کل طور پر غالب تھی۔ اس حالت نے مصریوں کے دل میں اور خود خدیو اعظم کے دل میں طغیانت کے جذبات کو پیدا کر دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر انگریزی مستشار مانی وزیر اعظم اور مجلس وزراء کی پوری نگرانی کرتا تھا۔ تاکہ مصری حکومت انگریزی مفاد کے خلاف کوئی اقدام نہ کر سکے۔

انگریزی مستشار

مصری موزین اور سیاست دانوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہے۔ کہ انگریزی مستشاروں نے خزانہ کی حالت بہت حد تک درست کی۔ مگر خزانہ کی ادائیگی کی طرف توجہ نہ کی۔ چنانچہ مسٹر دیرمین تو فیض جنرل امریکہ نے اپنی کتاب المومصر اور اس کی تباہی مبلوغہ ۱۹۱۹ء میں لکھا۔ کہ مصر کا قرضہ بدستور ہے۔ اس لئے کہ قرضہ کا وجود انگریزی اختلافات کے اسباب میں سے ایک ہے۔

سویرکینال کی مدت کا اضافہ

حکومت برطانیہ نے انہی ایام میں سویرکینال کے معاہدہ کی مدت میں چالیس سال کو مزید اضافہ کرنا چاہا۔ یعنی پچھلے اس کے کہ اس کی مدت ۱۹۲۶ء میں ختم ہوئے۔ سویرکینال کی مدت دی جائے۔

ملک میں اس توسیع کی سخت مخالفت ہوئی اس مخالفت کے بڑے لیڈر مصطفیٰ کامل پاشا اور شیخ علی یوسف پاشا تھے۔ اور سعد پاشا ذوقول وزیر تعلیم۔ پہلے تو حکومت اسے منظور کرنے لگی تھی۔ مگر بالآخر اس توسیع کو منظور کر دیا گیا اور یہ منظور ۱۹۲۹ء میں ہوئی۔

سیاسی انجمنوں کی تشکیل

اس شدید حالت سے بچنے کے لئے مصریوں کی جدوجہد بڑھ گئی۔ اور سب سے پہلے ایک سیاسی انجمن قائم ہوئی جس کا نام

حزب الوطنی

تھا۔ اس انجمن کے رئیس مصطفیٰ کامل پاشا تھے۔ جو جن
تقریر میں ایک شعلہ نار تھے۔ اس حزب کا سان اعلیٰ انجمن
الوحد تھا۔ پھر

حزب الاصلاح

تقاریم جوا ۱۔ اس حزب کے اصول قواعد دستور اس پر تھے
اور اس کے رئیس شیخ علی یوسف پاشا جو نہایت اعلیٰ درجہ
کے لیکن والے تھے۔ اور اپنے زمانہ کے نابذ کجے جانتے تھے
ان کا اخبار الوہید تھا۔ تیسرا حزب

حزب الاصلاح

کے نام سے موسوم ہوا۔ اس کے رئیس یحییٰ یک سید تھے
جو ہند میں جامعہ مصری کے مدیر مقرر چھوٹے۔ ان کے حزب
کا اخبار (الجریہ) تھا۔ یہ تینوں احزاب بڑی سرگرمی سے
ملک کی آزادی کے لئے کوشش کرنے لگے۔

معادہ برطانیہ و فرانس

مصریوں کا خیال تھا۔ کہ فرانس ہی سارے یورپ میں
ایک ایسی قوم ہیں۔ جو ہم پر شفقت کی نظر رکھتے ہیں۔ مگر
۱۹۱۷ء میں ایک معاہدہ ان دونوں حکومتوں کے درمیان قرار
پایا۔ جس کی شرط یہ تھی۔

یہ کہ فرانس انگلستان سے کبھی یہ مطالبہ نہیں

کرے گا۔ کہ انگلستان مصر کو چھوڑ دے۔ اس کے

ہاں مقابل انگلستان فرانس سے مغرب اقصیٰ کے

تخلیہ کا مطالبہ نہیں کرے گا

فرانس نے اس کے مقابلہ میں یہ شرط کی۔ کہ

یہ انگلستان ۳۰ سال کی مدت میں مصر کے سیاسی

نظام میں کوئی تبدیلی نہیں کرے گا۔ اور نہ ہی

کوئی ایسا امتیاز اپنے لئے حاصل کرے گا۔

جو دوسری سلطنتوں کو حاصل نہیں

خدیو عباس آستانہ میں

خدیو کی عادت تھی۔ کہ وہ ہر سال استانبول جاتا کرتا
تھا۔ چنانچہ ۱۹۱۹ء میں حسب عادت وہ وہاں گیا۔ اور اپنی
جنگ رشی پاشا کو قاضی مقام مقرر کر کے گیا۔ تاکہ اپنی عقیدت
سندھی کا خراج بادشاہ راک کی خدمت میں پیش کرے۔
۲۵ جولائی ۱۹۱۹ء کو آستانہ میں ایک مصری طالب علم
نے جس کا نام محمود منظر تھا گولی چلائی۔ جس سے خدیو بڑی
طرح زخمی ہوا۔ اس خبر سے ملک میں ایک زلزلہ پیدا ہوا۔
ہزار ہا تاجاں ترکی میں روانہ کی گئیں۔ اور بہت سے وفود
مزاج پرستی کے لئے راک میں روانہ ہوئے۔

جنگ عظیم

ابھی یہ وفود راک میں ہی تھے۔ کہ جنگ عظیم شروع ہو
گئی۔ م۔ اگست ۱۹۱۴ء کو انگلستان نے اعلان جنگ کر دیا
اور فرانس کے ساتھ ملکر بحیرہ کی مخالفت کرنے کا اعلان
کیا۔ مصر اس وقت تک غیر جانبدار تھا۔ مگر انگریز کی شرمیت
کی وجہ سے مصریوں کو اس جنگ میں شامل ہونا پڑا۔ ۱۰

اور مجلس وزراء نے ایک قرارداد کے ذریعہ فیصلہ کیا۔

یہ مصری رعایا کے لئے یہ امر ممنوع قرار دیا

جائے۔ کہ جرنیلوں کے ساتھ وہ کسی قسم کا

تعلق رکھیں۔ خواہ وہ مصر میں مقیم ہوں۔

یا یہاں سے گذر رہے ہوں

اس کے ساتھ بند نمبر ۱۳ میں یہ فیصلہ کیا۔

یہ ہنریجی شاہ برطانیہ کی افواج بری اور بحری

کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ سرزمین مصر اور اسکی

بندر گاہوں کو جنگی ضرورتوں کے لئے استعمال
کر لیں۔

اس کے بعد یہ دستاویزی نوٹوں کی آمد مصر میں شروع
ہوئی۔ اور مصر احتلالی نوٹوں کی عام چھاؤنی قرار پایا۔
۲۰۔ اگر تے کو سرکاری اعلان ہوا کہ مصری تاروں
پر سنسر ہوگا۔

قانون عدم دفع اموال

حکومت مصر کی جنگ کی وجہ سے حالت خراب ہو گئی۔ اس
لئے ایک قانون بنایا گیا۔ جس کا عنوان یہ تھا کہ حکومت
نوٹوں کی امانتیں اور قرضے وغیرہ ایک خاص مدت تک ادا
نہ کرے گی۔ اس سے تجارت کلی کو بہت نقصان پہنچا۔ دوئی
کے موسم میں، دوی کا بہاؤ اس قدر گر گیا کہ لوگ سرکاری
ٹیکس نمک ادا نہ کر سکے۔ جنگ ہو کر نوٹوں نے زیورات
اور برتن وغیرہ فروخت کر کے ٹیکس ادا کرنے شروع کر دیئے
جس کی وجہ سے سونے چاندی کا بہاؤ بھی گر گیا۔ جس سے لوگ
۱۱۔ اور بھی تباہ ہو گئے۔ تب حکومت نے نوٹوں کو قرضہ
دیا۔ اور سرکاری آدمی مقرر کئے۔ جو بہاؤ مقرر کریں۔ مگر
تھپ تھپا چلا گیا۔ اور ملک کی حالت تباہ و خست ہو گئی۔
اور بے کاری بڑھ گئی۔

اخبارات کی نگرانی

انگریزی کاٹر انچیف نے ایک اعلان کے ذریعہ مصری
اخبارات کو حکم دیا۔ کہ وہ خبروں کو سنسر کر لیا کریں۔
مصر مارشل لا کے ماتحت

۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو جنرل مکسویل نے ایک اعلان کیا۔ کہ
کہ بادشاہ انگلستان کی حکومت کے حکم کی بناء پر اعلان
کیا جاتا ہے۔ تمام ملک مصر کا رقبہ میرے سپرد کیا گیا
ہے۔ تاکہ مصر کی حمایت کی گارنٹی ہو سکے۔ اس لئے آج کی
تاریخ سے ملک فوجی احکام کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

اس طرح فوجی قوت کو پورے طور سے قبضہ و اقتدار
مائل ہو گیا۔

ٹرکی سے قطع تعلق

۵ نومبر ۱۹۳۹ء کو ایک اعلان کا نذر انچیف نے
دیں اعلان جاری کیا۔

۱۱ میں فضیلت بزل جان گریونیل مسکویل کا نذر
انچیف انواراج برطانیہ مملکت مصر یہ اس امر
کے لئے مکلف کیا گیا ہوں۔ کہ یہ اعلان کر دوں۔
کہ برطانیہ عظمیٰ اور ترکی اس وقت جنگ کی حالت
میں ہیں۔

ایک دوسرے اعلان کی روش سے یہ شائع کیا گیا کہ
۱۲ کہ مصری کوئی مدد ترکی کو نہ دیں۔ اور نہ ان سے
کوئی تعلق رکھیں۔

اس کے بعد حکومت برطانیہ نے ایک آرڈر کے ذریعے وزیر
اعظم کو لکھا۔ کہ اب جنگ کی وجہ سے تمام سلطہ فوج کے
ہاتھ میں دیدیا گیا۔

اگرچہ اس پر اعتراض ہوا۔ مگر احکام عوفیہ کی صورت
میں کوئی بات نہ سنی گئی۔

لارڈ کرومر کا مضمون

اپنی ایام میں لارڈ کرومر نے ایک مضمون ٹائمز میں شائع
کیا۔ جس کا خلاصہ یہ تھا۔

۱۳ خدیو کا معزول کر دینا کوئی اہمیت نہیں
رکھتا۔ اس لئے کہ اس کا سیاسی طور پر کوئی
اثر نہیں۔

یہ مناسب نہیں کہ خدیو کو اب مصر کا ولی الامر
رکھا جائے۔ اور نہ ہی یہ مناسب ہے کہ

ترکوں کی سیادت باقی رہے۔ اس لئے مصر کے تباہ کن ہندوؤں کو گھول دیا جائے گا تو ان کو اس سے معلوم ہو گیا۔ کہ ملک کا نظام سلطنت بدلنے والا ہے۔ اس کے بعد وزیر اعظم کے دفتر میں بعض تبدیلیاں شروع ہوئیں۔

برطانوی حمایت کا اعلان

۱۸ دسمبر کو برقی طور پر برطانوی حمایت کا اعلان کر دیا گیا۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:-

یہ مصر کو آج سے برطانیہ کی حمایت میں دے دیا گیا ہے۔ اس لئے اب ترکی کی سیادت باقی نہیں رہی۔ آئندہ شاہ انگلستان کی حکومت مصر کی حفاظت و حمایت کی تمام تدابیر اختیار کرے گی۔

عباس پاشا کی معزولی

مصر کی حمایت کی بنا پر ۱۹ دسمبر ۱۹۱۵ء کو خدیو عباس صی پاشا معزول کر دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ سلطان حسین پاشا منتخب کئے گئے۔

سلطان حسین پاشا

چونکہ خدیو عباس معزول ہو گئے۔ اس لئے ان کے بیٹے کو ان کی جگہ تخت لٹین نہ کیا گیا۔ بلکہ اس وقت خاندان شاہی میں سب سے بڑے امیر کو تخت نشین کر دیا گیا۔ اور وہ حسین کامل پاشا تھے۔ جو سابق طبرہ کے چچا تھے۔ اس کے ساتھ خدیو کا لقب نوخ کر کے ان کو سلطان کا لقب دیا گیا۔

ایک بات

یہاں اس امر کا بھی ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں۔ کہ خدیو عباس کے بعد کئی ایک امراء کے سامنے تخت پیش کیا گیا۔ مگر سب نے انکار کر دیا۔ تب سر آغا خاں کو ہندوستان سے بلایا گیا۔ جو ۱۹ دسمبر کو اسکندریہ میں پہنچے۔ دراصل سر آغا خاں کو اس لئے بلایا تھا۔ کہ مصری شہزادے اس خوف سے کہ حکومت ہمارے خاندان سے نکل جائے گی۔ تخت و تاج کو قبول کر لیں۔ چنانچہ اسی بنا پر سلطان حسین نے تخت کو قبول کر لیا۔

رشدی پاشا وزیر اعظم

سلطان حسین کامل نے رشدی پاشا کے سپرد وزارت عظمیٰ کا تلمدان سپرد کیا۔ جنہوں نے حسب ذیل وزارت قائم کی:-

حسین رشدی پاشا	وزیر اعظم و وزیر داخلہ
احمد صلی پاشا	وزیر زراعت
مدل بیک پاشا	معارف
اسٹیل صدیقی پاشا	ادوقاف
اسٹیل سری پاشا	اشغال و الحریہ و المجرہ
یوسف دسہ پاشا	الایض
ثروت پاشا	المقانیہ

ترکوں کا حملہ نہر سوئز پر

۲۸ جنوری ۱۹۱۵ء کو ترکوں نے نہر سوئز پر حملہ کیا۔ مگر حملہ ناکام رہا۔

سلطان حسین پر قتل مانا حملہ

۱۹ اپریل ۱۹۱۵ء ایک دوکاندار نے مسفورہ کے مقام پر سلطان حسین پر پتول سے حملہ کیا۔ مگر سلطان

تیسرا دور

سلطان احمد فواد الاول آزاد مصر کا پہلا بادشاہ
امیر کمال الدین کے انکار پر مصر کے تاج تخت سلطان
احمد فواد الاول کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جو انہوں نے
قبول کر لیا۔ نئے بادشاہ کی تخت نشینی پر رشیدی پاشا
نے حسب قاعدہ اپنا استعفیٰ داخل کر دیا۔ مگر بادشاہ نے
آپ کو نئے سرکارِ وزارت قائم کرنے کا حکم دیدیا۔

جشن تاجپوشی

۱۰ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو آپ کا جشن تاجپوشی منایا گیا۔ جو
بہت شاندار تھا۔ جس میں انگریزی فوجوں نے بھی حصہ لیا۔
اور توپوں کی سلامی ہوئی۔
۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء کو جنگ صلیح کی ابتدائی گفتگو کے لئے
ختم ہو گئی۔ اور اس کے بعد مصری زعماء نے جو وطن کی آزادی
کے لئے کوشش کی۔ وہ سعد پاشا زعمیم مصر کے حالات میں
تفصیل سے آجائیگی۔

وطن پرستوں کی کوشش جاری تھیں۔ فرانس۔ اٹلی
اور امریکہ تک کے دروازے کھٹکھٹانے لگے۔ لیڈروں کی
گرفتاریاں ہوئیں۔ اور ملک سے سختی کی گئی۔ مگر کسی طرح بھی
ملک کی آواز دہائی نہ گئی۔ بلکہ ردو ایک طرف ہے یہ بیداری
عورتوں میں پیدا ہو گئی۔ اور وہ سیاسی کاموں میں برابر کی
شریک ہو گئیں۔ وزیر کے علماء اور طلب علم بھی میدان
عمل میں آ گئے۔ ریل کی پٹریاں اکھاڑ دی گئیں۔ ٹارنیل فون
وغیرہ کاٹ دیئے۔ روشنی صنایع کر دی گئی۔ حتیٰ کہ مختلف
مقامات پر ٹولی چلائی گئی۔ اور کئی آدمی مارے گئے۔ اور جب کبھی
طرح ملک کی حالت نہ سنبھل سکی۔ تو سر بیکنڈ ونگٹ کی جگہ

بال بال بچ گئے۔ اور حملہ آور مگر نثار کیا گیا۔ جسے مجلس مگر
نے صوت کی سزا دی۔ ۹۔ جن کو آپ کی سواری پر مہم کسی نے
چھینکا۔ اس وقت آپ جمعہ کی نماز کو جا رہے تھے۔ مگر یہ
پہنچا نہیں۔ اور آپ بچ گئے۔

انگریزوں سے دشمنی

چونکہ دن ایام میں مصر میں لاکھوں فوجی جمع تھے۔ جو
مختلف قوموں اور مختلف طبقات سے تھے۔ ان میں سے
بعض نے ایسے کام کئے۔ جو مصریوں کی نگاہ میں اچھے نہ تھے
اس لئے ان کے ان افعال کی وجہ سے مصریوں کی انگریزوں
کی نسبت رائے خراب ہوتی جاتی تھی۔ میں ان واقعات کی
تفصیل نہیں دے سکتا۔ البتہ اس قدر کہوں گا۔ یہ فوجی لوگ
اپنے افعال کی وجہ سے انگریزوں کے خیر خواہ نہ تھے۔ بلکہ
بدخواہ اور دشمن تھے۔

تاہم سلطان حسین نے اپنے تعلقات حکومتِ برطانیہ
سے بہت مضبوط کر لئے تھے۔ اور وہ فرمایا کرتے تھے۔
”حکومتِ برطانیہ ہمارے لئے بکثرت کامِ موجب ہے“

جینی کو لے مصر پر

۱۳ نومبر ۱۹۱۹ء کو مصر کا یہ بادشاہ مصر کو ایسی حالات
میں چھوڑ کر فوت ہو گیا۔ جبکہ ملک پر بالکل سیاسی تاریکی چھائی
ہوئی تھی۔ سلطان حسین نے اپنے بیٹے امیر کمال الدین کو
اپنا جانشین بنانا چاہا۔ مگر امیر کمال الدین نے اسے منظور
نہ کیا۔ آپ کی وفات پر دارالحجہ کے ملازموں نے ایک
ہفتہ تک سیاہ نشان پہنا۔

سلطان حسین پاشا بہت ہی خوبیوں کے ملک تھے۔
جن کی تفصیل یہاں بوجہ تنگی مقام کے دی نہیں جاسکتی۔
مصر کی تاریخ میں یہ دور یہاں ختم ہو گیا۔

لارڈ امین بی ہائی کمنشنر مقرر کئے گئے۔

لارڈ امین بی کے دہانے میں بھی سختی سے کام لیا گیا۔ مگر جنگ آزادی بند نہ ہوئی۔ بلکہ انگریزی لشکر کے خلاف شکایات کا سلسلہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔

انفرنس

یہ معاملہ وسیع تر ہوتا چلا گیا۔ بڑے بڑے مظاہرات ہوئے اور مظاہرات پر گولیاں تک چلیں۔ اس طرح مصریوں نے نہایت شدید طور پر اس جنگ آزادی میں قربانیاں دیں۔ احمد فواد پاشا کے زمانہ میں، شدید پاشا کو پیر ایک وفدہ وزارت خطے قائم کرنے کے لئے کہا گیا۔ مگر ان کی وزارت کوئی زیادہ دیر تک نہ رہ سکی۔ اور وہ جلد استعفیٰ ہو گئے۔ ان کے بعد وزارت خطے سعید پاشا کے سپرد کی گئی۔ سعید پاشا کے بعد دوسرے پاشا نے وزارت قائم کی۔ ان کے زمانہ میں لارڈ ملز مصر آئے۔ اور ناکام واپس گئے۔

ولادت دلی احمد

۱۱ فروری ۱۹۳۹ء کو مصر کے دلی احمد پیدا ہوئے۔ جن کا نام فاروق رکھا گیا۔ اس سال سوڈان میں نیل پر بند بنانے اور زراعت کے عام کرنے کی سکیم پر غور ہو کر کام شروع کیا گیا۔

نسیم پاشا کی وزارت

۱۹ اپریل ۱۹۳۹ء کو نسیم پاشا کی وزارت قائم ہوئی۔ اس زمانہ میں وفد المصری مفادات کے لئے لندن گیا۔

وفد کے مطالبات

وفد کے حسب ذیل مطالبات تھے:۔

اول:۔ برطانیہ خطی استقلال مصر کا اعتراف کرے۔ بعد

برطانیہ کی حمایت مصر سے ختم کی جائے۔

دوم:۔ مصر سے انگریزی فوج اٹھائی جائے۔

سوم:۔ مصر سے انگریزی ملازمین کی ملازمت ختم کرتے ہوئے مصر وعدہ کرے گا۔ کہ ان سے خاص سوک کیا جائے گا۔ اور قبل از وقت الگ کرانے پر تمویض دیگا۔

چهارم:۔ امتیازات اجنبی کے بوجھ کو اٹھایا جائے گا۔ اسی طرح کی شرائط اور مطالبات تھے۔ انگریزی اخبارات نے اس کا خلاصہ یوں دیا۔

- ۱۔ اعتراف استقلال مصر
- ۲۔ مصر کی اجنبی ممالک میں نمائندگی۔
- ۳۔ عصبة الامم میں شرکت۔
- ۴۔ فوجی محافلہ انگلستان کے ساتھ
- ۵۔ مستشار مالی اس وقت تک باقی رکھا جائیگا۔ جب تک صندوق دین ہے۔
- ۶۔ امتیازات اجنبی کی تسخیر
- ۷۔ انگریزی چھاؤنی کا بقا
- ۸۔ ایک جدید سیاسی انجمن کی تاسیس
- ۹۔ مصری پارلیمنٹ کو آزادی کامل
- ۱۰۔ سوڈان مصر اور انگلستان کے ماتحت رہے بغیرہ وغیرہ

ان امور کے متعلق لندن سے بعض ممبر مصر واپس آئے۔ یہاں آکر شہرہ کر کے واپس گئے۔ مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس طرح یہ زمانہ شدید اندرونی جنگ کا تھا۔ ایک وزارت کے بعد دوسری وزارت بنی تھی۔ بالآخر حکومت برطانیہ نے مصر کی آزادی کو تسلیم کر لیا۔ بادشاہ مصر

جلالہ الملک

کے خطاب سے ملقب کیا گیا۔ مصر کو پارلیمنٹری حکومت عطا کی گئی۔ ہاؤس آف لارڈز اور مجلس نواب بنائی گئیں۔ مجلس اہم میں مصر کو نمائندگی حاصل ہوئی۔ اجنبی حکومتوں سے معاہدات کرنے کا مصر کو حق ملا۔ امتیازات اجنبی شادیئے گئے۔ انگریزوں سے دوستانہ معاہدہ ہوا اس طرح اس بادشاہ ذی شان کے زمانہ میں مصر اپنی قیود کو توڑ کر آزاد ہو گیا۔

پس
جلالت الملک احمد نواد الاول آزاد مصر کے پہلے بادشاہ تھے
نوٹ
یہ حالات اس قدر وسیع ہیں۔ کہ جن کے لئے کئی سو صفحے کی کتاب کی ضرورت ہے۔ میں نے خلاصہ در خلاصہ کرتے ہوئے یہ سب کچھ لکھا ہے۔ اور اب بھی سینکڑوں باتیں جو تفصیل چاہتی تھیں مجھے چھوڑنا پڑیں۔

مصر کا محبوب لیڈر سعد پاشا ز غول آزادی مصر کی جد جہد کا ایک سبق

اور سعد ز غول مصنفہ اسٹاز غفاد اور آثار سعد ز غول مصنفہ اسٹاز جنیری اور اخبارات مصر سے استفادہ کیا ہے۔ اور بلا سبالت کئی سو صفحات کی ردی گردانی کی ہے مجھے خوشی ہے کہ یہ مضمون سعد پاشا کی تاریخ زندگی کا مکمل اور مختصر خلاصہ ہے۔

پیدائش و خاندان

سعد ز غول ربیع الاول ۱۲۸۷ھ ہجری مطابق جون ۱۸۶۷ء میں ایک گھاؤں ایبنا نامی میں پیدا ہوئے۔ یہ گھاؤں مصر کے ڈسٹرکٹ طرہ کی تحصیل فوہ میں واقع ہے۔ آپ کا پورا نام سعد اللہ ابراہیم ز غول تھا۔ آپ کے والد کا نام شیخ ابراہیم ز غول تھا۔

ہندوستان میں ہر ہندوستانی سعد پاشا ز غول کے نام سے واقف ہے۔ سعد پاشا کے متعلق اگرچہ ہندوستان میں سینکڑوں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ مگر ان مضامین میں بہت سی خامیاں رہ گئی ہیں۔ میں ان مضمون نگاروں کا اس میں کوئی قصور خیال نہیں کرتا۔ بلکہ جن ذرائع سے حالات ہمارے ملک تک پہنچتے ہیں۔ وہ ذرائع مکمل نہیں ہوتے تاہم لکھنے والوں نے بڑی خوبی سے جہاں تک ہو سکا سعد پاشا کے ذکر کو ہندوستانی صحافت میں محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں بھی المبشر کی اس اشاعت میں سعد پاشا کے مختصر تذکرے کو پیش کرتا ہوں۔ اور اپنے ذاتی علم اور مطالعہ کی بنا پر یقین رکھتا ہوں کہ یہ معلومات ایک حد تک بالکل مکمل ہیں۔ میں نے ان حالات کیے تعلیمات مصریہ ل احمد شریف پاشا

چھ سال کی عمر میں آپ کے والد کی وفات ہو گئی اور آپ یتیم ہو گئے۔ اس وقت ان کی کفالت ان کے چڑے سہالی کے سپرد ہوئی۔ آپ کی والدہ عین جوانی میں بیوہ ہوئیں۔ بیوگی کے وقت ان کی عمر ۲۲ سال کی تھی۔

تعلیم

باپ کی وفات کے بعد آپ کو گاؤں کے مکتب میں حصول تعلیم کے لئے بٹھایا گیا۔ جہاں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا۔ گیارہ سال کی عمر میں آپ کی تعلیم کا پہلا دور جو دیہاتی مدرسہ تک تھا ختم ہوا۔ اس کے بعد تین سال تک آپ بخو اور نقہ اور تجوید و مختلف استادوں سے پڑھتے رہے۔

انہرہ

چودہ سال کی عمر میں آپ کو قباہرے میں تعلیم کے لئے روانہ کیا گیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ شیخ محمد عبدہ اور سید جمال الدین افغانی انہرہ میں موجود تھے۔ اور ان کے حلفات درس کا بجا چرچا تھا۔ اور لوگ بوق در بوق ان کے حلفات درس میں آکر شامل ہوتے تھے۔

چنانچہ

سعد طالب علم شیخ محمد عبدہ کے حلقہ درس میں شامل ہوا اور پانچ سال تک ان کے سامنے زانوئے شاگردی طے کیا اور پھر ترقی کر کے سید جمال الدین افغانی کے حلقہ درس میں پہنچا۔ جہاں فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ اپنے زمانہ طالب علمی میں نہایت محنت۔ ہوشیار اور ذکی طالب علم تھے۔ اپنی ذہانت کی وجہ سے استادوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔

صحافت

گورنمنٹ مصر ایک سرکاری اخبار "وفاق مصریہ" کے

نام سے شائع کیا کرتی تھی۔ ۱۸۸۸ء میں اس اخبار کی ادارت کا کام شیخ محمد عبدہ کے سپرد کیا گیا۔ شیخ محمد عبدہ کو اس اخبار میں کام کرنے کے لئے دو مددگاروں کی ضرورت تھی۔ انہوں نے اپنے شاگردوں پر نظر ڈال کر دو شاگرد منتخب کر لئے۔ ان میں سے ایک سعد زفول تھے۔ اس طرح سعد پاشا کی تعلیم کا زمانہ ختم ہو کر عملی کام شروع ہوا۔

الغرض

سعد کی زندگی کا عملی پروگرام اخبار نویسی سے شروع ہوا سعد کے سپرد اخبار کا ادبی حصہ تھا۔ آپ کی خواہ آٹھ پونڈ ماہانہ مقرر ہوئی۔ مگر جلد آپ کو ترقی دی گئی۔ اور نو پونڈ ۳۴ قرش لینے لگے۔

اخبار نویسی سعد

اخبار نویسی میں سعد کی تحریر صاف۔ سادہ عام فہم۔ تائید ہندی سے پاک ہوتی تھی۔ سعد پاشا ادب کے ساتھ اخلاقیات کے متعلق بھی مضامین لکھا کرتے تھے۔ ان کو صحافت سے ایسا نفاذ پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ اپنی ساری زندگی میں اخباری دنیا سے وابستہ رہے۔ اور اخبارات کے لئے مضامین لکھتے رہے۔ سعد پاشا کی صحافت کے متعلق یہ رائے تھی:-

المصحانة حقا تقول في حدود القانون

ما تشاء ومنتقد ما تريد فليس من

المثل ان شأ لها لم تنتقد بل الواجب

ان نسأل انفسنا لم نفعل ما تنتقد

عليه :-

آپ نے ایک سال اور کچھ ماہ بحیثیت اخبار نویس کام کیا۔

سرکاری ملازمت

۱۸۸۶ء کو آپ کی قابلیت کی وجہ سے حکومت نے

تھے۔ کہ وہ حکومت کی نظر میں

سعد بانگي تھا

سعد نے ہر چند کام تلاش کیا۔ مگر کوئی کام نہ مل سکا۔ اسلئے سعد پاشا نے وکالت کا کام شروع کرنا پسند کیا۔

ملک میں اس وکالت کا پیشہ معزز نہیں خیال کیا جاتا تھا۔ مگر سعد نے وکالت کو اپنے طرز عمل سے چار چاند لگا دیئے۔ سعد نے وکالت کے لئے اپنا ایک دستور العمل تجویز کیا۔ جو یہ تھا کہ:-

۱۔ مقدمہ کی خوب سٹڈی کی جائے۔ جھوٹے مقدمہ

کو ہاتھ نہ لگایا جائے ۲۔ اور اگر کسی مرحلہ پر ہوکل

اور اس کے دشمن کی صلح ہو جائے۔ تو سعد اسکی

فیس واپس کر دیا کرتا تھا ۳۔

یہ اصول تھا جس کی وجہ سے سعد کی شہرت ملک کے کونے

کونے میں ہو گئی۔ اور ہر شخص چاہئے لگا۔ کہ مقدمہ میں ہوکل

دیکھ لیں۔ اور سعد پاشا کو کسی مقدمہ کو ہاتھ میں لینا اس

مقدمہ کی کاسیالی کی گارنٹی ہو جاتا تھا۔

دیوانی عدالتیں

۱۸۸۴ء میں پہلی مرتبہ مصر میں عدالتائے دیوانی کا

افتتاح ہوا۔ اور ان عدالتوں کے لئے جو وکلاء مقرر

مقرر ہوئے ان میں سعد کا نمبر اول تھا۔ عدالتائے دیوانی

کے کام میں سعد کو بڑی کاسیالی ہوئی۔ اور سعد کی پریکٹس

۵۰۰ پونڈ ماہانہ تک پہنچ گئی۔

فرانسیسی تسلیم

عدالتائے دیوانی کی وکالت کے دوران میں سعد

کو ایک کمی محسوس ہوئی۔ کہ وہ فرانسیسی زبان سے واقف

آپ کو اخباری دنیا سے نکال کر وزارت داخلہ میں معاون کے عہدے پر لے لیا۔ اور تنخواہ پندرہ پونڈ مقرر کی گئی۔ اسی سال آپ کو ناظم قلم القضاۃ قسم الجیزہ مقرر کیا گیا۔ مگر تنخواہ وہی رہی۔

سعد نے ملازم سرکار ہونے کی حیثیت سے جب تک

کام کیا نہایت دیانتداری اور اخلاص سے کام کیا۔ اور

کام کے متعلق آپ کی زندگی کا دستور انکل یہ تھا کہ:-

۱۔ صرف مصلحت عامہ کو دیکھنا چاہیئے۔ اور

اپنے فائدے کی طمع نہیں کرنی چاہیئے ۲۔

یہ وہ سنہری اصل تھا۔ جس پر اگر ملازمت پیشہ لوگ کام

کریں۔ تو دنیا کی آدمی معیبتیں دور ہو جائیں۔

سعد پاشا نے ایام ملازمت میں بھی ترقی حاصل کرنے

کی کوشش نہیں کی۔ اور جب ان کو ترقی حاصل ہوئی۔ وہ ان

کی ذاتی مقدرت اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے ہوئی۔

سعد کیل

۱۸۸۸ء میں عربی پاشا کی بنیاد کی ابتدائی تحریکات

شروع ہو گئی تھیں۔ سعد کے زمانہ ملازمت میں یہ بنیاد

پورے زوروں پر ہو گئی۔ اور جب یہ سیل ڈکا۔ تو ان

لوگوں کی تلاش شروع ہوئی۔ جو اس تحریک سے ہمدردی

رکھتے تھے۔ چونکہ سعد پاشا شیخ محمد عبدہ اور سید

جلال الدین افغانی کے شاگردوں میں تھے۔ اس لئے حکومت

کی نظر ان پر پڑی بھی مزدوری تھی۔ جو چوری اور ان کو ملازمت

سے اس الزام میں الگ کر دیا گیا۔ کہ

وہ باغبان سرکار سے ہیں

ملازمت سے الگ ہو کر سعد کو کھانے پیشہ کی مزدورت

ہوئی۔ سرکاری ملازمت کے دوران میں اس کے لئے بند بچھکے

اس لئے وکالت کی شدید محنت کے ساتھ فرانسیسی زبان کو سیکھنا شروع کیا۔ اور قنصل کے عرصے میں اس زبان پر عبور حاصل کر لیا۔

سعد سبج

آپ کی قانونی قابلیت کا اس قدر اثر تھا کہ حکومت نے آپ کی قانون دانئ سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ کو سبج مقرر کر دیا۔ اور بصرہ کی تاریخ میں بہ بالکل پہلا واقعہ تھا کہ ایک نئی کو سبج بنا گیا۔ اور اس لحاظ سے سبھی کہ یہ وہی سعد تھا جسے قنصل اعظم قبل باغی خیال کر کے ملازمت سے نکال دیا گیا تھا۔ سعد پاشا کا سبجی کے منصب کو قبول کرنا آپ کی ایک بہت بڑی قربانی تھی۔ کیونکہ اس پیشہ کی وجہ سے اس کے گھر کی طرف چاندی اور سونے کا ایک دریا بہتا ہوا آ رہا تھا۔ جو اب بند ہو رہا تھا۔ مگر سعد نے اپنے ملک کی خدمت کے لئے اس امر کی پرواہ نہ کی۔ ملک کے وکلاء میں اس تقرر پر بڑی خوشی کا اظہار ہوا۔ اور سعد پاشا کے اعزاز میں حدیقۃ الان کیلئے میں ایک شاندار مجلس ہوئی۔ جس میں بڑی زبردست تقریریں ہوئیں۔

سعد پاشا کو ۴۰ پونڈ ماہانہ سبجی کی تنخواہ ملنے لگی۔ سعد پاشا چودہ سال تک سبج رہے۔ اس عرصہ میں سبب ذیل ترقیاں ہوئیں۔

- (۱) ۱۹۳۷ء میں دس پونڈ ترقی ہوئی۔
- (۲) ۱۹۳۷ء میں پھر پانچ پونڈ ترقی ہوئی۔
- (۳) ۱۹۳۹ء میں آپ ایک بجائے گئے۔
- (۴) ۱۹۳۷ء آپ کو مجیدی تمغہ عطا ہوا۔
- (۵) ۱۹۳۷ء آپ کی ہزار پونڈ سالانہ تنخواہ مقرر ہوئی۔

ججی کے زمانے میں تعلیم

باوجود اس کے کہ آپ بہترین قانون دان تھے۔ مگر آپ نے فرانسیسی لاجبی کے زمانہ میں پڑھا۔ اور ۱۹۳۷ء میں امتحان دیکر فرانس سے قانون کی اہتمامی ڈگری حاصل کی۔ پندرہ نومبر کو یہ ڈگری موسیور مہووز پر تعلیم کے دستخطوں سے آپ کو موصول ہوئی۔ اس وقت آپ کی عمر ۳۴ سال کی تھی۔ سعد پاشا کو زبانوں کے حاصل کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ

جرمنی اور انگریزی

۱۹۳۷ء میں جب کہ سعد پاشا کارلسباہ میں ٹیچر ہوئے آپ نے ایک جرمن ملازم سے جرمن زبان سیکھی۔

اور انگریزی زبان اپنی جلاوطنی کے زمانے میں مانا میں سیکھی۔ سعد پاشا کا یہ کارنامہ کہ وہ تمام عمر

اطلبو العلم من المهد الى المجد

کے اصل پر تعلیم حاصل کرتے رہے۔ دنیا کے لئے ایک بہترین اسوہ ہے۔ انہوں نے کبھی اپنے وقت کو مٹانے نہ کیا۔ جلاوطنی کی گھڑیوں کو بھی ایک نئی زبان سیکھنا خوشگوار بنایا۔

سعد وزیر تعلیم

۲۸۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء میں سعد پاشا وزیر تعلیم بنائے گئے یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ وزیر کے ساتھ انگریز مستشار مقرر کئے جاتے تھے۔ اور عملی طور پر سب کام مستشار ہی کرتے تھے۔

سعد پاشا نے انگریز مستشار کے ہاتھ میں کھونا بننا پسند نہ کیا۔ اور پورے سنوں میں وزارت کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ جس کی تعلیمی اصلاحات جاری کیں۔ مثلاً

(۱) سرکاری خرچ پر یورپ میں طالب علم اعلیٰ تعلیم کیلئے بھیجوائے۔

۲۔ جامعہ مصریہ کی بہت بڑی مدد کی۔ اور اسے وزارت کی نگرانی میں لے لیا۔

۳۔ انگریزی درسی کتابوں کے ترجمے کرائے۔

۴۔ لاکالج قائم کیا۔

۵۔ دیہاتی تعلیم کی طرف توجہ کی۔ امداری سکول قائم کئے۔ سکول کو مقبول کر ڈیا۔ بذات خود دیہاتی مدرسوں کا سائنڈ شروع کیا۔

۶۔ اخراجات تعلیم میں کمی کی۔

سعد پاشا نے اپنی وزارت کے ایام میں مصطفیٰ لعل پاشا کی وفات پر تمام مدارس بند کر دیئے۔ اور طالب علموں کو ان کے حجازے میں جانے کی اجازت دی۔

۷۔ اقل یوم سندھجری میں مدارس میں تعطیلات منظور کی۔ اس طرح سعید پاشا نے وزیر تعلیم کی حیثیت سے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

سعد پاشا بنائے گئے

۱۲ نومبر ۱۹۱۳ء کو آپ کو میر میراں کے رتبہ پر فائز کیا گیا۔ یہی وہ رتبہ ہے۔ جسے آپ پاشا کہا جاتا ہے۔ آپ کی وزارت تعلیم کا زمانہ چار سال رہا۔

سعد وزیر عدالت

۱۹۱۱ء میں محمد سعید پاشا کی وزارت میں آپ وزیر عدالت بنائے گئے۔ آپ نے اس وزارت میں بہت بڑی اصلاحات فرمائیں۔ اس وزارت سے آپ ایک حق کے لئے لڑتے ہوئے مستعفی ہو گئے۔ واقعہ یہ تھا کہ ایک مصری مسلمان شاہزادی نے ایک روسی عیالتی سے شادی کر لی۔ جس کی وجہ سے اسے تمام حقوق شاہانہ سے محروم کیا گیا اور اس کی جائیداد ضبط کر لی گئی۔ اور اس کی جائیداد پر

ایک افسر کو ڈ آف وارڈس کے مقرر کیا گیا۔ اور یہ حکم دیا گیا کہ وہ تمام حسابات وزیر عدالت کے سامنے پیش کیا کرے۔ ایک مرتبہ جب جائزہ لیا گیا۔ تو حسابات میں صریح بددیانتی دیکھ کر سعد پاشا نے شدید نفوس لیا۔ اس شخص کو غد پور مصر اور لاہور کچھ تک رسائی تھی۔ اس لئے ان کی پناہ چاہی۔ سعد پاشا نے چاہا کہ مجرم کو سزا ہو۔ مگر اپنے آپ کو بے بس پایا۔

اس لئے

آپ نے ان وجوہات کو نتھو کر کے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا۔ اور یہ مصر کی تاریخ میں پہلی قسم کا استعفیٰ تھا۔ اس سے قبل وزیر صرف بیماری کا بہانہ کر کے استعفیٰ ہوتے تھے۔ اس واقعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سعد کی جنگ اصول کی ہنگام تھی۔ اور وہ ایک ایسا انسان تھا۔ جو زندگی کی یہی سچی لاش پر چلتا تھا۔

سعد بجلیٹو اسمبلی میں

یکم جولائی ۱۹۱۳ء کو ایک قانون ساز مجلس تشریعی کے نام سے منظور ہوئی۔

سعد پاشا نے اپنے آپ کو حلقہ سیدہ زینب اور حلقہ بولاق سے کھڑا کیا۔ آپ کسی جماعت اور پارٹی کی طرف سے نمائندہ نہیں تھے۔ بلکہ مستقل اور آزاد تھے۔ آپ نے ایک بیان دوڑوں کے نام جاری کیا۔ جس میں آپ نے ان کا مول کا ذکر کیا۔ جو آپ ممبر ہونے کے بعد ملک کی خدمت کے سلسلہ میں کرنا چاہتے تھے۔ اس بیان کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ دو نو حلقوں سے نہایت شاندار طریق سے کامیاب ہوئے۔

مجلس تشریعی کے وائس پریذیڈنٹ

انتخاب کے ختم ہونے پر جب مجلس کا اجلاس عام ہوا تو ان کے

سوا چار سال کے بعد ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو جنگ مک ٹھی۔ اور تمام میدانوں جنگ کا اکیچہ تھی۔ امن و امان کا دور دورہ ہوا۔ مصر میں بھی اس کی بڑی خوشی منائی گئی۔ دندہ مصر نے انگریزی دار الحماہ میں جا کر حکام برطانیہ کو اود انہوں نے واداروں میں ایک دوسرے کو مبارکباد دینی پیش کیں اور لندن سے اسی دن خبر میجی نے حسب ذیل بذریعہ تار سلطان مصر کو مبارکباد دی۔

جناب حضرت صاحب العظمت سلطان مصر۔ تاجہ
ہمارے دشمنوں نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا
ہے۔ اس مبارک مناسبت کے لحاظ سے ہیں آپ
کو آپ کی مخلصانہ مدد کا بقی شکر یہ پیش کرتا ہوں
مصر اور مصریوں کو یقین کرنا چاہیے۔ کہ سہادی
امپائر کو جو عظمت حاصل ہوگی یا مستقبل کی امید
ہے۔ اس میں ان کا حصہ بھی کامل طور پر ہو گا
اس تار کے جواب میں سلطان مصر نے حسب ذیل تار لندن میں
بادشاہ انگلستان کو ارسال کیا۔

حضرت صاحب الملائک الملک لندن
جو رومی نے جو تار دشمنوں پر کامیابی کی مبارکباد
کے سلسلہ میں ارسال فرمائی ہے۔ اس کا دیکھ میں نے
اور میری قوم نے نہایت سرت سے کیا۔ اور اس
اعتراف سے بڑے حاکم کو ان ہی چیز میرے دل کو سرت
سرت دیکھتی ہے۔ کہ جناب نے مصر کی اس خدمت کا
اعتراف فرمایا ہے۔ جو مصر نے خود اپنے ہر فرض کر گئی
تھی۔ اس مشترکہ معاملہ کے متعلق۔

میرے دل میں ان عظیم الشان کاموں کی بڑی عزت
ہے۔ جو انگریزی دوجوں نے خشتی دتری میں ایسے
سرا تمام مدیے ہیں۔ کہ جن کی شال نہیں تھی۔
اس کے ساتھ ہی میں یورپی میں پر اس جذبہ تشکر کا

عہد سے داران کا انتخاب ہو۔ تو سعد پاشا ۶۵ و دوئوں کی
اکثریت کے ساتھ اس مجلس تشریحی کے دتیس ہینڈلٹ
فخر ہو گئے۔ اس مجلس تشریحی کی زندگی بہت مختصر تھی۔
یعنی صرف پانچ ماہ کی۔ مگر سعد پاشا اس عہد میں نیانی زندگی
کے بہترین مظہر تھے۔ آپ کی تقریروں کا مبرول پر بہت بڑا
اثر ہوتا تھا۔ آپ تقریر کے دوران میں اعلیٰ درجہ کی بذل
سخی اور لطیف گوئی سے بھی کام لیتے۔

الحرب العظمیٰ

۱۴ جولائی ۱۹۱۴ء کو گریٹ وار شروع ہوئی۔ ۲۰ نومبر
کو مصر میں احکام غریہ کا اعلان کیا گیا۔ اور ۵ ارب و ۵۰۰
برطانیہ عظمیٰ کی حمایت کا اعلان کیا گیا۔ ۸ جنوری ۱۹۱۸ء
کو ہینڈلٹ و سن کے چودہ نکات شائع ہوئے۔ جن میں
ہر ایک کو ہم کا خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی یہ تھی دیا گیا تھا۔
کہ وہ اپنے لئے جس قسم کی حکومت چاہے اختیار کرنے۔ اس
اعلان کی بنا پر ملک کے مسجد اربعہ میں آزادی مصر کے
شعلین سرگوشیاں شروع ہو گئیں۔ سعد پاشا اور دیگر ملکی ہینڈل
کا خیال تھا۔ کہ مصر نے ایام جنگ میں عظیم الشان خدمات
سرا انجام دیں ہیں۔ اس لئے جب ہم یہ مطالبہ انگریزوں کے
سامنے رکھیں گے۔ تو وہ فوراً اسے قبول کر لیں گے۔

وند المصری

سعد پاشا نے مجلس تشریحی کے ممبروں میں سے اپنے
مخد الخانی اور قوم کے نمائندہ لوگوں میں سے ایک پارٹی
تیار کی۔ جس کی یہ عرض تھی۔ کہ وہ مصر کی آزادی کا مطالبہ
انگریزوں سے کرے۔ اسی پارٹی کا نام وند المصری رکھا گیا۔

انتہائے جنگ

بھی انہما کر دینا چاہتا ہوں۔ جو آپ مصر کے مستقبل
آپ نے ظاہر فرمائے ہیں۔

اسی دن بین الاقوامی سرحد پاشا نے ہائی کمشنر برطانیہ سے
ملاقات کے لئے وقت مانگا۔ جس پر ہائی کمشنر نے ۱۳ نومبر
ساعت ۱۱ بجے صبح کا وقت دیا۔

سعد پاشا کے ساتھ علی شراوی پاشا اور عبدالعزیز
نہمی پاشا تھے۔ ایک گھنٹہ تک اس معاملہ میں گفتگو ہوئی تھی
یہ گفتگو بہت لمبی ہے۔ اس نے اس جگہ درج نہیں ہو سکتی۔
منصوریہ کہ سعد پاشا نے کہا کہ:-

”ہم میں سے کوئی چیز کم ہے۔ جس کی وجہ سے ہم کو
آزاد قوتوں کی طرح نہیں کیا جانا۔ اور انگلستان
کیوں ہم کو اپنا دوست اور حلیف نہیں بناتا
شراوی پاشا نے کہا:-

”کہ ہم انگلستان کے دوست بننا چاہتے ہیں ایسے
دوست جیسے ایک آزاد دوسرے آزاد کا دوست
ہوتا ہے۔ ہم کسی آفاکے غلام نہیں بننا چاہتے۔“
ہائی کمشنر نے گفتگو ختم کرتے ہوئے کہا کہ:-

”اس بارے میں میں ابھی حکومت برطانیہ کی رائے
سے واقف نہیں ہوں۔ اس طرح یہ ملاقات
چونگی۔“

آزادی مصر کا مطالبہ پریذیڈنٹ دمن کے ہم نکات اور
ان انگریزی موجد کی بنا پر تھا۔ جو سلطنت برطانیہ کی طرف
سے وقتاً فوقتاً جو چکے تھے۔ اس لئے میدان سے وہیں آکر
انہوں نے تسلیم کام کرنے کے لئے وفد مصری کو قائم کیا۔

تالیف وفد المصری

اسی بنا پر وفد مصری کی تکوین ہوئی۔ اور مجلس تشریعی
کے ممبروں نے ایک وکالت نامہ حسب ذیل اصحاب کو دیا۔

کہ قومی مطالبات میں ساری قوم مصری کے فائز ہونے کے لئے
وہ حسب ذیل حضرات تھے۔ سعد زغلول پاشا۔ علی شراوی پاشا
عبدالعزیز نہمی بک۔ محمد علی بک۔ عبداللطیف کمال بک۔
محمد محمود پاشا۔ احمد لطیف السید بک۔ اور ان کو اختیار دیا
گیا۔ کہ وہ جسے چاہیں اور شامل کر لیں۔ چنانچہ حسب ذیل ممبر
پہلے وفد مصری کے مقرر ہوئے۔

سعد پاشا زغلول۔ علی شراوی پاشا۔ عبدالعزیز
نہمی بک۔ محمد علی بک۔ عبداللطیف کمال بک۔

محمد محمود پاشا۔ احمد لطیف السید بک۔ اسماعیل صدیقی
پاشا۔ سینیوت حنا بک۔ محمد تیسلی پاشا۔

جورج حنا بک۔ محمود ابو النصر بک۔ مصطفیٰ النحاس
بک۔ دکتور حافظ عقیفی بک۔

منقصد

دفد کی تالیف کا مقصد یہ قرار پایا۔ کہ وہ کامل آزادی مصر
کو حاصل کرے۔

طریق حصول مقصد

حصول مقصد کے لئے کوشش پُر امن اور جائز وسائل
سے کی جائیگی۔

قانون الوند

قانون الوند کے ۲۶ بند تھے۔ جن میں سے ایک یہ تھا کہ
ہر ایک ممبر حلف اٹھائے۔ کہ وہ وفد کے کسی راز کو فاش
نہ کرے گا۔

سعد باوشاہ کی جلاوطنی

اس جد و جہد پر ابھی لمبا عرصہ نہیں گزر دیا تھا۔ کہ ۶ مارچ
۱۹۱۹ء کو جنرل وائس عام توٹ برطانیہ مصر نے سعد پاشا

کے ساتھ اس سلسلے میں سلسلہ جنابی کی۔ اور سعد پاشا کو لندن
لے کر پر آمادہ کیا۔ جہاں ان کا شاندار استقبال ہوا۔ لارڈ ملر
نے اپنی پیگم سعد پاشا کے سامنے رکھی۔ جو سعد پاشا نے اپنی
قوم کی منشاء کے ماتحت رد کر دی۔

لندن سے واپسی

سعد پاشا نے اپنی قوم کے حقوق کا مطالبہ پورے طور سے
کیا۔ اور اس کا حق ادا کر دیا۔ اس لئے جب ۴ اپریل ۱۹۱۹ء
کو لندن سے واپس آئے۔ تو ملک نے آپ کا ایسا استقبال
کیا۔ کہ جس کی نظیر مصر نے پھر کبھی نہیں دیکھی۔

یشیل میں نظربندی

سعد پاشا کی سیاسی مداخلت کو دیکھ کر ۲۲ دسمبر ۱۹۱۹ء
کو مستشار داخلہ نے قائم مقام کے قائم مقامی کی
حیثیت سے سعد پاشا کو ایک نوٹس دیا۔ کہ وہ سیاست
سے علیحدہ ہو جائیں۔ اور قاپرے کو چھوڑ کر کسی گاؤں
میں سکونت پذیر ہو جائیں۔
اس نوٹس سے چند گھنٹے کے بعد سعد پاشا نے
حسب ذیل جواب دیا :-

”میں اپنے مرکز میں موجود رہوں گا اور
اپنے فرائض کے ادا کرنے میں مخلص
اور حکومت ہمارے ساتھ جو کرنا
چاہتی ہے کرے گا

اس جواب کے دو دن بعد سعد پاشا کو ان کے مکان
سے گرفتار کر کے اور بعض دیگر ارکان کے ساتھ یشیل
بجج دیا گیا۔ جہاں سے ۲۰ جولائی ۱۹۲۱ء کو آپ
رہا کر دیئے گئے +

اور ان کے ساتھیوں کو بلا کر ان کی سیاسی سرگرمیوں پر تنبیہ
کی۔ اس تنبیہ پر ابھی چند گھنٹے بھی نہ گزرے تھے کہ سعد پاشا
کا جواب برطانیہ کے وزیر اعظم کے پاس پہنچ گیا۔ جس کا ایک
نفرہ یہ تھا :-

”دفعہ مصری کبھی آزادی کے مطالبے سے

رک نہیں سکتا۔ اور اس کے مقابلے میں

ہر ایک قسم کے مصائب اور قربانیاں خندہ

پیشانی سے برداشت کرنے کو تیار ہے گا

اس جواب پر ابھی دو ہی دن گزرے تھے۔ کہ ۸ مارچ
۱۹۱۹ء کو سعد پاشا۔ محمد عبدالرشید۔ اسماعیل صدیقی پاشا۔
محمد ابلس پاشا گرفتار کر کے مائیں بیج دیئے گئے۔ اس طرح
سے ۸ مارچ کا دن آزادی مصر کی جنگ کا پہلا دن تھا۔

آزادی

اس سکنے جتنی پرتیل کا کام کیا۔ بلکیوں کی سرگرمیوں نے
حکومت کو مجبور کر دیا۔ کہ سعد پاشا امدان کے ساتھیوں کو آزاد
کر دے۔ چنانچہ ۷ اپریل کو حکم دیا گیا۔ کہ آپ جہاں جانا چاہیں
جاسکے ہیں۔

لجنہ ملر

سعد پاشا نے یورپ اور امریکہ میں مصر کی آزادی کا پروپیگنڈا
اپنی آزادی کے بعد پوری قوت کے ساتھ شروع کر دیا۔
اور سعد پاشا یورپ میں اپنے پروپیگنڈے میں شمول
تھے۔ کہ ملر کمیٹی کے ممبر مصریوں سے گفت و شنید کرنے
کے لئے مصر میں وارد ہو گئے۔ مگر مصر کے وطنیوں نے ملر
پارٹی کا مکمل ہائیڈکٹ کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لارڈ ملر کو
مصر سے نکال دیا گیا۔ اور آئسٹن جاکر سعد پاشا

میں اس محکمہ کی تنظیم کے لئے تم پر
اعتماد کرتا ہوں۔ تاکہ نیل کے پانی کے
ایک ایک قطرہ کی تم حفاظت کرو۔ جسکی
مصر کو ضرورت ہے گا

وزارت عظمیٰ سے استعفیٰ

سعد پاشا نے اس وزارت مسئلہ سوڈان کی وجہ سے
اپنا استعفیٰ پیش کیا۔ جبکہ لاٹھاہور نے کہا:۔

یہ کہ حکومت برطانیہ سوڈان کو کسی صورت
چھوڑ نہیں سکتی گا

اس کے جواب میں سعد پاشا نے پارلیمنٹ میں کہا۔۔
یہ کہ مصری قوم جب تک زندہ ہے وہ سوڈان
سے تنازل اختیار نہیں کرے گی

اور یہ کہ استعفیٰ دیدیا۔ مگر بادشاہ نے اسے منظور نہ فرمایا۔
دوسری مرتبہ سرلی سٹیک پاشا گورنر سوڈان کے
قتل پر حکومت برطانیہ نے فوجیں مصری حکومت کو
دیا۔ اسے قبول نہ کرتے ہوئے استعفیٰ دیدیا۔ اور اسدغہ
بادشاہ کو اس کے قبول کرنے پر مجبور ہونا پڑا۔ استعفیٰ
کے قبول ہونے کے بعد سعد پاشا نے پارلیمنٹ میں ایک
بیان دیا۔ جو حسب ذیل تھا۔۔

”ہم پورے اخلاص سے مستعد ہیں۔ کہ ہم
ہر اس وزارت کی پارلیمنٹ میں تائید کریں گے۔
..... جو وزارت ملک کے

مصالح کے لئے کام کرے ہم میں کوئی قبیلہ
یا عارضے کا شوق نہیں۔ مگر ان امور میں

سعد پاشا وزیر اعظم

۱۵ مارچ ۱۹۲۲ء وزارت عظمیٰ بھی پاشا ابراہیم کے
کے سپرد ہوئی۔ آپ کے زمانہ میں پارلیمنٹری انتخابات
ہوئے۔ انتخابات کا نتیجہ ۱۲۔ جنوری ۱۹۲۲ء کو ظاہر ہوا۔
دفعہ پارٹی کو ۲۱ نشستوں میں سے ۱۹۰ ملیں۔ جس کے
نتیجہ میں ۲۸ جنوری ۱۹۲۲ء کو شاہی فرمان سعد پاشا
کے نام ذوات بنانے کے لئے جاری ہوا۔ جس کی
بنیاد پر سعد پاشا نے وزارت مرتب کی۔ اور خود وزیر
اعظم کے علاوہ وزیر داخلہ ہوئے۔

۱۵۔ مارچ ۱۹۲۲ء کو سعد پاشا کی وزارت میں
مصر کی پہلی پارلیمنٹ کا افتتاح جلالت الملک احمد فواد
الاول نے کیا۔

سعد نے وزیر اعظم ہو کر سیاسی قیدیوں کو رہا کر
دیا۔ فوج کے اخراجات جو مصری خزانے سے دیے جاتے
تھے۔ ان کا ادکار نا غور کر دیا۔

اور سعد پاشا نے سررامزے میکڈونلڈ سے پھر
آزادی مصر کی گفتگو شروع کی۔ مگر سعد پاشا کی مصلحت
کی وجہ سے گفتگو ایک ہفتہ کے بعد منقطع ہو گئی۔

سعد پاشا نے اپنے زمانے میں انگریز ملازمین کے
انز کو بہت کم کر دیا۔ اور بہت سی اصلاحات نافذ کیں
بہت سے دفعہ بیرونی ممالک میں بھیجے۔ فنون جلد کی طرف
توجہ کی۔ صنعت۔ ذراعت اور آب پاشی کی طرف
بڑی توجہ دی۔ چنانچہ سعد پاشا اپنی وزارت کے پہلے ہی
دن وزارت اشغال میں گئے۔ اور آب پاشی کے محکمہ انجیل
سے یوں خطاب کیا۔۔

”مصری انجینئروں سے یہ امر پوشیدہ نہیں
کہ آب پاشی کی بہت بڑی اہمیت ہے

جو مصلحت عامہ سے متعلق ہوں۔ ہم تو
اس مصلحت کے خادم ہیں۔ اور جو بھی
اس مصلحت کی تائید کرے۔ ہم اس کے
مؤید ہیں۔

پارلیمنٹ مصری کے صدر

۲۲ مارچ ۱۹۲۵ء میں سعد پاشا پارلیمنٹ کے صدر
منتخب کئے گئے۔ اور پھر دوسری مرتبہ ۱۰ جولائی ۱۹۳۰ء کو
صدر مقرر ہوئے۔

آپ کے زمانہ صدارت میں آپ نظم نظام میں انصاف
توازن اور حق پرست کو استعمال نہیں کرتے تھے۔ بلکہ
دلائل کو استعمال کرتے تھے۔

عارضہ میں آپ بڑے فوی الدلائل اور کلمتہ بیخ اور
لطیفہ گو واقعہ ہوئے تھے۔ اس لئے مہربان گفتگو کرتے تھے
تو بات معقول بہ دل بات کرتے۔ ورنہ چپ رہتے تھے۔
کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر ہم نے کوئی ایسی دہی بات کی۔
صدارت کی کسی سے اس بات کے جواب میں ایسی بات
نہی جائیگی۔ جس کا جواب بن نہ پڑے گا۔

یہ آخری منصب تھا۔ جو سعد پاشا کی زندگی میں ان
کو ملا۔

بعض مصائب قابل ذکر

۱۔ پہلی دفعہ آپ عربی بادشاہ کی بغاوت کے وقت
ملازمت سے اس لئے الگ کئے گئے کہ آپ محمد عبدالکادر
خاں رہیں۔

۲۔ وکالت کے ایام میں اپنے ایک دوست حسین صفر
نہی کے ساتھ اس جرم میں تہمت کئے گئے کہ آپ نے ایک
نہج انتقام نہا رکھی ہے۔ تاکہ عربی کی بغاوت میں جو لوگ

مارے گئے ہیں۔ ان کا انتقام لیں۔

ایک بیچ فٹنگس کی صدارت میں مقرر ہوا۔ اور
اس نے فٹنگس کر کے ان کو بری کیا۔ مگر برأت کے بعد بھی
۹۸ دن جیل میں رہے۔

۳۔ دودھ نمک بدر کئے گئے۔ آپ کے مکان پر چھاپا
مار گیا۔

۴۔ ایک دیوانے فرحان نے ۱۲ جولائی ۱۹۲۲ء کو
کے اسٹیشن پر پتوں سے حملہ کر دیا۔ گوئی دہیں بازو میں سے
ہو سینے میں لگی۔ خون بہا تھا۔ اس دہشت آپ نے فرمایا:-

”اگر سعد مر گیا۔ تو اس پر کوئی فکر مت کرنا

کیونکہ سعد کا شمن مر نہیں سکتا۔ مہر سہ

بعد تم اس پر دو گرام کو منظم طور پر جاری

دکھنا۔

مگر سعد پاشا اس گولی سے مر نہیں۔ بلکہ اپنی طبعی موت سے
فوت ہوا۔

سعد پاشا جب تک زندہ رہا۔ مصر کے لئے زندہ رہا۔

اور اس نے اپنی قوم ملک کے لئے اپنا علم۔ اپنی زندگی۔

صحت۔ قوت سب ختم کر دیں۔ روضہ بے لاگ خدمت کرتا

ہوا اس دنیا سے ۱۹۲۵ء کو اپنی قوم کو خون کے انور لانا اپنے

مالک حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔

تمی ایسی کرنیو تم ہنو جاگ روئے

المبشر احمدی فوجانوں میں ادبی۔ علمی

نڈہی جاذبہ پیدا کرنے کا ذریعہ ہے

حکومت مصر کا تو فصل خانہ بمبئی میں

انفوز

تمام ملکوں کے اسلامی ممالک کے ساتھ مصری حکومت کے تعلقات ایسے ہیں۔ جو نہایت عزت و احترام کے ساتھ سمجھے جانے کے قابل ہیں۔ اس کے علاوہ مصری اپنے ذاتی اخلاق کے لحاظ سے نہایت ہی قابل احترام لوگ ہیں۔ ان سب وجوہات کی بنا پر میرا دل ہمیشہ چاہتا تھا کہ میں مصری سفارت خانہ ہندوستان میں دیکھوں۔ ہندوستان میں عراقی۔ حجازی ایران افغانستان۔ ترکی کے سفارت خانے تو تھے۔ مگر مصر کا سفارت خانہ نہ تھا۔ اگرچہ حکومت مصر کا ایک عرصے پہ خیال تھا۔ کہ وہ ہندوستان میں تو فصل خانہ کھول دے۔ مگر بعض تعمیری دوکیں اس راستہ میں روک رہی ہیں۔ بالآخر حکومت مصر نے گذشتہ سال بمبئی میں ایک تو فصل خانہ کھول دیا۔ اور اب سے پہلا تو فصل جسے اس تاریخی تو فصل خانہ کے افتتاح کی سعادت حاصل ہوئی۔ وہ صاحب الزمّت محمد صادق بک ابو خضرو تھے۔ ابو خضرو بک مصر کے ایک نہایت سحر گھرانے کے فرد تھے۔ ایک ایسے گھرانے کے جو اپنے الودادوں کے لحاظ سے اپنے وطن میں نہایت معزز ہے۔ ابو خضرو بک نہایت تین اور سنجیدہ مزاج کے آدمی تھے۔ اور ہر ایک معاملات کو نہایت خود نوک سے جاننے کی کوشش کرتے تھے۔

انہوں نے اپنے زمانہ قیام میں نفس نفیس بہت محنت سے کام کیا۔ کچھ عرصہ وہ تنہا کام کرتے رہے۔ پھر خباب قتادی بک صاحب آپ کے اسسٹنٹ بنا کر بھیجے گئے۔ قتادی بک بھی ابو خضرو بک کی طرح نہایت شریف خاندان کے رکن تھے۔ اور نہایت ہی اعلیٰ اہلک کے حامل تھے۔ ان دونوں حضرات نے مصری تو فصل خانہ

مصر کو اس وقت عالم اسلامی میں جو مقام حاصل ہے۔ وہ اس اہم کی زعامت اور سیادت کا مقام ہے۔ دیگر تمام عربی ممالک میں مصر کی علمی ادبی، تمدنی برتری کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ میں خود اس امر کا دافق جال ہوں کہ مصری قوم اس گئے گذرے وقت میں بھی اسلامی دنیا کی گراں قدر خدمت سرانجام دے رہی ہے۔ ہزار ہا کتابیں علوم عربیہ میں نہایت اعلیٰ درجہ کے کماؤ پر نہایت دیدہ و زیب طباعت کے ساتھ شائع ہوتی ہیں۔ اور ان چیزوں کا اہتمام کتابوں کے اجڑی نہیں کرتے۔ بلکہ حکومت خود ان کتابوں کو جو دنیا سے تقریباً منقود اور معدوم ہو رہے تھے۔ تلاش کر کے تقسیم کر رہی ہے۔ دیگر ممالک عربیہ اسلامیہ کے معاملات سے بھی حکومت مصر کو ہمیشہ دلچسپی ہر روز رہی ہے۔ اور اپنی طاقت سے جبرہ کر مصری قوم اور مصری حکومت نے حصہ لیا۔ اس ضمن میں ان تمام تفصیلات کی گنجائش نہیں۔ تاہم کہے نہیں مسلم ہے۔ کہ حجاز میں ہر سال مصری خزانہ سے ہزار ہا روپیہ دغلہ اور کپڑا جاتا ہے۔

جج کے ایام میں مصری ہسپتال حجاج کے آرام کے لئے گراں قدر خدمات انجام دیتے ہیں۔

حجاز مقدس میں سڑکوں کو بنوانے میں حکومت مصر نے نہایت شاندار خدمات سرانجام دی ہیں۔ سارا سال ایک خاص شاف با وضو ہو کر خلاف کتبہ کا کام کرتا رہتا ہے۔ فلسطین کے تقسیم میں حکومت مصر نے اپنے اثر و رسوخ کو ہمیشہ فلسطینی عربوں کے لئے استعمال کیا۔ اور ان کی امداد اپنا فرض جانا۔

کی بنیاد رکھی۔ اور اس کا ابتدائی کام مکمل کرنے کے بعد وہ مدعو
میں سے تبدیلی ہو گئے۔ ابو خضرہ یک سان فرانسویوں کو فصل
مقرر ہوئے۔ اور قناری بکس پیچھے دیکھ کر فصل ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد نیا شاف آیا۔ اگرچہ فصل جلد
تو ابھی ترقی نہیں لائے۔ مگر تا مقام فصل جلد

احمد بابک نجیب شکاری

مصر کے نہایت دینی و نفع المذرت خاندان کے رکن ہیں۔ اس وقت مصری
حکومت کی طرف سے احمد نجیب بک شکاری بطور قائم مقام قنصل
جبل کے خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ احمد نجیب بک ابھی
نوجوان ہی ہیں۔ اور ان کے سامنے ایک نہایت چمکتا ہوا مستقبل
ہے۔ وہ دن در در نہیں۔ جب کہ وہ مرکزی حکومت میں بھی بہت
بڑی پوسٹ پر لے لئے جائیں گے۔

ان کا خاندان

وہ ایک رفیع المذرت خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مصر میں
ہر طرح محترم ہے۔ کیا بجا ظاہری مال و دولت اور توکل کے
اور کیا بجا و جہات اور اعلیٰ مناصب پر فائز ہونے کے اور
کیا بجا اپنی وسیع زمینداری کے

آپ کے والد

صاحب المذرت محمد نجیب بک شکاری ۳۸ سال تک حکومت مصر
میں جو پوسٹ کے اعلیٰ عہدے پر فائز رہے۔ اور اس سے ترقی
کے مستشار ہو گئے۔ اور اس اعلیٰ منصب سے واپس ہونے کے
بعد آپ کی فی دہلی خدمات کا دائرہ اور بھی وسیع ہو گیا۔ اور آپ اس
آف لارڈز کے ممبر ہو کر زیادہ مفید کام کرنے لگے۔

احمد پاشا شکاری

آپ کے دادا صاحب المعادہ احمد پاشا شکاری پاشا کے معزز
خطاب سے متفق تھے۔ آپ ہیرو کے ڈپٹی کمانڈر تھے۔ اور پھر وزارت
داخلہ میں نائب وزیر کے منصب پر فائز ہوئے۔

محمد پاشا شکاری

آپ کے پردادا تھے۔ آپ پہلے ڈیپٹی تھے۔ جو مصری حکومت
فرانس کی طرف بھیجے گئے تھے۔ اور اسی پر اکتفا نہیں۔ بلکہ آپ ان
چند لوگوں میں سے تھے۔ جو افسانہ قانون مصر ہوئے ہیں۔
اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس خاندان کے جس قدر افراد ہیں۔
وہ سب کے سب معزز اور اعلیٰ مناصب پر فائز رہے ہیں۔

احمد نجیب بک شکاری عرب ہیں

اس خاندان کے مرد شان اعلیٰ مراکش سے مصر میں وارد ہوئے
تھے۔ اور مراکش میں بھی وہ کوئی معمولی درجہ کے عرب نہ تھے۔
بلکہ مشہور و معروف شامان اور اس میں سے تھے۔ پس وہ مصر میں
آنے سے قبل بھی ایک شاہی خاندان کے افراد تھے۔ نجیب بک
شکاری کے چچا صاحب الدولہ اسماعیل صدیقی پاشا ہیں۔

صدیقی پاشا

کا نام مصری تاریخ میں بہت واضح الفاظ میں لکھا جائے گا۔
انہوں نے ملک کی خدمت میں ہر قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں
وہ سعد پاشا زعفرانی کے اول الانصار میں سے تھے اور خدا
ملی و ملکی کے سلسلے میں ان کو جلال و عظمت کی معیشتیں بھی برداشت
کر لی ہیں۔

صدیقی پاشا بطور ماہر اقتصادیات

صدیقی پاشا مصر میں ایک بہت بڑے ماہر اقتصادیات ہیں۔ وہ
کئی مرتبہ وزیر مالیات مقرر ہوئے۔ اور جب بھی وہ وزیر المیزان
ان کا دو دو گونہٹ کے خزانہ کے لئے بطور ایک

حصہ دار

کے ثابت ہوا۔ کئی دفعہ گورنمنٹ مصر کو بیرونی منڈیوں کے زار
چڑھاؤ کے باعث اور کئی دفعہ اکیسویں کی وجہ سے مصری حکومت
کا خزانہ خطرے میں پڑ جاتا رہا۔ مگر صدیقی پاشا کا وجود ایسے وقتوں میں

طوفان میں چٹان

میں جاتا ہے۔ وہ متعدد کمپنیوں کے ڈائریکٹر رہے اور ہیں۔ جن
کمپنیوں میں صدیقی پاشا نے شرکت کی ملک کے لوگوں نے ان کے وجود کو

کامیابی کی کاغذی یقین کیا۔

صدقہ پاشا بطور سیاسی اور وزیر کے

یہاں گنجائش نہیں کہ میں صدقہ پاشا کے تمام صفات و تفصیل سے بیان کر سکوں۔ مگر صدقہ پاشا نے ۱۹۲۲ء میں جب وزارت عظمیٰ کا چارج لیا۔ اس وقت وہ حزب الاحرار و دستور میں ایک بلند مرتبہ لیڈر سمجھے جاتے تھے۔ وزارت کا چارج لینے سے قبل انہوں نے حزب الاحرار سے اپنا تعلق قطع کر لیا۔ انہوں کا خیال تھا کہ ان کی وزارت قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ ان کے ساتھ ملک کی کسی سیاسی پارٹی کی طاقت نہیں ہے۔ اور جس وزارت کو ملک کی کسی سیاسی جماعت کا اعتماد حاصل نہ ہو۔ وہ قائم نہیں رہ سکتی۔ مگر صدقہ پاشا ایک نہایت حکیم اور باہمی آدمی تھا۔ اس نے پارٹوں اور احزاب کی طاقت کو دیکھ کر اور سوچ کر لیا۔ اور اس نے ملک کی ضرورت کا احساس کرتے ہوئے ایک

ایک جدید حزب کی بنیاد رکھ دی

یہ حزب حزب الشعب تھا۔ حزب الشعب کے عالم وجود میں آنے سے ان خطرات کا ازالہ ہو گیا۔ صدقہ پاشا نے اس وقت ملک کی ضرورتوں کو دیکھ کر محسوس کیا کہ ملک میں بڑے بڑے سیاسی سنسوں میں شہسبکیں ہیں۔ اور عام لوگوں کا ایک بڑا حصہ ہے کہ جس کو قوتِ لاجوت بھی میر نہیں۔ ان کے لئے سب سے بڑا سوال

روٹی کا سوال ہے

صدقہ پاشا نے روٹی کو گرانی دہر کرنے کے لئے سرکاری دکانیں کھول دیں۔ جن میں سستی اور عمدہ روٹی مل سکتی تھی۔ عوام کے لئے ایسے سرکاری ہوٹل کھول دیئے۔ جن میں ایک تھری میں گوشت روٹی مل سکے۔ چیرا پس نہیں کیا۔ وہ خود ان ہوٹلوں میں جاتے۔ اور عوام کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھتے۔ ان کے آداب کا لحاظ رکھتے۔ ان کھانوں کی پڑتال کرتے۔ اور خود اس کھانے میں سے کھانا کھاتے اس طرح عوام کی دیکھ بھال کا کام لینے لگے۔

الغرض

صدقہ پاشا اپنی سیاست۔ تدبیر اور حکمت کے لحاظ سے مصر کے بھٹی کے چند آدمیوں میں سے ایک ہیں۔ صدقہ پاشا ان لوگوں میں سے ایک ہیں۔ جو ہندوستان اور ہندوستانیوں سے محبت کرتے ہیں۔ میں تو ذاتی طور پر ان کی اس محبت کے مظاہرے دیکھ چکا ہوں۔

مگر

اس امر کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ پرائیگنسٹی صدقہ پاشا نے احمد نجیب بک شکاری کو ہندوستان کی طرف رخصت کرتے ہوئے کہا کہ۔

ہندوستان میں دیکھ کر کام کرنا۔ وہاں

ہمارے بہت سے دوست ہیں

یہ بات ان کے قلب کی آئینہ ۱۰ ہے۔ ان کو وہم بھی نہیں گذر سکتا تھا کہ بری یہ کہ وہ ہندوستان پہنچ جاتے گی۔ جو انہوں نے اپنے ملک میں اپنے ایک عزیز کو رخصت کرتے ہوئے کہی۔ میرا اس تفصیل سے کہنے سے یہ مدعا ہے۔ کہ جو شخص ہمارے ملک میں بھیجا گیا ہے۔ وہ ہر لحاظ سے ایک معزز ترین خاندان کا معزز رکن ہے۔ اور یہ انتخاب ہر لحاظ سے مناسب اور سزاوارت ہے۔

پس

میں احمد نجیب بک شکاری کو ہندوستان کی سرزمین میں اتارنے پر

احلاً و تماملاً و مرحباً

کہتا ہوں۔

اس لئے بھی کہ بہت سے ہندوستانی مصر کی سرزمین میں نہایت امن کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اور اوزگار پیدا کرتے ہیں۔ بہت سے ہندوستانی طالب علم مصری اسکولز سے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور ازہر یونیورسٹی ان کی تعلیم کیلئے ہی نہیں بلکہ ان کے اخراجات کی بھی بہت بڑی مددگار تھیں۔ مصریوں کا ہم پر اس رنگ میں بھی احساس ہے کہ وہ ہمارے ملک کے فوجیوں کی تعلیم کا ہر طرح اہتمام کر رہے ہیں۔ اس لئے مصری نمائندوں کا دیکھ کر نا ہمارا حقیقی فرض ہو جاتا ہے۔

کے کہہ سکتا ہوں۔ کہ آپ جیسا شریف انفس اور کریم الطبع آدمی جس محکمہ میں بھی ہو گا۔ وہ محکمہ ہر طرح قابل تعریف و ستائش ہو گا۔

میں ایسے چچے اور معزز انصرون کے انتخاب پر حکومت مصر کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور ایسے بھائیوں کو توجہ دلانا ہوں۔ کہ وہ اپنے تعلقات کو مصری تو فصل خانہ سے مضبوط بنانے کی کوشش کریں۔

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر البشر

قائم مقام وائس تو فصل

میں یقیناً بہت بڑی فرد گزشت کا مکتب ہوں گا۔ اگر میں تو فصل خانہ کے ایک دوسرے آئینہ کا ذکر نہ کروں۔ میری مراد اس سے

ابراہیم بابک الدسوقی امام

سے ہے۔ آپ مصری یونیورسٹی کے فارغ التحصیل نوجوان ہیں۔ آپ کا تعلق ایک علم و فضل کے گھرنے سے ہے۔ آپ باطل نوجوان ہیں۔ اور نہایت ہی وجہ اور جس کچھ ہیں میں نے آپ کو عجم شرافت و مجسم اخلاق پایا۔ میں نہایت وقوف

مصری قوم کی خصوصیتیں

سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔

قومی غیبدیں

۱۔ اپنی مذہبی عیدوں کے ساتھ ساتھ قومی عیدوں کو بڑی گرم جوشی سے مناتے ہیں۔ چنانچہ شہم التیم "ذوالنیل" کے دو ایسے یوم ہار ہیں۔ جو ہزار ہا سال سے مصری ملتے چلتے آ رہے ہیں۔ پہلا تیو بار تو موسم بہار کا تیو بار ہے۔ اور دوسرا نیل میں طغیانی کا تیو بار۔

مصری نوجوان کام کرنے کو عیب خیال نہیں کرتا

ایک زمانہ تھا۔ کہ مصری نوجوان بالکل آرام پسند ہو گئے تھے۔ مگر اب گذشتہ چند سالوں سے ان کے اندر ایک عجیب روح پیدا ہو گئی ہے۔ جس کا نام روح عمل ہے۔ وہ کبھی کام کو عیب خیال نہیں کرتے۔ اچھے گھرانوں کے لڑکے دراز

ہر ایک قوم میں کچھ نیکہ خصوصیات ہوتی ہیں۔ مصری قوم میں بعض ایسی خصوصیتیں مجھے نظر آتی ہیں۔ جن کی وجہ سے ہرے دل میں ان کی عزت پیدا ہو گئی۔ ان میں سے سب سے پہلی چیز

جذبہ حب الوطنی

ہے۔ میں نے مصری بچوں میں۔ مصری عورتوں میں۔ مردوں میں۔ بوڑھوں میں ہر طبقہ میں جذبہ حب الوطنی موجزن پایا وہ مصر کے لئے مرنے تک سے دریغ نہیں کرتے۔ بلکہ ان کے قوی فتنے جنہیں وہ دست ہو کر لگاتے ہیں۔ ان میں مصر پر پرندہ ہونے کا بار بار ذکر آتا ہے۔ ان کے منی گیت میں بھی حب الوطن من الايمان کا تذکرہ آتا ہے۔ ایک مصری جب نیل کا پانی پیتا ہے۔ تو وہ فطری طور پر ایسا غا ہر کرتا ہے گویا کہ اس نے کوثر و سلسیل کا جام پیا ہے۔ مصری قومی تقویوں پر دل و جان سے شریک ہوتے ہیں۔ اور اس غرض کے لئے

مصری صاف دل ہوتا ہے۔ عام طور پر جب مصری کسی سے محبت کرتا ہے۔ وہ اس سے خالص محبت کرتا ہے وہ اس پر اس حد تک اعتماد کرتا ہے۔ کہ اسے اپنے گھر کا ایک مہر خیال کرنے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ اس سے اپنے گھر کا کوئی امر پر مشہدہ نہیں دکھا جاتا۔ مصری اپنی زندگی کے تمام اہل و عیال باوجود یورپین رہنے کے سادہ ہوتا ہے۔ دیکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ کہ وہ آدلی بزرگوار ہونڈ سوئڈ ہوتا ہے۔ مگر جب وہ اپنے گھر میں ہوتا ہے۔ تو بعض اوقات ایک بڑا پاشا بھی پاؤں تک کا عربی کرتا۔ اور سر پر سونی کپڑے کی ٹوپی اور پائل میں مصری قدیم طرز کا جونا پہن دیتا ہے۔ وہ زمین پر بچکے چمٹے فرش پر رات پاتی مگر کبھی جاگتا ہے۔ وہ پانی پینے کے لئے گلاس کی بجائے غلامین کی طرح صراحی کو منہ لگا کر خٹ خٹ پانی پی کر کوٹ اختیار کر لیتا ہے۔ کہ اس طرح منہ سے پانی پینا سقہ لہذا در عرسے نار ہوتا ہے۔

مصری بہان نواز

مصری میں نے عام طور پر بہان نواز دیکھے ہیں۔ ہر ماٹک میں کچھ رنگ شا ذ طبیعت کے کر پیدا ہوتے ہیں۔ مگر میں نے علی العموم مصریوں کو بہان نواز دیکھا ہے۔ مصریوں کے گھر سے کوئی شخص چائے پیئے بغیر واپس نہیں جاسکتا۔ اگر کھانے کا وقت ہو تو کھانا کھائے بغیر واپس نہیں جاسکتا۔ یہاں تک کہ دیات میں بھی بہان نوازی کا بہت اعلیٰ انتظام ہے۔ اور بہانوں کے لئے سبز لوگوں نے دائرے بنا رکھے ہیں۔ دائرہ اسے اس لئے کہتے ہیں۔ کہ اس میں ہر وقت نوکر اور بہان گردش کرتے رہتے ہیں۔ ان دائروں میں واقف اور ناواقف سب کو بہان بنایا جاتا ہے۔ اس میں چار پائیاں۔ بستر۔ اور کھانے کا نہایت اچھا انتظام موجود رہتا ہے۔

کی طرف پورے توجہ دے رہے ہیں۔ پلوٹی۔ مکہ بازی۔ جتنا سنگ۔ تربیت بدنی۔ کشتی رانی۔ تیراکی۔ دوڑ۔ سائیکل ریس۔ وغیرہ۔ کھیلوں میں پوری سرگرمی سے حصہ لیتے ہیں جبکہ ایک اکھاڑے بنے ہوئے۔ خوبصورت ڈسکے جو بظاہر دیکھنے میں انگریزی لباس میں ملبوس ہیں۔ وہ رات کو ان اکھاڑوں میں جمع ہو کر خوب ڈانڈ پیٹتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ تندرست نوجوان بے کار میٹھنا پسند نہیں کرتے۔ تعلیم یافتہ نوجوانوں نے کئی قسم کے کام اپنے ہاتھ میں لئے ہیں۔ اور بیکاری کا مغالہ منسوخ کر دیا ہے۔ تعلیم یافتہ نوجوان کھانے کے ہوٹل کھول کر صابون سازی کے کارخانے کھول کر مختلف قسم کی چھوٹی چھوٹی تجارتیں لے کر بیٹھ گئے ہیں۔ وہ اپنے گاہکوں سے نہایت مہذبانہ سلوک کرتے ہیں۔ اور وطن پرست مصری ان فقیہ یافتہ نوجوانوں کے پاس جا کر اور ان سے سودا خرید کر خوش ہوتے ہیں۔

شبان المسلمین

آج سے چند سال قبل مسلمان نوجوانوں کے لئے کوئی سمرز کلب نہ تھی۔ وہ مجبوراً دائی۔ ایم۔ سی کے ممبر ہو کر میانی تفریق اور مذہب کے گردیدہ ہوتے تھے۔ مگر خدا بھلا کر ڈاکٹر حبیبہ الحمید سعیدہ کا جن نے مسلمانوں کی اس مزدورت کو محسوس کر کے بالکل اسی شان اور اسی طرز کی ایک انجمن کھول دی۔ اس نے مسلمان نوجوانوں کو بالکل میانیوں کی دائی۔ ایم۔ سی سے مستثنیٰ کر دیا۔ یہ بھی مصریوں کے جذبہ وطنیت کا نتیجہ تھا۔ کہ باوجود اس کے کہ اجنبی اور غیر ملکی دائی۔ ایم۔ سی اس شبان المسلمین کی نسبت اپنے اندر جذب کرنے کا زیادہ سامان رکھتی تھی۔ مگر میر جی انہوں نے اپنی ملکی تحریک کو مقدم کر دیا۔

مصریوں کا جذبہ محبت

مصری جذباتی لوگ نہیں

مصری تمام کے تمام جذباتی لوگ ہیں۔ دلائل کی نسبت جذباتی ہر دلیل اُن پر قویاً اثر کرتی ہے۔ اور بعض اوقات تو مصری کسی جذباتی تحریک سے اتنا متاثر ہو جاتے ہیں کہ اچھلنے کو نہ اور ناچنے تک سے دریغ نہیں کرتا۔ اور اچھے اور بُرے کلمے لوگ بھی حیر زدینے اور آواز سے یا حلاوت یا سکر۔ یا عافی۔ یا فوری وغیرہ تجید کے کلمات استعمال کر کے دُک نہیں سکتے۔

بہت سے لوگوں نے مصر کے سزناموں میں مصریوں کے کے متعلق ایسی باتیں لکھی ہیں۔ جو حقیقت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے لکھی گئی ہیں۔ مدد جس قدر قریب سے آپ دیکھیں گے۔ ان میں خوبیاں زیادہ نظر آئیں گی۔

سب رسل حیدر آباد دکن

حیدر آباد دکن، اوقت اردو زبان کی بہت بڑی خدمت سرانجام دے چکا ہے وہاں بلند پایہ مصنفین اور بلند پایہ شعرا اور ادیب پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ان کی شک نہیں کہ وہاں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں۔ جو علم و ادب کی خدمت سرت محکم کہتے ہیں۔ اس لئے وہاں سے کچھ کتابیں اور عمدہ رسائل کا طبع ہونا کوئی غلط توقع بات نہیں۔ حیدر آباد سے ایک رسالہ سب رسل کے نام سے دو تین سال سے جاری ہے۔ یہ رسالہ نہایت اعلیٰ درجہ کے ادباء کے ہاتھ میں ہے۔ اس کا عام معیار اعلیٰ بلند ہے۔ علم کے ساتھ ساتھ ادب اور ادب کے ساتھ ساتھ تاریخ اور ہر مضامین لکھے کہ درجہ برف کا کچھ قسم کا جو جو نہیں ہوتا۔ علم ادب کے خالقین کو قینا ایسے رسالہ کی خبر داری سے سرت ہوگی۔ اس قدر کافی ہے۔

دفتر سب رسل حیدر آباد دکن

مصری بہان فوادی گھر سے باہر توجہ خانے اور دہلی کے سفر میں بھی دیکھنے میں آئی ہے۔ اگر آپ دہلی میں سفر کر رہے ہیں۔ تو ایک مصری جیب اپنے بٹول میں سے بچے ہوئے تیز ترغ۔ کوزہ وغیرہ نکالے گا۔ تو نا ممکن ہے۔ کہ وہ آپ کو کھانے کی دعوت دے۔ تو وہ خانے میں بیٹھا ہو مصری ہر ایک اپنے واقف کار کو جو وہاں آجائے تفضل کر کر ضرور دعوت دے گا۔

خوش باش مصری

مصری عادتاً ہر وقت بے فکر اور خوش باش رہتا ہے۔ اس کے پاس کچھ ہو تو کچھ اور نہ ہو تو کچھ وہ بے فکر ہوتا ہے۔ اگر اس کی جیب میں روپیہ ہو۔ تو وہ حاتم طائی ہے اور اگر نہ ہو۔ تو اسے تب بھی کوئی فکر نہیں۔ مصریوں کو جب ضرورت آجائے۔ تو وہ مرنے مارنے پر تزلزلتے ہیں۔ مگر جیب انکو یقین دلادیا جائے۔ کہ برقی سے یہ بات نہیں ہوئی۔ تو پھر فوراً راضی ہو جاتے ہیں غصے میں اگر اس کے معذرت خواہی کی جائے اور کہا جائے کہ جلدی دیجئے۔ معاف کیجئے۔ تو وہ معذرت کو قبول کر لیتا ہے۔

صل علی النبی

مصری کے منہ پر صل علی النبی کا فقرہ بہت چڑھا چڑھا ہے۔ کیسا ہی غصے میں بھرا ہو مصری ہو یہ فقرہ اس کے غصے کی آگ پر پانی ڈال دیتا ہے۔

الفرق

مصریوں میں بہت سی خوبیاں ہیں۔ جن کی وجہ سے وہ اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں تقاض بھی ہیں۔ محبوب سے تو اندری کی لذات پاک ہے۔ مگر میرے قلب پر ان کی خوبیوں کا بڑا نقش ہے۔

مصر کے متعلق جدید لٹریچر

مصر چونکہ ایک اسلامی سلطنت ہے۔ اور اس کے متعلق اردو زبان میں بہت کم معلومات کا ذخیرہ ہے۔ اس لئے میں نے ارادہ کیا ہے۔ کہ اردو لٹریچر میں مصر کے متعلق صحیح معلومات کا قیمتی اضافہ کروں۔ اس لئے میں آئندہ سال اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ تو حسب ذیل کتابیں شائع کرنے کی کوشش کروں گا۔

۱۔ آزادی مصر کی مکمل تاریخ

۲۔ مصر کی نامور ہستیاں

۳۔ مصر کا شاہی خاندان

۴۔ مصر کے قابل دید مقامات

یہ کتابیں باتصویر ہوں گی۔ اور جو کچھ بھی لکھا جائیگا۔ اس کے مصادر صحیح اور درست ہوں گے۔ مجھے یقین ہے کہ اردو لٹریچر میں مصر کے متعلق ایسی کتابیں اس سے قبل شائع نہیں ہوئی ہوں گی۔

محمود احمد عرفانی

رسالہ المبشر کا جوہلی نمبر

DELHI

ہم نے اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھے المبشر کا جوہلی نمبر نکالنے کا فیصلہ کیا ہے۔

المبشر کے جوہلی نمبر میں کیا ہوگا

گزشتہ پچیس سال میں سلسلہ کے شاد عروں نے جس قدر منظوم کلام حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں لکھا ہے۔ اسے المبشر کے جوہلی نمبر میں جمع کر دیا جائے گا۔ اس نمبر کی لکھائی چھپائی اعلیٰ درجے کی ہوگی۔

رسالہ مصور ہوگا

• المبشر کا جوہلی نمبر حسب معمول ۲۵ نمبر کو شائع ہو جائے گا۔ ایک پرچہ کی قیمت ۴ روپے ہوگی۔
• جن خریداروں کا بقایا ہوگا۔ ان کو المبشر کا جوہلی نمبر ارسال نہیں کیا جائے گا۔

بقائے صاف کریں

بقائے صاف کرنے کے لئے وہی پی ارسال کئے جائیں گے۔ احباب وصول کرنے کیلئے تیار رہیں

محمود احمد عرفانی ایڈیٹر المبشر

تکونان دہلی

123818

27.5.95

